THE HISTORY OF THE MEDIAEVAL CHURCH

BY

REV. KHURSHID ALAM

تواریخ

کلیسائے رومتہ الکبریٰ

•

پادری خورشید عالم



پنجاب رلیجس بک سوسائٹی

انارکلی - لاہور

تعداد ۱۰۰۰   ۱۹۶۱ء   بار اول

تواریخ کلیسیائے رومیۃ الکبریٰ

سنہ ۵۹۰ء تا سنہ ۱۵۰۰ء

مصنفہ و مؤلفہ

پادری خورشید عالم

پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی

انارکلی۔ لاہور

بار اوّل سنہ ۱۹۶۱ء تعداد ۱۰۰۰




MASOOD FAISAL JHANDIR LIBRARY
★ MAILSI ★
Acc No: 085009



عقیدت

مَیں یہ کتاب اپنی اہلیہ جمیلہ مرحُومہ کے نام معنون کرتا ہُوں جنہوں نے نہایت ہی گرمجوشی اور اخلاص کے ساتھ میرے دوش بدوش آقائے نامدار خُداوند یسُوع مسیح کے جلال کے لئے کئی سالوں تک اُس کی خدمت کی اور خاص طور پر اس کتاب کے مسودہ کی تصحیح و ترتیب میں عرقریزی سے میری مدد کی۔ یہ سچ ہے کہ اگر اُن کی معاونت مجھے نصیب نہ ہوتی تو مَیں اس کتاب کو مکمل کرنے میں قاصر رہتا۔

"وُہ جلتا اور چمکتا ہُوا چراغ تھا اور...... کُچھ عرصہ تک
اُس کی روشنی میں خُوش رہنا منظُور ہُوا۔"

یُوحنّا ۵ : ۳۵

خورشید عالم

فہرست تصاویر

فہرست مضامین

تعارف

فضیلت مآب بزرگ پادری ای جواہر مسیح صاحب

آرچ ڈیکن آف لاہور

مَیں فخر کے ساتھ ان چند سطور کو لکھتا ہُوں کیونکہ ہمارے نوجوان پادری خورشید عالم صاحب نے اپنے پاسبانی فرائض کو بطرزِ احسن پُورا کرتے ہُوئے بھی اپنی عدیم الفُرصتی میں سے وقت نکالا کہ وہ ایک نہایت ضرُوری اور اہم تاریخِ کلیسیا زمانہ وسطیٰ کو ہمارے سامنے پیش کریں۔

مجھے مسوّدہ کے مطالعہ سے اُن کی محنت۔ جرأت وجسارت کی داد دینا لازمی ہے۔ آپ نے ایک ایسے تاریخی زمانہ کو لیا ہے جس کی موجُودہ دَور میں ہمارے اربابِ اُردو کو ضرورت ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پوپیت کا آغاز۔ عرُوج اور زوال کن سیاسی اور جماعتی خلفشار حالات میں ہُوا۔ کلیسیا میں جو مشرق اور مغرب کے مسئلہ کی خلیج حائل کی گئی اور جس کا پاٹ آج تک بڑھتا جاتا ہے اُس کی وجوہات کیا تھیں۔ صلیبی مُہمّات کو واضح طور پر پیش کیا ہے۔ اور آخر میں بتایا ہے کہ تحریکِ مصالحت اور انوار الادب میں کن ناقابلِ فراموش شخصیّتوں کے وسیلہ سے پادری مارٹن لُوتھر سے قبل دورِ اصلاح کی بُنیاد رکھی گئی تھی۔ کتاب کو چند حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے جس سے مضمون کے سمجھنے میں آسانی ہوجاتی ہے۔ اُردو سلیس۔ عُمدہ اور بامحاورہ ہے۔ مجھے اُمید واثق ہے۔ کہ اِس کتاب کے پڑھنے سے بہتوں کا علم بڑھے گا اور رُوحانی تقویت بھی ملے گی۔ یہ کتاب بشارتی خدمت کرنے والوں کے لئے بہت مفید ہے۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ اُردو خواں حضرات اِس کو ضرور خریدیں گے اور اس سے علمی اور رُوحانی فائدہ اُٹھائیں گے۔ والسّلام

ای۔ جواہر مسیح

یومِ المقدّس تُوما۔ ۲۱ دسمبر ۱۹۵۹ء

تمہید

ازمنۂ وسطیٰ
(MEDIAEVAL PERIOD)

یہ رُومی سلطنت کے اِنحطاط سے زمانۂ اصلاح کے آغاز تک کا زمانہ ہے۔ وثوق سے ازمنۂ وسطیٰ کی تاریخ کا تعین کرنا قدرے مشکل ہے، کیونکہ سلطنتِ رُوم میں بتدریج زوال آتا گیا۔ اس لئے جب سنہ ۴۱۰ء میں الیرق دی گاتھ نے حملہ کیا تو اس کی شان و شکوہ دُھندلی پڑ چکی تھی۔ چارلس اعظم جو فرینکاتی سلاطین میں عظیم بادشاہ ہو گزرا ہے اور بیک وقت فرانس اور جرمنی پر مسلّط تھا سنہ ۸۰۰ء میں سلطانِ رُوم بنا۔ رُومی سلاطین سنہ ۱۴۵۳ء تک قسطنطنیہ میں بھی حکمران رہے جہاں ترکوں نے اُن کی رہی سہی زندگی ختم کر دی اور یوں سلطنتِ رُوم کا شیرازہ بکھر گیا۔ ہم ازمنہ وسطیٰ کو طائرانہ نظر سے دو حِصّوں میں منقسم کر سکتے ہیں۔

تاریک زمانہ سنہ ۴۰۰ء تا سنہ ۱۰۵۰ء
(DARKAGES)

یہ زمانہ بربری حملہ آوروں کی بے پناہ یلغار کا زمانہ ہے جو وقتاً فوقتاً حملہ آور ہو کر سلطنتِ رُوم میں مقیم ہو گئے تھے۔ اُنھوں نے تمام صنعت و حرفت اور علم و ادب کو عنقریب برباد کر دیا، اور ہر طرف لُوٹ مچادی اندھیر گردی کے اس زمانہ میں کہ کلیسیا خائف و ہراساں ہو کر مجبوراً خانقاہوں میں پناہ گزیں ہو گئی۔ چنانچہ اسی زمانہ میں مذہب اسلام رُونما ہُوا جس نے مسیحیّت کو معدوم کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ چھوڑا بدیں وجوہات حکومت نے اپنی باگ ڈور پوپوں کے سپُرد کر دی۔ پاپائے رُوم سنہ ۱۰۵۰ء سے سنہ ۱۳۰۰ء تک اصلاحی کارگُزاری کو سرانجام دیتے رہے۔ اِن کا بانی اور سرغنہ ہلڈی برانڈ تھا جو گریگوری ہفتم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ ایسا مدبّر اور جابر تھا کہ جہاں جاتا ایک عالم سمٹ جاتا۔ ولیم فاتح اُس کا ہمعصر تھا۔ اس کے زمانہ میں شاندار کیتھیڈرل تعمیر ہُوئے اور صلیبی جنگوں کا بھی آغاز ہُوا۔ دارالعلوم تعمیر ہُوئے۔ مقدّس اینسلم و فرانسیس اسیسی اور مشہور شاعر ڈینٹے کی اس بے پناہ جد و جہد نے اُن چنگاریوں کو جو راکھ کے ڈھیر میں چھپ کے رہ گئی تھیں از سرِ نو سلگا دیا۔ اور پھر رُومی پرچم لہرایا چونکہ ہر جانب اژدہے منہ کھولے نظر آتے تھے، اس لئے مخالفین کے سامنے اُن کی تمام کاوشیں ماند ہو کر رہ گئیں۔

کشیدگی، اسیری و نفاق ۱۳۰۰ء تا ۱۵۲۰ء

(TENSION, CAPTIVITY THE GREAT SCHISM)

اس زمانہ میں پوپیت اپنی کشیدگیوں۔ ریشہ دوانیوں اور بدگمانیوں کی وجہ سے بدنام ہوگئی۔ اور شاہانِ وقت نے پوپ کو للکارا جو کلیسیائی نظم و نسق پر ضربِ کاری ثابت ہوا پہلے تو عوام و مشائخ پوپ کے حامی تھے لیکن اب شاہانِ زمانہ کا دم بھرنے لگے۔ انگریز مصلح ویکلف کو بھی طبع آزمائی کا موقعہ مل گیا اور یوں پوپیت فرانس ہی میں مقید ہو کر رہ گئی چنانچہ ۷۰ سال تک سنہ ۱۳۰۵ء تا سنہ ۱۳۷۸ء پوپیت رُوم سے ہجرت کر کے فرانس کے شہر اَوینوں میں چلی گئی اور فرانسیسوی آلۂ کار بن کر رہ گئی۔ بہرحال سیاسی نکتہ نظر سے انگلستان باغی ہو کر جنگ پر آمادہ ہو گیا۔ ادھر سنہ ۱۳۷۸ء تا سنہ ۱۴۱۵ء میں کلیسیا میں پھوٹ پڑ گئی اور دو حاسد پوپ رُوم اور اوینوں میں برسرِ اقتدار آ گئے۔ جن کی بڑھتی ہوئی خباثتوں کے انسداد کے لئے کونسلوں کا انعقاد ہوا جس سے پوپ اور کونسلوں میں رسہ کشی ہو گئی۔ تو بھی اس بدامنی کے زمانہ میں علم و ادب کے انمول موتیوں کو لوگوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا، اور عوام میں علمی ترقی کا جذبہ بلند ہوا۔ اور انوار لادب پیدا ہوئے۔ عُلما، توہم پرست مسیحی دنیا کا مضحکہ اُڑانے لگے اور افلاطونی خیالات سے مقابلہ کر کے توہم پرستی کی برائیوں کو منظرِ عام پر لائے۔ لیکن انوار الادب کا سیلاب کچھ ایسا زوروں پر تھا کہ خود پوپ لیو دہم و ایلگزینڈر ششم بھی اس کی دست برد سے بچ نہ سکے۔ اور مسیحیت کو مسموم کر دیا۔ آخر لُوتھر نے ایک نیا راگ الاپا کہ "بائبل کی طرف لوٹو"۔ راستباز ایمان سے زندہ رہے گا۔ اس نے سرکارِ دو عالم ربنا المسیح کی پاکیزہ و منزہ زندگی کو بے نقاب کیا اور سنہ ۱۵۱۷ء میں پروٹسٹ ازم کی بنیاد رکھی جس کی فوری قبولیت سے نصف یورپ اُس کی پشت پناہ بن گیا۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔ ع

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

ازمنۂ وسطیٰ کی تاریخ کو حیطۂ تحریر میں لانے سے مصنفین ہچکچاتے ہیں گویا کہ اس کو فراموش کرنا ہی بہتر سمجھتے ہیں لیکن اگر ہم بنظرِ غائر اس کا جائزہ لیں تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانہ نے سیاسی و مذہبی کشمکش کے متنازعہ امور کی تکلیفات میں مبتلا ہو کر درست تعلیم۔ راہبانہ جوش اور تحریک مصالحت کو پیدا کیا۔ غلامی اور انسانی قتل و غارت کی تماشہ گاہ ہو کر جن کے

مشاہدہ سے تہذیب لرزتی تھی معدوم کردیا اور بہترین اخلاق ۔ رابطۂ اتحاد۔ انسانی حقوق کی نگہداشت اور مساوات کی اہم ذمہ داریوں کو کلیسیا پر واضح اور نمایاں کردیا۔ اُس تاریک زمانہ میں جب کہ آسٹروگاتھ۔ وینڈل اور سلوویُ جیسے بربری قبائل مسیحیت کو نیست و نابود کرنا چاہتے تھے، اور قدم قدم پر خطرہ لاحق تھا، معاشرتی اور تمدنی اصلاح کرنا کاہ برآوردن اور کوہ کندن سے کم نہیں تھا۔ جیسا کہ مقدس جیروم بیت الحم سے لکھتا ہے کہ " ہمارا بقیہ ہماری کسی نیکی کی وجہ سے نہیں بلکہ محض خُدا کے فضل سے ہے ۔ بے شمار وحشی لوگ گال میں گھس آئے ہیں ۔ کوہ البیس اور پرنیز۔ دریائے رائن اور سمندر تک کے درمیانی علاقے وحشیوں نے برباد کردیئے ہیں۔ زمانہ ہی ہماری آنکھوں سے آنسوؤں کو بند کرسکتا ہے "۔ ادھر اسلام نے بھی مغرب کا رُخ کیا اور مسیحی دُنیا پر خوف وہراس کے بادل چھا گئے ۔ اور آنِ واحد (۶۵۲ء تا ۷۵۰ء) میں وہ افریقہ۔ عراق اور آسوریہ پر قابض ہو گئے ۔ عرب کی مسیحی سلطنتوں کو (یروشلیم ۱۰۷۶ء اور انطاکیہ ۱۰۸۴ء) میں ختم کردیا۔ ہسپانیہ اور سسلی بھی سسک سسک کر ختم ہو گئے ۔ گریگوری اعظم لکھتا ہے " گوشت پک گیا اور ہڈیاں گھل گئیں ۔ سینٹ کہاں ہے ۔ لوگ کہاں ہیں ؟ ہڈیاں ختم ہوگئیں گوشت جل گیا۔ دنیا سے شان و شکوہ اُٹھ گئی ۔ ہم جو بچ رہے ہیں وہ بھی تلوار سے خائف ہیں اور اذیتوں سے تنگ حال واجب ہے کہ کھ دُوں، خالی برتن کو کوئلوں پر رکھ دو ۔ کیونکہ آدمی مر گئے ۔ رُوم خالی ہے عمارات جل رہی ہیں "۔ ایسے دگرگوں حالات سے دوچار ہونا اُسی زمانہ کے مدبرین اور مصلحین کا کام تھا جو مسیحیت کا علم بلند رکھنے کے لئے صلیبی جہاد میں کُود پڑے ۔ قلم چھوڑ تلواریں سنبھال لیں ۔ کونہ کونہ اُن کے نعرۂ صلیب سے گونج اُٹھا ۔ اب ہاتھوں میں تسبیحوں کی بجائے تلواریں تھیں ۔ تلواریں سونت کر لڑے اور بہادری کی دھاک بٹھادی ۔ وہ وظیفہ خوار نہ تھے کہ سرخم کرتے اُن میں مردانگی کا خُون تھا ۔ وہ مردانہ وار بڑھے اور کٹ کٹ کر مرے اور ارض مقدس کو اپنے خُون سے لالہ زار بنا دیا ۔ وہ عالی ہمت ظلمت وظلم کو مٹانے کے لئے ہمیں نیا راستہ بتا گئے ۔ جنگ کے مکدر اثرات ابھی دُور نہیں ہوئے تھے کہ ہرسو بدعات؛ کشیدگی اور افراتفری سیاہ رات کی مانند چھا گئی ۔ لیکن مدبرین اور عُلماء نے حوصلہ نہ چھوڑا اور درس وتدریس اور صلاح وہدایت سے انوار الادب کے زیرِ تحت وہ وہ اصلاحیں کیں جو ابھی تک ہمارے لئے چراغِ راہ سے کم نہیں ہیں ۔

اگرچہ خانقاہوں کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے تاہم یہ وہی خانقاہیں ہیں جن میں مسیحیت پناہ گزیں ہوئی، اور آخر یہی خانقاہیں تبلیغی مراکز اور مذہبی مدارس بن گئے۔ اور ان کے بلند ہمت راہبوں نے مسیحیت کی نشر و اشاعت میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ مقدس جیروم۔ بینیڈکٹ۔ پیٹرک۔ کولمبا۔ اگسٹین۔ پولینس۔ نیلیکس۔ ہبیریئس ایڈن۔ ولفریڈ۔ ولفریڈ بونیفیس اور انسکار راہب ہی تھے جن کے عالی عزم و تدبر سے سریا۔ بیت الحم۔ آیرلینڈ۔ سکاٹ لینڈ۔ کینٹ۔ نارتھمبریا۔ مشرقی و مغربی اور جنوبی انگلستان۔ ہالینڈ۔ جرمنی۔ لینڈز فارن۔ ڈنمارک اور سویڈن میں تبلیغ ہوئی۔ اور فرانسسکن فرائرفار نیو مصر اور ہندوستان تک پہنچ گئے۔ اگر مسیحیت خانقاہوں میں محبوس نہ ہوتی اور مسیحیت کا بیج ازمنۂ وسطیٰ میں خانقاہوں میں دفن نہ ہوتا تو آج یہ خوبصورت پودا پھول اور پھل سے مزین ہو کر اقوامِ عالم پر خورشیدِ عالم تاب بن کر نہ چمکتا۔

ازمنۂ وسطیٰ ہمارے لئے موجودہ دور میں بھی فائدہ مند ہے، کیونکہ ہم بھی ایسے ہی زمانہ سے دوچار ہو رہے ہیں جس میں قومی فاشی۔ اشتراکی۔ اشتمالی، اجتماعی اور انقلابی خطرات ہیں۔ نسلی اور مذہبی تعصب کا دَور دَورا ہے۔ وحشت۔ بے بسی و بے کسی ہمارے سر پر منڈلا رہی ہے۔ اس لئے چاہیے کہ ہم ازمنۂ وسطیٰ کی تاریخ سے سبق لیں اور دُنیا دارانہ نفسیاتی یک جہتی پر مطمئن نہ ہوں۔ بلکہ حقیقی۔ رُوحانی اور عالمگیر اتحاد کی بنیادوں کو بین الاقوامی کونسلوں کے وسیلہ سے استوار کریں تاکہ مسیح خداوند کی بادشاہت آئے اور اس کا جلال ظاہر ہو۔

مَیں نے دانستہ طور سے ۴ تا ۶ صدیوں کا تاریخی احوال اختصاراً پیش کیا ہے کیونکہ بیشتر ازیں اس کا ذکر بہ تفصیل "تواریخ مسیحی کلیسیا ۳۳ء تا ۵۰۰ء" میں آنجناب پادری کینن ڈبلیو۔ پی۔ ہیرس صاحب نے درج فرمایا ہے۔ سو آپ مزید معلومات کے لئے مذکورہ بالا تاریخ کے آخری ابواب کا مطالعہ فرمائیں۔

مَیں اس مسودہ کی تعمیر و تنظیم کے لئے اُن تمام مصنفین کا شکر گزار ہوں جن کے اسمائے گرامی بمعہ کتبِ موسومہ اس کتاب کے اختتام میں رقم کر دیئے گئے ہیں۔ عالیجناب ڈاکٹر ڈبلیو۔ سی کوسٹی۔ ایم۔ اے ڈی ڈی صاحب اور اپنی اہلیہ محترمہ کا بھی مشکور ہوں کیونکہ انہوں نے اصلی مسودہ پڑھ کر صحت و درستی کی۔ حقیقت یہ ہے کہ اپنی کم مائیگی اور بے بضاعتی کے

پلیش نظر ایسی اہم کتاب "تاریخ کلیسیائے رُومتہ الکبریٰ" کا لکھنا میرے بس کا کام نہ تھا۔ یہ علمی خدمت کسی فاضل اہلِ قلم کی مرہُونِ منّت تھی تاہم خُدا کا شکر ہے کہ بزرگانِ دین نے میری حوصلہ افزائی فرمائی اور مَیں نے اسے مشرقی رنگ میں اُردو جامہ پہنا کر باختصار

مرحُوم آنجناب بزرگ پادری وزیر چند صاحب بی۔اے
پرنسپل تھیولاجیکل کالج گوجرانوالہ

کے ایأ پر ہدیۂ ناظرین کرنے کی جسارت کی ہے۔ مجھے قوی اُمید ہے کہ میرے اُردو خوان ارباب ِ ذوق اس سے استفادہ کریں گے۔ والسّلام

عقیدت کیش: خورشید عالم
کاشانۂ قسیس۔ نارووال

پہلا باب

کشمکش

مُلکی حالت
(POLITICAL STATE)

دَورِ متوسط میں کلیسیائے رُوم کی فرمانروائی کا آغاز خاص طَور پر ۵۹۰ئہ میں گریگوری اعظم کی پوپیت کے عہد سے ہُوا۔ لیکن زمانۂ ماقبل میں رُومی حکومت دریائے رائن۔ڈینوب شمالی افریقہ۔ ایشیہ۔ کیسپین اور میسو پوتامیہ تک پھیلی ہُوئی تھی۔ اوّل تو ان دُور افتادہ علاقوں کا نظام دار الخلافہ قدیم روم سے کرنا از حد مُشکل تھا، دُوسرے مشرقی سرحدوں پر وحشی لوگوں نے بار بار حملے کرکے سلطنت رُوم کا قافیہ تنگ کر رکھا تھا۔ اس لئے چوتھی صدی ہی میں قسطنطنیہ کو دار الخلافہ جدید مُقرر کیا گیا جسے رُوم جدید کے نام سے پُکارا جاتا ہے۔ یہ شہر نہ صِرف سَمُندر کے دو بڑے حِصوں کو مِلاتا ہے، بلکہ خُشکی کے دو بڑے ٹکڑوں کو بھی مُلحق کرتا ہے۔ بایں ہمہ یہ شہر دریائے ڈینوب کی سرحدوں کو وحشی لوگوں کو سے محفُوظ کرنے کے لئے بے حد موزوں تھا۔ جب شاہ تھیوڈوسیس نے وفات پائی تو سلطنتِ رُوم اُس کے دو بیٹوں میں تقسیم ہو گئی۔ اور یک وقت رُوم کا وسیع مُلک دو مُطلق العنان بادشاہوں میں بٹ گیا۔ انہی ایام میں وحشی قوموں نے دریائے ڈینوب کی سرحدوں پر لشکر کشی کی اور ریاست بلقان پر قبضہ کر لیا۔ جس سے مغربی علاقہ کو خطرہ پیدا ہو گیا۔ ۴۹۳ئہ میں تھیوڈورک دی آسٹروگاتھ (THEODORICK THE OSTROGOTHS) شہنشاہِ رُوم کو معزُول کرکے اِٹلی پر قابض ہو گیا۔ مشرقی رُوم کا بادشاہ بھی اُس کی بے پناہ یلغاروں کو روک نہ سکا۔ چنانچہ تھیوڈورک نے مجبُور ہوکر اُسے ”امیر الامرا“ کا لقب دیا اور خُود مشرق اور مغرب کا شہنشاہ بن بیٹھا۔ جب قلمروئے رُوم سے شہنشاہیت اُٹھ گئی تو مغربی کلیسیاؤں پر اس

کا یہ اثر ہُوا کہ اُنہوں نے اپنی باگ ڈور پاپائے رُوم کے ہاتھ میں دے دی اور اس طرح پاپائے رُوم کی شخصیت اس قدر ممتاز اور مستحکم ہو گئی جسے کوئی دُنیوی طاقت نہ دبا سکتی تھی۔ تھیوڈورک نے اکثر و بیشتر حُکام کو بدستور اُن کے عہدوں پر بحال رکھا لیکن اُن میں کوئی بھی پاپائے رُوم جیسا اقتدار نہ رکھتا تھا۔ اس پر طرّہ یہ کہ مشرقی شہنشاہ نے مغربی نظام سے بالکل آنکھیں پھیر لیں جس کا اثر پوپ کے مذہبی۔ سیاسی اور مُلکی رسُوخ پر اس قدر گہرا ہُوا کہ پاپائے رُوم مطلق العنان حُکمران تسلیم ہونے لگا۔

۴۵۱ء۔ سنہ ۲۹ء کے درمیانی دَور میں مسیحیت سرکاری مذہب نہ تھا لیکن پھر بھی مُلک کے دُور افتادہ مقامات پر اس کا اثر غالب تھا۔ مشرقی کلیسیا میں بلقان۔ ایشیائے کوچک مصر فلسطین۔ سریا اور میسوپوتامیہ شامل تھے۔ مغربی کلیسیاء کا حلقہ بحرِ متوسط کے گردو نواح کا علاقہ تھا جس میں اٹلی۔ شمالی افریقہ۔ وادئ رائن اور ہسپانیہ شامل تھے برطانیہ اور آئرلینڈ کے بعض لوگ تو مسیحی ہو چکے تھے۔ لیکن دریائے رائن سے پرے سلطنت تھی اور نہ ہی مسیحیت نے اپنے قدم جمائے تھے۔ اس دَور میں کلیسیا کا ناظمِ اعلیٰ بشپ تھا جس کے حلقہ میں شہر کے گردو نواح کے دیہات بھی شامل تھے۔ میٹروپالیٹن (METRPOLITAN) کے علاقہ میں بہت سے بشپ تھے۔ میٹروپالیٹن خُدام الدین امراء اور عوام کے ساتھ مل کر بشپ کا انتخاب کرتا تھا۔ سنڈ کے اجلاس میں شرعی مسائل اور کلیسیائی تنظیم پر اس کا فیصلہ مطلق سمجھا جاتا تھا۔ جس سے مسیحیت کی جڑیں مضبوط ہو گئیں۔ بڑے بڑے شہروں کی اُن کلیساؤں نے جن کی تبلیغی بنیاد کسی رسُول پر متصوّر تھی "بزرگ کلیسیاء" کی حیثیت اختیار کر لی۔ مغرب میں صرف رُوم کی کلیسیا ہی تھی جس کی حالت فرق تھی۔ چونکہ رُوم مغرب کا مرکزی شہر اور دارالخلافہ تھا اس لئے وہاں کی مغربی کلیسیا یورپ اور شمالی افریقہ کی بزرگ کلیسیا سمجھی جانے مشرق میں چار مشہور کلیسیائیں تھیں

(۱) انطاکیہ جو ایشیائے کوچک اور سریا کا مشہور شہر اور مقدّس پطرس کی تبلیغ گاہ تھا۔
(۲) یروشلیم مسیحیت کی جائے پیدائش تھا۔ (۳) سکندریہ میں مقدّس مرقس نے منادی کی۔
(۴) قسطنطنیہ کی کلیسیا ۳۳۶ء۔ ۳۳۹ء میں قائم ہوئی۔ اگرچہ اُس کی بنیاد رسُولی نہ تھی تو بھی رُوم جدید اور شاہی شہر ہونے کے باعث کونسل کلسیڈان نے اُسے رُوم قدیم کے مساوی حقوق عطا کئے اس کے حلقہ میں۔ بلقان۔ جنُوبی ڈینوب اور ایشیائے کوچک

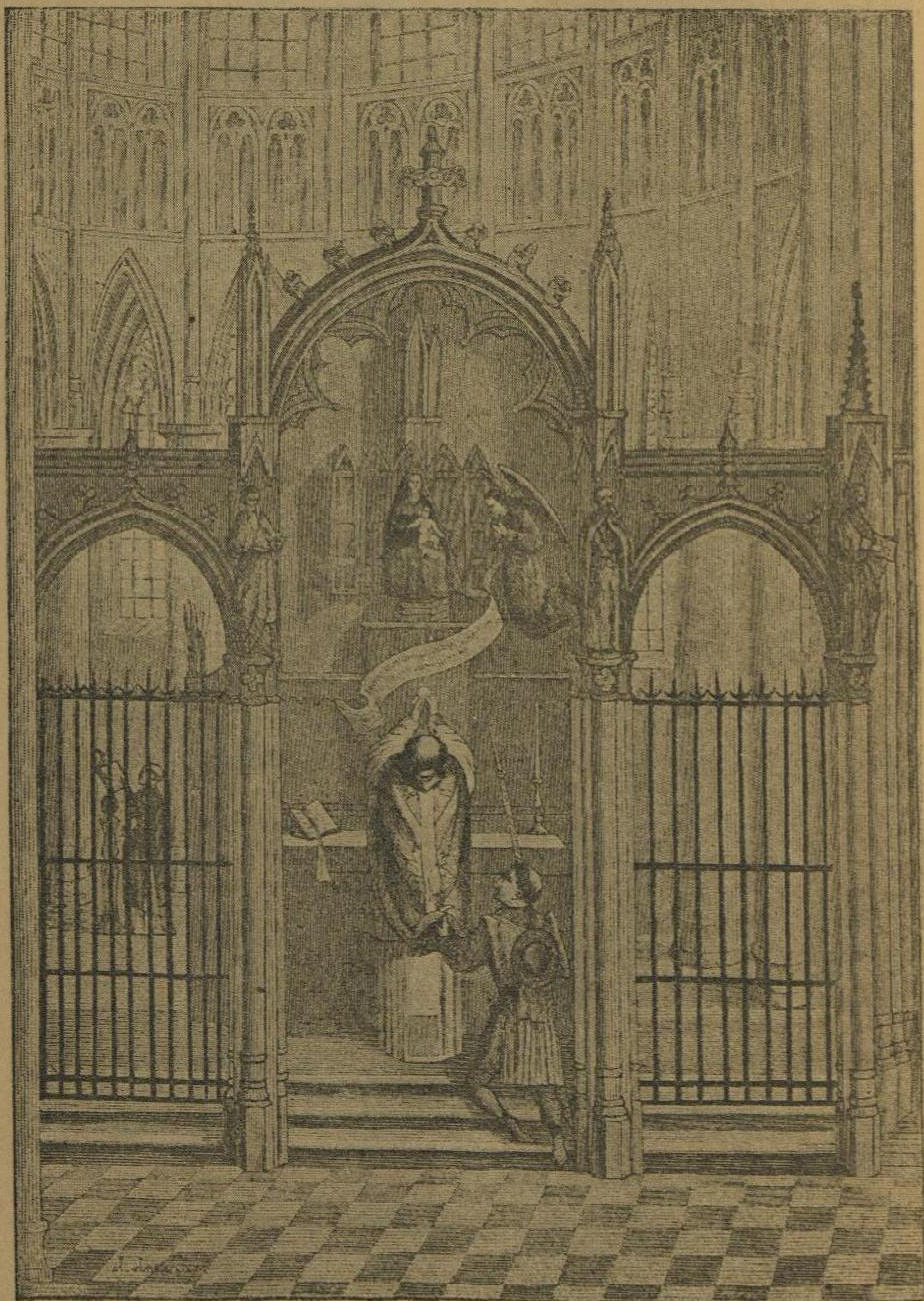
شامل تھے۔ لیکن چونکہ پاپائے رُوم کے سر پر دُنیوی شاہان کا دباؤ نہ تھا، اس لئے کلیسیائے رُوم ان تمام مشرقی بزرگ کلیساؤں سے مذہبی و سیاسی طور پر بلند ہوتی گئی۔

مذہبی حالت
THE RELIGIOUS LIFE

جب ہم دَورِ متوسط کے مذہبی پس منظر پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ کلیسیا طرح طرح کی بدعات میں گرفتار تھی جن کا سدِباب وسطی زمانہ کے آغاز تک نہ ہُوا تھا، کیونکہ جب ۴۴۹ء میں افسس میں ڈیاس کورس (DIOSCORUS) کی زیرِ صدارت کونسل منعقد ہوئی تو یوسیبیئس کے اس خیال کو کہ مسیح میں دو جُدا ذاتیں ہیں، رد کر دیا گیا۔ تب مصری بشپ اور راہب یہ کہکر چلاتے کہ جو مسیح کی ذاتِ پاک کے ٹکڑے کرتا ہے، اس کے ٹکڑے کر دیئے جائیں گے۔ فلیویئن جو قسطنطنیہ کا بشپ تھا اس کو بارسُوماس (BARSUMAS) کے راہبوں نے دبایا اور ڈیاس کورس نے پوپ لیو اعظم کا وُہ خط جو اُس نے بشپ فلیویئن کو لکھا تھا، کونسل میں پڑھنے سے انکار کر دیا۔ لہٰذا یُوٹی کیز کا یہ بیان کہ تجسّم کے بعد مسیح کی ذاتِ پاک میں دو جُدا ذاتوں کا امتیاز نہیں ہے، منظور ہو گیا جس پر بشپوں سے دباؤ کے زیرِ اثر دستخط کرا لئے گئے۔ لیکن جب پوپ لیو اعظم کو اس فیصلہ کی خبر پہنچی تو اس نے ڈیاس کورس کی اس کارروائی کی سخت مخالفت کی اور اس کونسل کو کونسلِ دُزداں قرار دیا۔ لیکن شاہ تھیوڈوسیئس دوم (THEODOSIUS II) نے ڈیاس کورس کے مجوزہ لیوں کی پاسداری کی اور فلیویئن۔ یوسیبیئس و دیگر نسطوریین کو معزول کر کے مُلک بدر کر دیا۔ اگرچہ تھیوڈورٹ اس کونسل میں موجود نہ تھا لیکن اُسے بھی کلیسیا سے خارج کر دیا گیا، اور اس کی تحریرات کی اشاعت منسوخ قرار دے دی گئی۔ پوپ لیو اعظم کے فرمانِ اخراجِ کلیسیا کا نتیجہ یہ ہُوا کہ مشرقی کلیسیا میں پھوٹ پڑ گئی۔ مصر۔ تھریس اور فلسطین معہ شاہ تھیوڈوسیئس دوم ڈیاسکورس کے ساتھ تھے۔ لیکن رُوم۔ شام۔ پونطس اور آسیہ ڈیاسکورس کے خلاف تھے۔ کیونکہ اُس نے فلیویئن کے ساتھ بدسلوکی کی اور یُوٹی کیز کی قرارداد کو حق بجانب کہا۔ ڈیاسکورس نے جب پوپ لیو اعظم کا اخراج نامہ پڑھا تو اُس نے بحیثیت صدرِ کونسل لیو اعظم کے لئے کلیسیائی حقُوق سے اخراج کا فرمان جاری کر دیا جس سے تنازعہ میں طوالت پیدا ہو گئی۔ تاہم جب تک شاہ تھیوڈوسیئس زندہ رہا کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ جولائی ۴۵۰ء میں شاہ مر گیا، تو سابقہ اُلجھن کے فیصلے کے لئے ایک نئی کونسل کے انعقاد کی راہ نکل آئی۔ اس دوران میں ملکہ پولکریا اور اُس کا خاوند مارسئین پوپ لیو اعظم

کے حامی تھے سو اُنکی جد و جہد سے کونسل نکایاہ میں منعقد ہوئی پوپ کے نمائندے و دیگر بشپ صاحبان تو حاضر ہو گئے لیکن شاہ مارشین بحالتِ مجبوری تشریف نہ لا سکا۔ چنانچہ دارالخلافہ کلسیڈان (CHALCEDAN) میں ۸- اکتوبر تا یکم نومبر ۴۵۱ء تک کونسل جاری رہی۔ اسمیں چھ سو بشپوں نے شرکت کی۔ پوپ کے نمائندوں نے ڈیاس کورس اور اُس کے ہمنواؤں کی مخالفت کرتے ہوئے یہ قرار داد پاس کی کہ وُہ مجلس میں علیحدہ بیٹھیں، اور اُنہیں رائے دہی کا حق نہیں ہے۔ مجلس میں گزشتہ روئیداد پڑھی گئی اور شاہ کے حکم سے مقدمہ تھیوڈورٹ (THEODORET) کے حق میں سُنایا گیا۔ تب ڈیاسکورس اور اُس کے رفقائے خیر اندیش نے شور مچایا کہ "شاہ یہُودی ہے اور مخالفِ مسیح" اور کونسل میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔ بہر حال کونسل نے فیصلہ دیا کہ مسیح کی شخصیت ایسی اتحادی شخصیت ہے جس میں الٰہی و انسانی ذاتیں موجود ہیں۔ یہ دو جُدا ذاتیں نہ پیوستہ ہیں نہ مخلوط۔ اور نہ ہی ان میں کسی ہیئت کی تبدیلی ہوتی ہے۔ دونوں جُدا جُدا قائم رہتی ہیں، اور دو ذاتوں (TWO NATURES) سے دو اشخاص مراد نہیں، بلکہ ایک واحد شخص "بیٹا" جو خُدا کا کلمہ اور ہمارا نجات دہندہ یسُوع مسیح ہے۔ اِس قضیہ کی بحث میں رُوم کے بِشپ ہنورتیس نے "یک مرضی" کی تعلیم پر زور دیا، جس کے برعکس یہ فیصلہ ہُوا کہ مسیح میں دو مرضیاں ہیں۔ ایک انسانی اور دُوسری الٰہی۔ اس طرح عقیدہ کا تصفیہ ہُوا اور مسلّمہ عقیدہ کے خلاف ہر نئی تعلیم و تحریر کو ناجائز قرار دیا گیا۔ اور فیصلہ ہُوا کہ جو بشپ۔ فادر۔ راہب اور کلیسیاء کا فرد کسی نئی تعلیم کی نشر و اشاعت کرے، اُسے تعزیری سزائیں دی جائیں اور معزول کرنے کے علاوہ اُسے لعنتی گردانا جائے۔ تو بھی یوٹی کیز کا تصور عوام میں بڑھتا گیا۔ اور کلیسیا کے بیشتر افراد نے کلسیڈان کے فیصلہ کو قابل قبُول نہ سمجھا۔ ایک مانوفیسائٹ (MONOPHYSITE) گروہ پیدا ہو گیا فلسطین اور مصر میں خانہ جنگی ہو گئی۔ خُون کی ندیاں بہہ گئیں۔ بہت سے بشپوں کو زبردستی عہدوں سے معزول کر دیا گیا، اور جب بہت سالوں کے بعد کلیسیا میں اتفاق و آشتی کی پیہم کوشش کی گئی تو وُہ بے سُود ثابت ہُوئی۔ کیونکہ بہت سے علاقے پوپ کے اقتدار و اثر سے نکل چکے تھے، سو عقائدِ مختلفہ کی وجہ سے فرقہ بندی بڑھتی گئی۔

نسطورین ازم (NESTORIANISM) اُڈیسہ میں جڑ پکڑ چکا تھا اور مانوفیسائٹ ازم سُریا میں۔ ۴۸۹ء میں شاہ زینو (ZENO) نے نسطورین ازم کا سکول اُڈیسہ میں



سیکرامینٹ پاک عشا (پاک یوخرسٹ)

حکماً بند کر دیا تو بھی نسطوریت ازم ہندوستان اور چین میں پھولتا پھلتا رہا۔ ۴۸۲ء میں شاہ زینو نے مذہبی کشمکش کو سیاسی اُلجھن سمجھتے ہوئے گفتگو قطعاً بند کرنا چاہی جس سے سیمپلیسیس (SIMPLICIUS) نے برانگیختہ ہو کر شاہ زینو کو کلیسیا سے خارج کر دیا اور اسی حالت میں وہ مر گیا۔ اُس کا جانشین شاہ جسٹین (JUSTINIAN) حلیم الطبع مانو فیسایٹ تھا جو رُوم سے مصالحت کا دلدادہ بھی تھا۔ اس لئے ۵۱۸ء میں اس نے کلسیڈان کے فیصلہ جات کو بحال کیا۔ سو فرقہ بندی عارضی طور پر بند ہو گئی لیکن انطاکیہ کا بشپ بارڈیوس (BARADOEUS) جیکب (۵۷۸ء) مانو فیسایٹ تھا جس کے زیرِ اثر سریا اور مصر کی کلیسیائیں تھیں سو تنازعہ پھر شروع ہو گیا کیونکہ شاہ جسٹین کی ملکہ نے بارڈیوس جیکب پر زور دیا کہ وُہ آسیہ۔ سریا و انطاکیہ میں مانو فیسایٹ بشپ ہی مقرر کرے۔ اِس پر شاہ جسٹین نے نسطورین کے تین علماء کی تحریرات منسُوخ کر کے مانو فیسایٹ سے مصالحت کی راہ پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن بے سُود۔ مصر اور الاکم کے بشپوں نے ویجیلیس (VIGILIUS) کی مخالفت کی۔ مغرب میں ہوا کدرہ ہو گئی۔ ویجیلیس خوف زدہ ہو کر بھاگا اور اسقفی گرجہ میں داخل ہو کر اُس نے اپنے آپ کو پناہ کے لئے پاک الطار پر گرا دیا۔ اور اُسے مضبوطی سے پکڑے رہا لیکن شاہ کے سپاہیوں نے گرجہ میں بھی اُس کا تعاقب کیا اور پاک الطار پر اُسے جا لیا۔ سو ۵۵۳ء میں قسطنطنیہ کی کونسل منعقد کی گئی تاکہ مذہبی و سیاسی جھمیلے دُور ہوں اور خوف و ہراس ختم ہو۔

رُہبانیّت و پوپیّت

چھٹی صدی کے آغاز میں وسطی زمانے کے دو مذہبی ستون پیدا ہوئے یعنی رہبانیّت اور پوپیّت۔ رہبانیّت ہمارے خُداوند کی تعلیم کا حصّہ نہ تھی کیونکہ اُس نے کہا تھا کہ ابن آدم کھاتا پیتا آیا اور اپنے شاگردوں کے لئے دُعا کی کہ اے باپ میں یہ نہیں چاہتا کہ تُو انہیں دُنیا سے اُٹھا لے بلکہ شریر سے اُن کی حفاظت کر۔ تو بھی کلیسیا میں گوشہ نشینی کی رُوح پیدا ہو گئی جس کی چند وجُوہات تھیں۔

(۱) سیاسی اور مذہبی جھمیلوں سے عوام دل برداشتہ ہو گئے۔

(۲) مسیحیوں نے ایک طرف ہو کر پاکیزہ زندگی بسر کرنے کی ضرورت محسُوس کی۔

(۳) جنسی ناپاکی سے کلیسیائی افراد خوفزدہ ہو کر ریاضت کش بن گئے اور تجرّد

کی زندگی افضل سمجھنے لگے۔

(۴) ایذا رسانی کے زمانے میں شہادت کی تیاری گوشہ نشینی میں کی جاتی تھی تاکہ رُوحانی اور قلبی مشق ہو، لیکن جب ایذا رسانی بند ہوگئی تو گوشہ نشینی اور ریاضت کشی کی عادت قائم رہی۔

چوتھی صدی سے رہبانہ زندگی کی خواہش تمام مسیحی دُنیا میں پھیل چُکی تھی۔ مصر اور سیریا اِس کا گہوارہ تھے۔ پانچویں صدی میں فرانس اور برطانیہ میں راہب خانے قائم ہو چُکے تھے۔ خادمانِ دین نے ابتداً اِس سے پہلوتہی کی لیکن جب ہزاروں انسان ایسی زندگی بسر کرنے پر آمادہ ہوگئے تو قواعد و ضوابط کی ضرورت محسُوس ہُوئی۔ پہلا راہب جس نے تنظیم و قاعدہ مقرّر کیا وُہ پاکِم مصری تھا، جس کا راہب خانہ دریائے نیل سے محیط جزیرہ نما جگہ میں تھا۔ اس کے بعد مقدّس باسل نے اپنے علاقہ میں راہب خانے تعمیر کئے اور باسل کا قانُون و ضابطہ معیارِ راہب خانہ سمجھا جانے لگا۔ اسی زمانے میں جیروم سریا میں عُزلت گزیں تھا اور اپنے گردو پیش کے راہبوں سے سبقت لے جانے کی فکر میں مستغرق تھا۔ متعدد خواتین اُس کی شاگرد ہو گئی تھیں۔ آخرکار یہ فلسطین چلا گیا، اور بیت الحم میں راہب خانہ قائم کیا۔ مقدّس اگسٹین کے دل کی تبدیلی مصر کے راہبوں کی داستان سُن کر ہُوئی۔۔ اس کا مخالف پلاگیس (PELAGIUS) بھی برطانوی راہب تھا۔ لیکن مغربی راہبانیت کا دور چھٹی صدی کے بعد ہُوا جب بینڈکٹ نرسیانی نے بینڈکٹانی ضابطہ کی بُنیاد ڈالی جب وُہ لڑکا تھا، تو اپنی آیا کے ساتھ گھر سے نکلا اور نیرو کے قدیم رہائشی گاؤں کے پاس ٹھہر کر سخت ترین ریاضت کی جس سے شاگردوں کا گروہ اِس کے گرد جمع ہو گیا۔ کثرتِ تعداد کو دیکھ کر اُس نے ضابطۂ راہب خانہ مرتب کیا، جو مغربی دُنیا میں معیار راہب خانہ سمجھا جانے لگا جیسا کہ مشرقی دُنیا میں مقدّس باسل کا ضابطہ سمجھا جاتا تھا۔ بینڈکٹ (BENEDICT) کی مشہور خانقاہ مونٹ کاسینو (MOUNT CASSINO) تھی جس کے قاعدہ کی چند خصُوصیّات حسبِ ذیل ہیں:۔

۱۔ عبادت و خدمت اور کارگزاری۔

۲۔ زندگی میں ترتیب و باقاعدگی اور پاکیزگی۔

۳- فرمانبرداری اور فروتنی۔

۴- علم و ادب اور فنون۔

۵- گوشہ نشینی، عبادت و ریاضت۔

بعض راہب اس خوددارانہ زندگی پر اکتفا نہ کر سکے۔ اُنہوں نے عزلت گزینی کو بشارت و تبلیغ میں بدل دیا۔ وُہ مختلف ممالک رُوس۔ برطانیہ۔ آئرلینڈ اور سکاٹ لینڈ پہنچے اور تحریکِ اجتماعی کو شرُوع کیا۔ چُونکہ ابتدائی زمانہ میں بشپ ایبٹ و خادمانِ دین راہب ہی ہوتے تھے، سو عام خیال پیدا ہو گیا کہ خادم الدین کا راہب و مجرّد ہونا لازمی ہے۔ دُعا و نماز راہبوں کی زندگی کا لازمی حصّہ تھا۔ وُہ ہر تین گھنٹے کے بعد دُعا و نماز کرتے تھے اور پاک رفاقت کی نماز اس کے علاوہ تھی۔ اُن کی نماز کے اوقات کے نام یہ ہیں:-

(۱) میٹنز (MATINS) (۲) لاڈز (LAUDS) (۳) پرائم (PRIME)۔

(۴) ٹیرس (TERCE) (۵) نُون (NONE) (۶) ویسپرز (VESPERS)

(۷) کُومپلائن (COMPLINE)۔

متذکرہ بالا ترتیب سے شام و سحر کی عبادت مرتب ہُوئی۔ سو آخرکار ہم کہہ سکتے ہیں کہ راہب خانوں نے سیاسی و مذہبی اُلجھنوں اور پیچیدگیوں سے کنارہ کش ہو کر قدرے مسیحیّت کو محفوظ رکھا۔

پوپیت کا آغاز رُوم کے وقار و شہرت سے ہُوا کیونکہ جب مشرق کی بزرگ کلیسیائیں کمزور ہو کر رُوم کا مُنہ تکنے لگیں تو رُوما کا اقتدار لازماً بڑھ گیا، اور اُس نے مندرجہ ذیل دعاوی پیش کئے۔

۱- رُوما تمام دُنیا کا دارالسلطنت ہے۔

۲- مقدس پطرس خلیفۃ المسیح اس کا بانی ہے۔

۳- کلیسیائے رُوم صحیح تعلیم و عقائد پر قائم، اور بدعت سے مبرّا ہے۔

۴- رُوما دارالامان اور اُم کلیسیہ ہے۔

۵- دُنیوی شاہ سے خلیفۃ المسیح پاپائے رُوم اعلیٰ و بالا ہے۔

جب بدعت نے تمام مشرقی کلیسیائیں گھر لیا، تو رُومی کلیسیا ہی صحیح

تعلیم پر قائم رہی اور علما جب ایمانِ راسخ کے سبب سے ستائے جاتے تھے تو رُوما میں پناہ گزین ہوتے تھے۔ گو رُوم خود بدعتیوں کے ساتھ نہایت سختی سے پیش آتا تھا تو بھی رُوما کے بشپ معمولی قسم کے انسان نہ ہوتے تھے کیونکہ جس رُومی اُسقف نے شہرت و عزّت حاصل کی وُہ دانائی و حکمت سے معمور ہوتا تھا۔ اِس اَمر کا ثبوت کلیمنٹ کے کرنتھیوں کے نام خط میں، اناسٹس کے پولیکارب کے ساتھ سلوک میں، وکٹر کے موٹن ازم کے ساتھ روّیہ میں، جولین کے ایرین ازم کے انسداد کی کوششوں میں اور انوسنٹ کی خرساسٹم کے ساتھ دوستی میں پایا جاتا ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ رُوم کے ابتدائی پوپوں نے اگر رُومی کلیسیائی وقار کو جو اتفاقاً بحیثیت تواریخ اُنہیں حاصل ہُوا، اگر بڑھایا نہیں تو اُنھوں نے کم بھی نہ ہونے دیا —— ابھی تک صحیح معنی میں پوپیّت کا آغاز نہ ہُوا تھا، کیونکہ وسطی زمانہ میں جب تک قیاصرِ رُوم کا اقتدار باقی تھا اُس وقت تک پاپائے رُوم تعلیم المسیحیت کے سبب سے مقدّم و اعلےٰ علاقہ کا اُسقف تو تھا لیکن صاحبِ اختیار پیری و میری کا مالک نہ تھا سیاسی و مذہبی وقارِ پوپیّت کا آغاز گریگوری اعظم کے وسیلہ سے ہُوا، کیونکہ جب بربریت پسند لمبارڈ نے اطالوی ممالک پر حملہ کیا تو اطالوی حاکم بددیانت و راشی ہونے کے باعث ناکارہ تھے۔ اِس لئے رُومی عوام و حاکموں نے ہدایت و راہنمائی کے لئے گریگوری اعظم کی طرف ہاتھ پھیلائے اور التجا کی کہ خُدارا ہماری مدد کرو۔ سو اِن حالات کے پیشِ نظر اُسقف نے دُنیوی حاکم کا جامہ پہن لیا اور موجودہ تعریف و معنی میں پوپ بن گیا۔ اِس کے خطوط سے پتہ چلتا ہے کہ وُہ اپنے زمانہ کا رئیسِ اعظم تھا۔ سلطنت کے تمام علاقوں میں اُس کی جاگیر تھی خصُوصاً جزیرہ سسلی میں۔ اور اب چُونکہ وُہ قیصر کا جانشین تھا اس لئے قیصر کے فرائض کی ادائیگی اُس کے ذمہ تھی جس سے اُس کی طاقت و عزت بڑھتی گئی اور ازمنۂ وسطیٰ کا مضبُوط ستون بن گیا۔ تاہم پُوپیّت سیاسی اور مذہبی کشمکش کو دُور نہ کر سکی بلکہ اِس سے مشرق و مغرب میں جُدائی اور کلیسیائے رُوم میں نفاقِ عظیم پیدا ہُوا جو ازمنۂ وسطیٰ کی تواریخ میں سیاہ دھبّہ اور گھنگھور سیاہ بادل کی طرح تاہنوز اُمڈا چلا آتا ہے۔

دُوسرا باب

گریگوری اعظم

(GREGORY THE GREAT)

آغازِ پوپیت گریگوری کا والد رئیس رُوم تھا۔ اس لئے عالم شباب میں والد کی وساطت سے میر شہر کا مُمتاز عہدہ اسے حاصل ہُوا اور بربری لمبارڈ (BARBARIAN LOMBARDS) کے حملوں میں محکمہ خوراک و دفاع اس کے سپرد تھا۔ لیکن والد کے سر سے اُٹھ جانے سے اِس کے خیالات نے پلٹا کھایا اِس لئے تمام جاگیر و جائداد منقولہ و غیر منقولہ مذہبی امور کے لئے وقف کر دی اِس جائداد کے وسیلہ سے سات راہب خانے قائم کئے اور اپنے گھر کیلئے کو مقدس اینڈ ریوز کا نام دے کر راہب خانہ میں بدل دیا۔ اور خود اُس میں عزلت گزیں ہو کر مذہبی مسائل کی تعلیم و ریاضت میں ذوق و شوق سے منہمک ہو گیا۔ پاپائے رُوم پلاگیس دوم نے اِس کے ذوق و شوق سے مرغوب ہو کر ۵۷۸ء میں اسکو خادم کے لئے تعین کیا اور ۵۷۹ء میں سفیر بنا کر قسطنطنیہ بھیجا تاکہ وُہ شاہِ مشرق سے افواج و مالی مدد حاصل کرے۔ لیکن اِسے اِس امر میں کوئی کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ سفارت کے سات برس کے ایام میں اِس نے راہبانہ زندگی کو ایک لحہ کے لئے بھی ترک نہ کیا۔ اِس کے مشیر بھی راہب تھے جن سے یہ اپنی مادری اطالوی زبان میں درس و تدریس جاری رکھتا تھا۔ رُوما جدید میں یُونانی زبان عام تھی۔ درباری کارروائی اسی زبان میں ہوتی تھی تو بھی سات سال رہائش کے بعد یُونانی زبان سے نابلد رہا۔

قسطنطنیہ سے مراجعت کے بعد پاپائے رُوم پلاگیس دوم نے اسے ایبٹ مقرر کیا اِس خدمت کو ۵۸۶ء—۵۹۰ء تک خوش اسلوبی سے انجام دیتا رہا۔ ۵۹۰ء میں پلاگیس طاعون کی بیماری میں مبتلا ہو کر مُلکِ بقا کو سدھارا۔ عوام نے اِسے موزوں ترین

شخص سمجھتے ہوئے پاپائے روم کی مسند کے لئے اس کا نام منتخب کیا۔ مہلک طاعون کا زور تھا۔ سو اس نے سات مرتبہ بیت اللہ میریا ماگورے کی طرف تائبانہ جلوس نکالے۔ لطانیہ پڑھا جاتا تاکہ طاعون سے عوام کو نجات ملے۔ روایت ہے کہ جب جلوس دریائے ہیڈریان کے پل پر پہنچا تو میکائیل فرشتہ ہاتھ میں ننگی تلوار لئے ہوئے جلوس کو نظر آیا تب سے طاعون بند ہو گئی۔ بیماریٔ طاعون کے ایام میں قسطنطنیہ سے شاہی منظوری اور رسمِ تقدّس کی ادائیگی مشکل تھی۔ جب موسمِ بہار آیا تو شاہ مشرق نے منظوری بخشی اور فوراً ۳ ستمبر ۵۹۰ء کو مقدّس پطرس کے گرجے میں رسمِ تقدّس کی ادائیگی کے بعد پاپائے روم کی مسند پر فائز ہوتے ہی اس نے اپنا نام گریگوری مشتہر کیا۔ لیکن ذہانت۔ سیاسی حکمتِ عملی اور مذہبی جوش کے وسیلہ سے "گریگوری اعظم" کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

گریگوری اوّل کے ایام میں اٹلی تین حصوں میں منقسم تھا۔ ہر حصّہ مشہور شہر کے گرد حلقہ زن تھا۔ شمالی حصّہ کا شہر ریونیا۔ درمیانی کا روما اور جنوبی کا نیپلز تھا۔ یہ علاقے ریاستوں کی شکل میں منتقل ہو چکے تھے۔ ہر حصّہ ایک جاگیر تھا۔ جنوب میں کمپانا۔ اٹلی کے پاؤں میں لوکانیا اور اپولنا سسلی میں مشہور ذخائر اناج تھے۔ ایسے ہی گال فرانس میں الراقم وبحر متوسط کے جزائر اور درمیانی حصّہ روما کی مخصوص عظمت مقدّس پطرس سے نہ تھی بلکہ روما میں کلیسیائی جاگیر سب سے بڑی تھی۔ بدیں وجہ رومی کلیسیا اٹلی میں متمول و رئیس کلیسیا تھی۔ اس لئے جب بربری لمبارڈ نے حملے کئے تو اپنی جاگیر و وراثت کے تحفّظ کے لئے رومی کلیسیا کا ناظمِ اعلےٰ پیش پیش ہوتا چونکہ اسے ان سیاسی امور کا تجربہ بھی تھا لہٰذا عوام کی آنکھیں بھی گریگوری پر لگی ہوئی تھیں چنانچہ اس نے دفاع کے محکمہ کو سنبھال لیا جس سے شاہ موریس اٹلی سے اس کے تعلقات اچھے نہ رہے تو بھی نتیجہ اچھا نکلا۔ ادھر لمبارڈ کا شاہ آگیلف اور ملکہ تھیوڈی لنڈا (THEODE LINDA) وادی پوپر پاویا میں ۵۹۰ء سے مسلّط تھے۔ ۵۹۱ء میں مزید دو لمبارڈ ڈیوک سپولیٹو (SPOLETO) اور بینیونٹو (BENEVENTO) بن گئے جس سے روم وریونا کو خطرہ پیدا ہو گیا اور نیپلز بھی خطرہ سے خالی نہ رہا۔ اب قسطنطنیہ سے فوجی امداد کے

لئے تگ و دو کی گئی لیکن بے سُود۔ گریگوری نے حالت کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے نیپی میں رُوم سے تیئیس میل دُور فوجی گورنر مقرر کیا۔ ذمہ دار اشخاص پر بوجھ ڈالا کہ جنگ کے خوف و ہراس کو دُور کریں۔ لمبارڈ کو وُہ عنایات دیں جو آسٹروگاتھ کو دی گئیں تھیں اور ۵۹۲ء میں ڈیوک سپلوٹو سے معاہدہ صلح پر دستخط کر دیئے۔ شاہ آگیلف (AGILULF) نے اِس صلح نامہ سے برانگیختہ ہو کر رُوما پر یورش کشی کی لیکن مقابلہ میں گریگوری خود جلوس کی شکل میں نکلا اور حزقیل نبی کی کتاب سے اُسے وعظ نصیحت کی۔ شاہ آگیلف متاثر ہو کر صلح پر اتر آیا اور واپس چلا گیا جس سے گریگوری اعظم سیاسی حکمتِ عملی میں مدبرِ اعلیٰ تصوّر کیا گیا۔

گریگوری اعظم کی عزت اور بڑھ گئی۔ وُہ خود مالیہ و لگان لینے لگا۔ ریاست کو تقسیم در تقسیم کر کے کارگزاروں کو مقرر کیا۔ بیت اللہ جن کو لمبارڈ کے حملوں سے زک پہنچا تھا اُن کی مرمت و تعمیر کی۔ خادمانِ دین کی تنخواہیں مقرر کیں اور غربا کی امداد کرنا فرضِ اوّلین سمجھا۔ سو کلیسیا تمام اُمت کے لئے پرورش گاہ بن گئی۔ پوپی محل میں مسافروں اور غُربا کا کھانا پکتا اور بانٹا جاتا تھا۔ گریگوری کی مہمانوازی و غربا پروری کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی شخص افلاس و محتاجی میں اُس کی مدد کئے بغیر مر جاتا تو وُہ کئی دن تک افسوس و غم میں روزہ رکھتا تھا۔

گریگوری کا نظریہ کلیسیائے رُوم کے بارے میں تھا کہ "یہ اُم الکلیسیا اور رسُولی کلیسیا" ہے۔ اِس کا بشپ تمام کلیسیاؤں کا سردار، مختار اور ذمہ دار ہے۔ وُہ تنبیہ و تادیب کر سکتا ہے۔ کسی کونسل کا فیصلہ یا فتویٰ بے معنی ہو گا جب تک کہ اُس کی تصدیق رُومی رسُولی کلیسیا سے نہ ہو۔ کون نہیں جانتا کہ قسطنطنیہ کی کلیسیا، کلیسیائے رُوم کے تابع فرمان ہے۔ شاہ مورس کو لکھا کہ وُہ پیٹریارک قسطنطنیہ سے کیوں ہراساں ہے۔ وُہ کیوں "عالمگیر بشپ" (BISHOP ECUMENICAL) کا لقب استعمال کرتا ہے۔ "ہم افضل ہیں کیونکہ مقدس پطرس کے گدی نشین ہیں"۔ کلیسیا شہرِ خُدا ہے جس کی بنیاد مسیح خُداوند پر ہے۔ مسیح کو شرکا ہی سے دُکھ پہنچا۔ خُداوند کی پرستش کلیسیا سے باہر نہیں ہو سکتی جو کلیسیا سے باہر ہے وُہ نجات سے دُور ہے۔ اِس نے کلیسیائی مسائل و عقائد پر تفسیرات لکھیں اور نماز پر لٹرجی و سیکرامنٹری

(LITERGY SACRAMENTARY) کی کُتب تحریر کیں۔ موسیقی سے اُسے خاص لگاؤ تھا۔
سازندوں اور گانے والوں کو وُہ گھر پر کھانا کھلاتا تھا۔ اُس کے تبلیغی جوش کا مظاہرہ اس ٹپ سے ہوسکتا ہے جس سے اُس نے مقدّس اگسٹین کو انگلستان بھیجا کہ وُہ انگلستانی لوگوں کو خداوند کے قدموں میں لے آئے۔ سو یہ تدبّر، تنظیم و تبلیغ میں اپنے زمانہ میں بے مثل شخص تھا۔ اس کے زمانۂ عہد کے پانچ مشہور واقعات ہیں:۔

۱۔ پوپیت کو سیاسی اقتدار حاصل ہُوا۔
۲۔ اس کے معاشرتی اور سیاسی تجربہ سے پوپیت اور کلیسیا کو فائدہ پہنچا۔
۳۔ کلیسیائیں رُوما کی رفاقت و قربت میں آگئیں۔
۴۔ قسطنطنیہ کے بالمقابل کلیسیائے رُوم نے دعاوی پیش کئے۔
۵۔ کلیسیائے رُوم نے تبلیغی مشن انگلستان بھیجا۔

تیسرا باب

دُنیادارانہ و راہبانہ خادمانِ دین

(SECULAR AND MONASTIC CLERGY)

خادمانِ دین زمانہ ۶۰۰-۱۵۰ء میں دُنیادارانہ و راہبانہ اقسام میں منقسم تھے گو ان میں حدِ امتیاز مشکل تھا۔ تو بھی دُنیادارانہ خادم وُہ تھے جو شہروں یا دیہات میں رہ کر بشپ کے تحت تبلیغی و پاسبانی خدمت کرتے تھے لیکن وُہ جو راہب خانوں میں نفس کشی اور گیان دھیان میں مصروف رہتے تھے، راہبانہ خادم کہلاتے تھے۔ خادم سر مُنڈا و تقرر یافتہ ہوتا تھا۔ گریگوری اعظم کے زمانہ میں لمبارڈ کے دفاع کی تدابیر میں "خادمانی فوج" کا تصوّر عام ہوگیا۔ سو ہر شخص کو خادم بننے میں شاہی خدمات کی مختلف منازل کے مترادف سات منازل کی عبوری لازمی تھی۔

۱- شرکتِ راہبانہ (TONSURE) (۲) قوتّ اخراجِ بدرُوح (EXORCIST)
۳- عُہدہ مطالعہ و تقریر (READER) (۴) عُہدہ پاک الطار اور چراغاں (SERVER)
۵- نائب خادم (SUBDEACON) (۶) خادم (DEACON)
۷- خادمُ الدّین (PRIEST)

۴۱۸ء میں اُسقف زوسیمُس نے کہاکہ جو اچھے مرتبہ کا خواہشمند ہے وُہ خُداوند کے خیمہ گاہ میں آکر تربیّت پذیر ہو اور جب قابل ہو تو خادم الدین کا عہدہ پائے۔ ۶۰۰ء میں پہلے تین مراتب ایک ہی عُہدہ مطالعہ و تقریر (READER) میں متوصل ہو گئے۔ سو سات برس کا بچہ بھی اِس عُہدہ میں لیا جاتا تھا۔ وُہ کئی برس دیگر منازل میں تعلیم و تربیّت پانے کے بعد پینتالیس ۴۵ برس کی عمر میں خادمُ الدّین بنتا تھا۔ ٹورنز کا گریگوری رقمطراز ہے کہ ایک فرانسیسی بشپ نے عُہدہ اُسقفیت پر ممتاز ہونے کے بعد یہ کہاکہ دس برس تک عہدہ مطالعہ و تقریر میں رہا۔ پانچ برس نائب خادم۔ پندرہ برس خادم بیس برس خادم الدّین۔ اب کیا باقی تھا ماسوائے اِسکے کہ مَیں پچاس برس کے بعد عُہدۂ اُسقف پر ممتاز ہوتا۔ گو بعض دفعہ وحشی بربری حملوں میں قاعدہ کی پابندی نہ تھی تو بھی عام حالت میں اس قاعدہ و ضابطہ کو ملحوظِ خاطر رکھ کر لازماً عمل میں لایا جاتا تھا۔

سر چاند نما منڈوانا (TONSURE) قبولیت کی قدیم رُومی رسم تھی مشرقی کلیسیا میں بھی اِس رسم پر عمل کیا جاتا تھا۔ اِس رسم کی ادائیگی کے وقت اُسقف زبور ۱۶ کو پڑھتا اور پانچویں آیت کو خصوصاً پیش کرتا تھا کہ "خُداوند ہی میری میراث اور میرے پیالے کا حصّہ ہے وُہ میرے بخرے کا محافظ ہے۔" مغرب میں سر پر گول چاند کی مانند گول ٹکیا نکالی جاتی تھی، تاکہ اِردگرد کے بال تاج کی مانند بھلے معلوم ہوں۔ لیکن مشرق نے امتیازاً سامنے کے بال کاٹ دیئے۔ مشرق و مغرب میں خادمان پر پابندی لازمی تھی کہ وُہ ہتھیار بند نہ ہوں، کیونکہ اُن کی محافظ سرکار خود ہے۔ اُن کے فیصلہ جات سرکاری عدالت میں نہیں بلکہ کلیسیائی عدالت میں ہوتے تھے جس کی صدارت اُسقف خود یا آرچڈیکن صاحب کرتے تھے۔

خادم الدین کے لئے لازمی تھا کہ وُہ وقتی نمازوں کو گرجے میں ادا کرے

اور کوئی بھی نماز قضا نہ ہونے دے۔ ہفتہ کے پہلے دن جو خداوند کا دن اور سبت کی عید ہے اور دیگر عیدوں کے ایّام میں عبادت صبح ۹ بجے ہوتی تھی۔ پاک رفاقت کی نماز سبت کو دو تین بار ہوتی تھی تاکہ دُور کے لوگ پہنچ جائیں اور عبادت میں شریک ہوں۔ کلیسیائی سزا یافتہ لوگ پاک رفاقت میں شامل نہ ہو سکتے تھے عوام گیت گانے کے زیادہ شوقین تھے۔ بپتسمہ عموماً عید القیامت کی شام اور عید نزول رُوح القدس سے قبل ہوتا تھا لیکن موت کے خطرات میں پابندی لازمی نہ تھی۔ رسم بپتسمہ دیگر رسُومات سے مخلوط و مرکب تھی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ عید القیامت کے ہفتہ کو شاہ لمبارڈ بشپ میلان کی ملاقات کو آیا۔ بشپ صاحب بپتسمہ گاہ میں بپتسمہ دے رہے تھے۔ بپتسمہ گاہ بتیوں سے پُر اور بخور کے دُھواں سے معمُور تھی۔ کوئی پہچان نہ سکتا تھا کہ اندر کون ہے اور کیا ہو رہا ہے۔ قدیم ارواح پرستی اور بت پرستی کے الفاظ۔ اخراجِ بدرُوح اب تک نماز کی کتاب میں ترتیب بپتسمہ میں پائے جاتے ہیں۔

(۱) کیا تُو چھوڑتا ہے شیطان اور اُس کے سب کاموں کو ... وغیرہ

(۲) کیا تُو چھوڑتا ہے ڈائنا دیوی، ملکی دیویاں۔ وُوڈن اور تھیور کو؟

چھٹی صدی میں راہبانہ خادمانِ دین بینیڈکٹائی ضابطہ کے ماتحت تھے لیکن دُنیادار خادمانِ دین رسُولوں اور عام مسیحیوں کی مانند زندگی بسر کرتے تھے۔ وہ اپنے اہل عیال کے ساتھ گرجہ سے ملحقہ مکانوں میں رہتے تھے۔ آئرلینڈ و برطانیہ میں طرزِ راہبانہ سیلٹک تھا۔ وہ تخلیہ پسند تھے، لیکن جماعتی پاکیزگی کی چنداں پرواہ نہ کرتے تھے۔ اُن کے لئے تقرر یافتہ ہونا لازمی نہ تھا۔ مقدّس پیٹرک راہب نے آئرلینڈ کو مرکز تبلیغ بنا کر جید عالم پیدا کئے۔ مقدّس کولمبا آئونا میں پہنچ گیا، اور وہاں راہب خانہ قائم کیا جس کے اصُول و دستوُر اور ضابطہ کٹھن تھا۔ "ہر روز فاقہ کرو، ہر روز دُعا مانگو۔ ہر روز کام کرو اور ہر روز پڑھو۔" راہب کو میر راہب کے تابع رہنا لازمی ہے۔ کوئی راہب کسی وقت بھائیوں کی جماعت سے علیحدہ نہ ہو۔ وہ اپنی خواہش و مرضی سے کچھ نہ کرے۔ وہی خوراک کھائے جو اُسے دی جائے۔ وہ اُن کے تابع رہے جن کو ناپسند کرتا ہے۔ وہ سونے کے لئے اتنا بے تاب و ماندہ ہو کہ راستہ میں گر پڑے۔ الصبح اُٹھے۔ جب بُرا سلوک ہو تو خاموش

رہے۔ وہ یقین رکھے کہ جو کچھ اُسے عمل میں لانے کو کہا جاتا ہے وہ بہتر ہے۔ وہ ہر وقت ایک دُوسرے سے سبق سیکھے۔ ایک سے حلیمی، دُوسرے سے صبر، تیسرے سے خاموشی اور چوتھے سے شرافت۔ باوجودیکہ یہ ضابطہ اتنا مشکل تھا تو بھی برگنڈیائی و فرینکانی اُمرا و نواب اپنے لواحقین کو تعلیم اور بہتر کردار کی تربیت کے لئے بھیجتے تھے۔ لیکن ساتویں صدی کے آغاز ہی میں بینیڈکٹانی اصُولات اٹلی کے بیرونی علاقوں میں اثر انداز ہُوئے اور متوازی سیلٹکانی خانقاہوں نے اِس ضابطہ کو اپنا لیا، یہانتک کہ آٹھ سے گیارھویں صدیوں کا زمانہ بینیڈکٹانی زمانہ کہلاتا ہے۔

مقدّس بینیڈکٹ نے ۵۴۳ء میں مونٹے کاسینو راہب خانہ قائم کیا۔ چُونکہ یہ راہب خانہ پاکیزگی اور علم و حکمت میں مشہُور تھا اس لئے اُمرا و عوام نے تربیت کے لئے اپنے بچّے بھیجے۔ جب مقدّس بینیڈکٹ خُداوند میں سو گیا تو ایسا معلُوم نہ ہوتا تھا کہ اُس نے کوئی نئے اصُولات قائم کئے ہیں لیکن عملاً اِن میں امتیاز پایا گیا۔ وُہ مُبتدی شرکاء کے لئے لکھتا ہے کہ مدرسہ خُدا کی خدمت گاہ ہے۔ اِس لئے ہر راہب تابع فرمان رہے اور چلن کی پاکیزگی و راست گُفتاری میں بے مثال۔ وُہ گھریلو خدمات و زراعت آنا دانہ کرتے تھے، لیکن زیادہ وقت راہب خانہ میں صَرف کرتے تھے۔ راہب خانہ میں سوائے غربا و محتاج کے کوئی مسافر داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ راہب وسیع میدان میں پڑھتے لکھتے اور زبُور حفظ کرتے تھے۔ دن بھر میں ایک دفعہ کھاتے اور گوشت سے پرہیز کرتے تھے۔ تقسیم اوقات یوُں تھے:-

شب خیزی :- ۲ بجے صبح۔ ذکر و حفظ۔
نماز :- ۳۰-۴ بجے تا ۶ بجے صبح۔
مطالعہ :- ۶ - ۹ بجے صبح۔
دوپہر کی دُعا:- ۱۲ بجے کھیت میں۔
زراعت :- ۳۰-۹ تا ۴ بجے شام۔
شام کی نماز :- ۶ بجے۔
کھانا : ۷ بجے۔

پاک رفاقت کی نماز ہر اتوار اور خصوصاً عیدوں کے دن ہوتی تھی۔ اِقرارِ گناہ علانیہ کیا جاتا تھا لیکن بعض خفیہ گناہ پوشیدہ طور پر میر راہب کو بتائے جاتے تھے۔

بینیڈکٹائی اصول (BENEDICTINE RULE) پھیل گئے۔ ۶۷۰ء میں سنڈ آٹون نے اِن قواعد کو فرانس میں نافذ کر دیا۔ ۷۴۳-۷۴۲ء میں بونیفس کی زیرِ صدارت سناڈیکل اجلاس منعقد ہوئے جن میں ہر مرد و عورت کے لئے بینیڈکٹائی اصولات پر پابندی کی قرارداد منظور ہوئی۔ سو یہ ضابطہ تمام یورپ میں راہب خانوں کا اصولِ عمل تسلیم کر لیا گیا۔ اس زمانہ میں بینیڈکٹائی راہب ہی دُنیادار یا راہبانہ خادمانِ دین یا اُسقف ہوتے تھے۔ لیکن جب راہب خادم الدین کے عہدہ پر مقرر ہوتا تھا تو وہ راہبانہ ذمہ داریوں سے آزاد ہوتا تھا۔ گریگوری اعظم کا بھی یہ خیال تھا کہ کوئی شخص دو ذمہ داریوں، دُنیادارانہ و راہبانہ کو پورا نہیں کر سکتا اِس لئے یہ درست نہیں کہ ایک شخص کو دو خدمات کے لائق سمجھا جائے، اور وہ دو عہدے بیک وقت سنبھالے۔

چوتھا باب

بشارتی صلیب بردار

مقدس پولس کے یورپی ممالک اور مقدس پیٹرک کے آئرلینڈ میں تبلیغ کرنے کے دَور میں قریباً چار سو سال کی وسیع خلیج حائل ہے۔ ۹۵-۳۱۲ء تک مسیحیوں کے لئے اذیت و آزمائشِ ایمان کا زمانہ تھا۔ ۳۰۲ء میں شاہ ڈایوکلیشن نے مسیحیت کو تباہ و برباد کرنے کے لئے آخری چوٹ لگائی۔ لیکن خداوند نے اُسی رُومی حکومت کی دلی تبدیلی کر کے اپنے لوگوں کے لئے ہدایت دَور بنا دیا۔ ۳۱۲ء میں شاہ کانسٹنٹائن اعظم

نے "فرمانِ میلان" نافذ کر کے مسیحیت کو جائز مذہب قرار دیا اور اس کی نشر و اشاعت کی حمایت کی اور بشارت پولُس رسُول کے نقشِ قدم پر پھر قائم ہو گئی اور ٹمٹماتے چراغ چمک اُٹھے۔ پیٹرک آئرلینڈ میں (۴۳۲ - ۴۶۱ء) کولمبا ۵۶۳ء سکاٹ لینڈ میں پولینیس وائیڈن ۶۳۵ء نارتھمبریا میں۔ اگسٹیس ۵۹۷ء کینٹ   میں ۔ بونیفس ۷۲۲ء ہالینڈ و جرمنی میں اور انسکار نے ۸۲۶ء میں ڈنمارک و سویڈن میں بشارت دی۔ سو صاف ظاہر ہے کہ مقدّس آگسٹیس کی تبلیغی مہم سے قبل بعض انگلستانی علاقوں میں مسیحی موجود تھے۔ یہی نادر مقدّس ہستیاں تھیں جنہوں نے ازمنۂ وسطیٰ میں بشارت کو زندہ رکھا۔ اب ہم اُن کی زندگی و مہمات پر غور کریں گے۔

پیٹرک رسُولِ آئرلینڈ
(PATRICK APOSTLE OF IRELAND)

پیٹرک غالباً ۳۸۶ء ڈمبارٹون شائر میں پیدا ہوا۔ یہ امر یقینی ہے کہ وہ آئرلینڈ کا باشندہ نہ تھا۔ اس کا والد "کالپورنیس" (CALPURNIUS) دیہاتی کسان اور نمبردار دیہہ تھا جس کو رُومی حقُوق حاصل تھے۔ وُہ ہمیشہ رُومی نظامِ حکومت کو بربری حملوں میں یاد کرتا رہتا تھا اور رُومی حکومت کا ہمنوا و دلدادہ مسیحی تھا۔ اس لئے اس نے اپنے بیٹے کا نام رُومی طرز میں "پیٹریسیس" (PATRICIUS) رکھا اور مسیحی ماحول میں اُس کی پرورش کی گو مسیحی ماحول اُس پر اثر انداز نہ ہُوا جب تک کہ عجیب واقع نے اُس کی زندگی کو سَر تا پا تبادلہ نہ کر دیا۔

واقع یُوں ہے کہ پیٹرک جب سولہ سال کا تھا تو آئرلینڈ کے وحشی قبیلہ کے بحری ڈاکو اُسے برطانیہ سے اپنے ملک میں اُٹھا لے گئے اور ایک سردار کے ہاں بیچ دیا جس نے اُسے سُور چرانے کے کام پر لگایا۔ اسیری کے ایّام میں کئی دفعہ اس کے دل میں اُمنگ اُٹھی کہ اپنے گھر واپس بھاگ جائے لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہُوئی۔ لیکن ایک رات پیٹرک نے رویا میں دیکھا کہ ایک جہاز سمندر میں اُسے اپنے وطن کو لے جانے کے لئے تیار کھڑا ہے۔ وُہ اِس انتظار میں ہے کہ کب یہ پہنچے اور وُہ چلے۔ پیٹرک اس رویا کے تابع بھاگ اُٹھا اور دو۲ سو میل کی مسافت طے کر کے ساحلِ سمندر پر پہنچا اور جہاز کو تیار پایا۔ سو یہ جہاز میں سوار ہو کر واپس اپنے گھر

پہنچ گیا۔

والدین جوان بچے کو واپس دیکھکر نہایت خوش ہوئے لیکن پیٹرک کو اطمینان قلبی نصیب نہ ہوا۔ آئرلینڈ کی یاد اُسے ستانے لگی۔ ہر وقت صدائے جرس آئرلینڈ گونجنے لگی جو متواتر پکارتی تھی "پیٹرک آؤ اور ہمیں گناہ و موت کی دلدل سے نکالو" ایک رات رویا میں بھی اُس نے دیکھا کہ چٹھی رساں نے پاس آکر ایک خط پیٹرک کو دے دیا جس میں لکھا تھا" اے نیک جوان واپس آجاؤ۔ جیسے پہلے رہتے تھے اب بھی رہو اور چلو پھرو" پھر خط کے آخر میں راقم الحروف کے نیچے لکھا تھا" جس نے تیرے لئے جان دی"۔ اس رویا سے اُس کے تبلیغی خیالات پختہ ہو گئے۔ اسیری کے ملک میں مشنری بن کر جانے کی تیاری میں منہمک ہو گیا۔ فرانس جا کر دینیات کے مدرسہ میں داخل ہو گیا اور رُوحانیت و بلند اخلاقی میں وہ نام پیدا کیا کہ جرمینس بشپ آف گال نے اس کا تقدّس کر دیا۔

۴۳۲ء میں دوبارہ آئرلینڈ میں داخل ہوا۔ ملک کے ہر گوشہ میں خداوند کے نام مُبارک کو پہنچایا۔ کوئی پہاڑ۔ کوئی دریا۔ کوئی وادی نہ تھی جو اس کے برہنہ پاؤں نے طے نہ کی ہو۔ وہ جذبہ تبلیغ کے شوق میں مثل سیلاب آئرلینڈ پر اُمڈا اور سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ قبائل کے سرداروں کو مسیحی نُور کی رحمت بخشی۔ لکڑی کے گرجے تعمیر کئے اور دیوتا پرستی بھلا دی۔ وہ خود لکھتا ہے "آئرلینڈ کے لوگ جو خداوند کے علم سے محروم تھے اب خداوند کی اُمّت اور اُس کے بیٹے کہلاتے ہیں"۔ رُفقائے پیٹرک نے اُنہیں علم وفن کی تعلیم دی اور خس و خاشاک کو اپنے علم و ادب کی بدولت زندگی بخش دی۔ شاگردوں نے صحیفوں کی نقل کی۔ راہب خانوں کو علم و ادب سے مزّین کیا۔

آئرلینڈ کا بادشاہ لوگارے (LOEGAIRE) بمقام تارا رہتا تھا۔ وہ پیٹرک کی جماعت بندی وعجیب تعلیم سے خائف تھا۔ اِس لئے اُس نے سپاہیوں کو گھات میں بٹھا دیا کہ جب بھی موقع ملے پیٹرک کا کام تمام کر دیں۔ سو وہ اسی تردّد میں رہتے تھے۔ اور ادھر پیٹرک کو تبلیغی جذبہ لمحہ بھر چین نہ لینے دیتا تھا۔ اِس کے دل میں یہ جوش اُٹھا کہ شاہِ مُلک کو ضرور بشارت دی جائے تاکہ مسیحی نور کی ضیا پاشی

سے موت کے سایہ میں بسنے والا شاہ مستفید ہو۔ اِس شوقِ تبلیغ میں سب فکروں سے آزاد ہو کر، اِس یقین کو اپنے دل میں چھپائے "کہ اگر مسیح میرے ساتھ ہے۔ تو مجھے کس سے ڈر"... وُہ چل دیا اور اپنے شاگردوں کے ساتھ شاہی محل کے قریب بلا مزاحمت پہنچ گیا، اور جلوس کی شکل میں دربارِ شاہ میں داخل ہوتے وقت یہ گیت گایا:۔

مسیح میرے ساتھ ہے۔ مسیح میرے آگے مسیح میرے پیچھے
مسیح مجھ میں ہے۔ مسیح میرے اُوپر۔ مسیح میرے نیچے
مسیح وسعت میں ہے مسیح بلندی میں۔ مسیح پستی میں
مسیح ہر ایک دل میں ہو۔ جو اَب سوچتا ہے۔
مسیح ہر ایک منہ میں ہو۔ جو اَب بولتا ہے
مسیح ہر ایک آنکھ میں ہو جو اَب دیکھتی ہے
مسیح ہر ایک کان میں ہو۔ جو اَب سُنتا ہے

دربارِ شاہ میں داخل ہو کر وُہ شاہ کو مسیحیت کی طرف راغب کرنے میں قاصر رہا تو بھی شاہ آئرلینڈ اُس کے تبلیغی جوش، سادگی و پاکیزگیٔ خیالات سے متاثر ہو کر اُس کی حفاظت کا ذمہ دار ہُوا اور مُلک میں تبلیغ کرنے کا سرکاری اجازت نامہ بخش دیا۔ وُہ زندگی بھر جوان شیر کی مانند دلیر ہو کر اور فاختہ کی مثل بُردبار، حلیم و معصوم ہو کر آئرلینڈ کو خداوند میں خُداوند کے لئے فتح کرتا رہا۔ اور آج آئرلینڈ کے مسیحی اُس کی تبلیغی مساعی کے مرہونِ منت ہیں۔

کُولمبا مقدسِ آئونا

(COLUMBA, THE SAINT OF IONA)

کولمبا کا والد آئرلینڈ کے وحشی قبائل کا بادشاہ تھا جو مقدس پیٹرک کی مساعی جمیلہ سے مسیحی ہُوا۔ اُس نے اپنے بیٹے کا نام جو ۵۲۱ء میں پیدا ہُوا۔ کرِمتھان (CRIMTHANN) بمعنی بھیڑیا" رکھا۔ چُونکہ بچہ بربریت کی عادات سے جو شجاعانہ حرکات سمجھی جاتی تھیں بالکل نابلد تھا، اِس لئے رفقاء اُسے "کُولم (COLUM) بمعنے فاختہ" کے نام سے بلاتے تھے۔ وُہ کلیسیائی اُمور میں خاص دلچسپی لیتا تھا۔ اِس لئے کلیسیائی ذمہ داروں نے

کولم کے ساتھ لفظ سِلے (CILLE) یعنی "کلیسیا" زیادہ کر دیا۔ کولمسلے ایامِ طفولیت میں بزرگ فنیان کی زیرِ نگرانی راہب خانہ میں رہا اور وہیں پڑھنا اور علم الکتابت سیکھا چونکہ یہ خوش نویس تھا اس لئے کُتبِ مقدسہ کی کتابت کی ذمہ داری اسے تفویض ہوئی۔ زراعت سے بھی اسے الفت تھی، سو یہ راہب خانہ کے گرد و پیش متروکہ زمین کو قابلِ کاشت بنا کر گندم و سبزیات کے حاصلات سے راہب خانہ کو مستفید کرتا رہا اور یُوں اس نے خود داری و خود پروری سیکھ لی۔

راہب خانہ میں خادم الدّین کے عہدہ پر فائز ہونے کے بعد اس نے تمام آئرلینڈ میں گھومنا اور خُداوند کی صلیبی محبت کے بارے میں معبدوں و راہب خانوں میں بشارت کرنی شروع کی۔ اور تبلیغ کے شوق میں وطن کی محبت کی مجبوریوں کو دُور کرتا ہوا ۵۶۳ء میں سکاٹ لینڈ گیا۔ اُس نے دُعا مانگی اور ایک سچے سپاہی کی مانند کہا "اگر اب میں اپنے وطن اور رشتہ داروں کو اُس کے لئے نہ چھوڑوں تو میں اُس کے لائق نہ ٹھہروں گا۔ وہ بمقام ڈربی بارہ ہمراہیوں کے ساتھ کہنہ و شکستہ کشتی میں سوار ہو کر مشیتِ ایزدی کے تابع معاون ہَوا کے رُخ شمال کو اپنے وطن سے دُور چلا گیا۔ راستہ میں جزیرہ "اُوران سے" (ORANSAY) میں قیام پذیر ہوئے۔ کولمبا پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر ادھر اُدھر دیکھنے لگا، لیکن یہ معلوم کر کے کہ اُس کے ملک کے پہاڑوں کی فلک شگاف چوٹیاں ابھی اُس کی حدِ نظر میں ہیں تو وہ نیچے اُتر آیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا۔ آؤ ہم کہیں دُور چلیں۔ اگر ہم یہاں ٹھہرے تو ہمیں وطن کی یاد ستاتی رہے گی۔ چلو دُور چلیں تاکہ خُداوند کی بشارت دل و جان سے ہو۔ وہ سکاٹ لینڈ کے ساحل کے ساتھ ساتھ چلے اور اپنے وطن سے دُور ایک جزیرہ آؤنا (IONA) میں مسکن گزین ہوئے تاکہ بربری وحشی سکاٹ لینڈ کے پکٹ (PICTS) قبیلہ کو مسیحی محبت و بشارت کی ڈوروں سے خُداوند کے قدموں میں لے آئیں۔

آؤنا میں اُنہوں نے گھاس پھوس سے جھونپڑیاں تیار کیں لیکن وہ سرد علاقہ میں غیر مفید تھیں۔ سرد ہَوا کے یخ بستہ جھونکوں نے انہیں بہت دُکھ دیا لیکن یہ مسافر مقصدِ بشارت کو متزلزل نہ کر سکے۔ وہ جزیرہ آؤنا جو صِرف چرند و پرند کی آواز سمندر کے شور اور وحشی درندوں کی دہاڑ سے واقف تھا خُداوند کی حمد و ستائش کے

سُریلے نغموں سے محظوظ ہونے لگا۔ کولمبا کی بلند خوش الحان آواز سے پہاڑوں کی چوٹیاں گونج اُٹھیں۔ راہب خانہ آؤنا کی مجلس میں طرب و نشاط، علم و ادب۔ صداقت، وپاکیزگی ضبط و انصرام کی شہرت پھیلنے لگی۔ شاگرد جوق در جوق آنے لگے۔ کولمبا نے اہلِ ملک کے لئے مبلّغ تیار کرنے میں خود تعلیم و تربیت دی اور احساسِ تبلیغ میں وُہ دلیوانہ وار ملک کے اندرونی حصوں میں داخل ہو گئے۔ کلیسیائیں قائم کیں اور ایک ذمہ دار بزرگ کی قیادت میں نونہال کلیسیاؤں کو چھوڑ کر تبلیغی مہم کی روئداد پیش کرنے کو واپس آؤنا لوٹ آئے۔ جزیرہ آؤنا اُن کا مستقل گھر بن گیا۔ اِس لئے انہیں زراعت و گھریلو خدمات سے احتراز نہ تھا۔ کولمبا کی خوش اخلاقی اُن کے افسردہ دلوں میں بشاشت پیدا پیدا کرتی رہی۔

کولمبا نے سوچا کہ ملک میں تبلیغ کرنے کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ والئے ملک کو مسیحی کیا جائے۔ لیکن مسافت کی دُوری اور جنگل کی وحشت مانع تھی تو بھی یہ اپنے ساتھ دو اشخاص کو جنہیں ملکی زبان پر عبور تھا لیکر لق و دق جنگل کو چیرتا۔ وادیوں اور دریاؤں کو پھاندتا ہُوا محل کے قریب پہنچ گیا اور سپاہیوں سے مِنّت کی کہ محل کا پھاٹک کھولکر اُسے بادشاہ سے ملنے کا شرف بخشیں ۔ سپاہیوں نے کہا کہ "بادشاہ کا حکم ہے کہ کوئی چوغے والا مرد میرے احاطہ میں داخل نہ ہونے پائے"۔ یہ سنتے ہی کولمبا نے خُداوند کے نام میں پھاٹک کو دھکا دیا اور وُہ کُھل گیا۔ دربان سپاہی یہ دیکھکر "متحیّر" رہ گئے، اور کولمبا کی عجیب طاقت سے خوفزدہ ہوکر بھاگ گئے۔ کولمبا محل میں بذاتِ خُود داخل ہوگیا اور بادشاہ ان اجنبیوں کو دیکھکر نہایت غضبناک ہُوا۔ کولمبا کے ساتھیوں نے کولمبا کی میٹھی میٹھی باتوں کا ترجمہ کرکے کولمبا کے مقصد کو شاہِ وقت کے سامنے پیش کیا۔ بادشاہ کا غصّہ فرو ہُوا اور اپنے مصاحبوں کے ساتھ مسیح خُداوند کو قبول کر لیا۔

کولمبا بتیس ۳۲ برس تک قبیلہ پکٹ میں بشارت دیتا رہا۔ وُہ ایلبن (ALBAN) کی سرزمین تک جا پہنچا، اور اپنی تعلیم سے محبّتِ خُداوندی کی ڈوریوں سے سب کو کھینچ لیا۔ زندگی کے آخری لمحات میں زبور ۲۴ ـــــ ہر دفعت اُس کے وِردِ زبان رہا۔

اُسے یہ معلوم کر کے کہ خداوند نے سابقہ کٹھن ایام میں کیسے بڑے بڑے کام اُس کے لئے کئے اور ہر دُکھ میں کیسے اُس کا مددگار رہا، اُس نے لکھنا چھوڑ دیا اور اپنے شاگرد دبیتھن کو کہا کہ وُہ اُسے مکمّل کرے اپنے شاگردوں کی طرف راغب ہو کر انہیں یہ وصیت کی کہ "بیٹو تم اطمینان کی رُوح میں ایک دُوسرے سے محبت رکھو" سو یہ کہکر ۵۹۷ء میں وُہ خداوند میں سو گیا۔

اطمینان خدا کا مثلِ دریا ہے ! ساری مشکلات پر فتح پاتا ہے
کامل ہے پر تو بھی بڑھتا جاتا ہے لمبا۔ چوڑا۔ گہرا ہوتا جاتا ہے
قُربت یہوّاہ بخشتی ہے آرام !
ایماندار کے دل کو کامل دتمام

مقدّس اگسٹین رُومی مبشّر کینٹ

(ST. AUGUSTINE EVANGELIST KENT)

شاہ ایتھلبرٹ (ETHELBERT) کینٹ نے پیرس کی مسیحی فرینکانی شہزادی برتھا سے شادی کی۔ شہزادی اپنا سرکاری خادم الدین لیوتھ ہارڈ ساتھ لے گئی اور کنٹربری کے مشہور قدیم گرجہ مارٹن میں عبادت کرتی رہی۔ اِدھر رُوم میں گریگوری اعظم ۵۹۵ء میں اِس فکر میں تھا کہ اینگلانی محبوس و محصُور غلام لڑکوں کو خرید کر راہب خانوں میں رکھے اور انہیں واپس انگلستان میں تبلیغ کرنے کے لئے بھیج دے۔ گریگوری کو اپنی خادمیت کے زمانہ کا رُومی منڈی میں اینگلانی بچوں کے فروخت کا قصہ نا ہنوز یاد تھا۔ اُس نے خوبصورت بچوں کو دیکھکر اُس وقت پوچھا تھا۔ کہ "یہ کس قوم کے بچے ہیں؟" جواب ملا "اینگلز" (ANGLES) ہیں۔ اِس پر گریگوری نے کہا "یہ اینجلز (ANGELS) ہیں کیونکہ اِن کے چہرے فرشتوں کی مانند ہیں"۔ پوچھا "اِنکے صوبہ کا نام کیا ہے" جواب ملا "ڈیرہ" (DEIRA) کہا "ہاں یہ ڈی اِرا ڈائی (DEIRA DEI) ہیں"۔ یعنی یہ خُدا کے غضب سے بچے اور فضل میں بلائے ہوئے ہیں۔ پھر پوچھا اِنکے بادشاہ کا کیا نام ہے" جواب ملا "اَلّا" (ALLA) تو اُس نے کہا "اِنکے لوگوں کو ہیلیلوُیاہ کے گیت گانے چاہئیں" جب گریگوری پاپائے رُوم بنا تو انگلستان میں بشارت کو سرانجام دینا اُس نے مقدم و لابدی امر سمجھا۔

گریگوری اعظم کے فرمان کے مطابق ۵۹۷ء میں آگسٹین راہب چالیس راہب

کی جماعت ساتھ لے کر کینٹ میں پہنچنے کے لئے چل دیا۔ لیکن جنگی علاقوں کی دشواریوں۔ اتفاقی صعوبتوں اور عجیب قصہ کہانیوں سے اُس کا دل بجھ گیا اور اُس نے واپس لوٹنے ہی میں مصلحت سمجھی۔ گریگوری اُنہیں واپس دیکھکر متحیّر ہُوا مگر جب حال سُنا تو اُنکے حوصلے کو پھر تقویت دی چنانچہ آگسٹین راہب کو خادم الدین کا عہدہ عطا کر کے اُس کی قیادت میں راہبوں کو دوبارہ بھیجا اور زادِ راہ دیکر ایک خط بھی دیا جس میں فرانس و دیگر شہزادوں کو ہدایت تھی کہ وُہ ہر طرح سے اگسٹین اور اُس کے ہمجولیوں کی مدد کریں۔ یہ گروہ کینٹ میں پہنچ گیا۔ شاہ ایتھلبرٹ کو اپنی آمد سے مطلع کیا اور پیغام بھیجا کہ "ہم رُوم سے آئے ہیں اور آپ کے لئے خوشی کا پیغام لائے ہیں" جب ملکہ برتھا اور لیُوتھ ہارڈ نے یہ پیغام سُنا تو وُہ نہایت خُوش ہُوئے اور بادشاہ سے عرض کی کہ وُہ ان راہبوں کو دربار میں بلائے۔ بادشاہ جنگی دیوتا ٹیو (TIU) اور تھُور (THOR) یعنی رعد کا پرستار تھا۔ انہی کے نام پر ٹیوزڈے (منگلوار) اور تھرسڈے (بُدھ) کے دن ہیں۔ شاہ کا خیال تھا کہ جنگ میں طاقت بجائے محبت و رحم کے زیادہ ضرُوری صفت ہے۔ اُس نے فیصلہ کیا کہ مقدس اگسٹین اور اُس کے ہمجولی جزیرہ تھینٹ میں مسکن گزیں رہیں اور اُن کے خُورد و نوش کا سرکاری بندوبست کر دیا۔ کچھ دنوں کے بعد شاہ ایتھلبرٹ نے اگسٹین کو مدعُو کیا۔ شاہ اپنے مصاحبوں و اُمرا کے حلقہ میں۔ محیط دیواروں اور چھت کی قید میں قوّتِ سحری سے خوف زدہ ہو کر باہر کشادہ میدان میں جلوہ افروز ہُوا۔ اُدھر اگسٹین کی قیادت میں راہبانہ جلوس لطانیہ گاتا اور ہیلیلویاہ کا نعرہ لگاتا ہُوا چل دیا۔ جوگیانہ کپڑوں میں ملبُوس۔ نقرئی صلیبی جھنڈا ہمراہ لئے خُداوند یسُوع کی تصویر کو سامنے رکھے اگسٹین جلوس کے آگے آگے تھا۔ ایتھلبرٹ نے راہبوں کو اجازت دی کہ وُہ بیٹھ جائیں۔ تب اگسٹین نے بادشاہ کو اُس عجیب مشیر خُدائے قادر یسُوع بادشاہ کی بادشاہت کی بشارت دی۔ تب بادشاہ نے پیغام کو سُن کر کہا "آپ کے الفاظ و وعدے درست وجائز ہیں لیکن وُہ ہماری فہم و فراست میں نئے اور عجیب ہیں۔ میں اور میری انگریزی قوم قدیم ایمان کو جو کئی گذشتہ صدیوں سے ہمیں حاصل ہے ترک نہیں کر سکتے۔ لیکن چُونکہ تم دُور دراز مُلک سے اُس ایمان کو جو تُم درست و اچھا سمجھتے ہو تعلیم دینے کے لئے یہاں آئے ہو اسلئے ہم تمہیں کوئی اذیت نہیں پہنچائیں گے، بلکہ تمہاری ضرُورتوں کی فکر ہمارے

ذمہ ہوگی۔ تم ہر فکر سے آزاد ہو کہ ہماری قوم میں اپنے ایمان کی تبلیغ کرو اور جتنے تم اس ایمان میں جیت سکتے ہو لے لو۔ شاہ نے یہ بھی اجازت دی کہ وُہ اس شاہی بیں اپنا مکان بنالیں اور اس میں رہیں نیز مقدس مارٹن کا گرجہ دُعا و نماز کیلئے اُنکی تحویل میں کر دیا۔ پانچ برس کے بعد اُس گرجہ کی توسیع کی گئی۔ آخرکار انگریز قوم کے افراد نے مقدس اگسٹین کی تعلیم سے متاثر ہو کر خُداوند یسوع مسیح کے نام میں بپتسمہ لے لیا اور جب شاہ وقت نے دیکھا کہ مبلّغین بے غرضانہ زندگی میں کیسے خُوش ہیں اور عوام جنگجو دیوتاؤں سے زیادہ خُدائے محبّت کے پرستار ہوئے جاتے ہیں تو خود بھی مسیحی ہو گیا۔ زبردستی نہیں بلکہ رضاکارانہ کیونکہ کوئی شخص جو خوف زدہ ہو کر مسیحی ہو بہتر مسیحی نہیں ہو سکتا تھا۔ سو شاہ کا بپتسمہ یکم جُون ۵۹۷ء کو سینٹ مارٹن کے گرجے میں ہُوا۔ یہ پہلا انگریز بادشاہ تھا جو مسیحی ہُوا۔ پاپائے رُوم گریگوری نے اب میٹروپالیٹن بشپ ورجلیس الزنہ فرانسیسی کو لکھا کہ وُہ اُسقفیتِ انگلستان کے لئے مقدس اگسٹین کا تقدّس کرے چنانچہ ۵۹۷ء میں اگسٹین اُسقف انگلستان بنایا گیا۔ یہ بشپ آف کنٹربری کے نام سے پکارا جانے لگا۔ اگسٹین کے سامنے انگلستان میں کلیسیائی استحکامت میں تین باتیں سدِراہ تھیں۔

۱۔ رسُومات کلیسیا میں اختلافات۔

۲۔ غیر مذاہب کے مندروں کی تقدیس۔

۳۔ عید القیامت کی تاریخ کا تعیّن۔

اگسٹین نے پاپائے رُوم گریگوری اعظم کو خط لکھا کہ وُہ اِن اُمور پر روشنی ڈالے لہٰذا گریگوری اعظم نے لکھا "برادرم! تم جانتے ہو اور تمہیں کلیسیائے رُوم کا دستُور جس میں تم نے پرورش پائی خُوب یاد ہے۔ میری منشا یہ ہے کہ تم کوئی بہتر دستور انگریزی یا فرانسیسی یا کسی دیگر کلیسیائی نظام سے جو خُدا کی نظر میں بھلا ہو اپنا لو اور وفاداری سے انگریزی کلیسیا کو ہر بہتر دستور کی جو تم دُوسری کلیسیاؤں سے پاؤ تعلیم دو کیونکہ یہ کلیسیا ایمان میں نو آموز ہے کسی جگہ کے نام کو قاعدہ سمجھ کر محبت نہ کرو کیونکہ جگہ کا نام بہتر اصُولوں سے بنتا ہے، اِس لئے ہر کلیسیا سے بھلائی، حقانیت اور راستی کی باتیں چُن لو، اور اُن کو متحد کر کے انگریزی ذہن کو اُس میں تعمیر کرتے جاؤ۔ سو اس طرح

سے انگریزی کلیسیا کی بُنیاد مقدّس اگسٹین و گریگوری کے وسیلہ سے پڑی۔ بُتوں اور مندروں کے بارے میں گریگوری اعظم نے یُوں لکھا ہے "بُت کدے گرائے نہ جائیں لیکن بُت توڑ دیئے جائیں۔ پاک پانی چھڑک کر مندر کی تقدیس کی جائے۔ پاک الطار (ALTAR) تعمیر کیا جائے۔ اور تبرکات رکھے جائیں تاکہ قومیں یہ دیکھتے ہُوئے کہ اُن کے مندر مسمار نہیں کئے گئے وُہ سخت دلی سے باز آئیں اور حقیقی خُدا کی پرستش کے لئے وقف شدہ عبادت گاہوں میں اطمینان سے آیا کریں" ۔ مقدّس اگسٹین نے ایک بہت بڑے مندر کو مقدّس پانکرس کے نام میں تقدیس و تخصیص کر دیا اور شاہ ایتھلبرٹ نے احاطہ خانقاہ میں مقدّس پطرس اور پال کے نام پر گرجہ بنوا کر تبدیلئے انگلستان کا سنگِ بنیاد رکھا۔

عید القیامت کی تاریخ کے تعین کے بارے میں اگسٹین نے ایک جلسہ کنٹربری میں منعقد کیا جس میں شاہ کینٹ۔ لنڈن و روچسٹر کے بشپ صاحبان حاضر تھے۔ ویلز کے مسیحی کسی غیر ملکی کو آرچ بشپ تسلیم نہ کرنا چاہتے تھے اور نہ وُہ عید القیامت کی تاریخ ہی بدلتے تھے۔ ویلز کے مسیحی محذوش تھے کیونکہ باوجودیکہ اگسٹین ملاپ کا خواہشمند تھا لیکن ضدّی مزاج بھی تھا۔ دورانِ جلسہ میں ویلز کے بشپوں نے ایک بزرگ راہب سے پُوچھا کہ انہیں رُومی طرز و طریق اختیار کرنا چاہیئے کہ نہیں؟ اُس نے مشورہ دیا کہ "تم اگسٹین آرچ بشپ کنٹربری کی ملاقات کو جاؤ۔ اگر وُہ اپنے آپ کو خُداوند کا عاجز بندہ ظاہر کرے اور تُم سے ملاقات کے لئے کھڑا ہو تو تُم اُسے آرچ بشپ تسلیم کر لو اور اُس کی تعلیم و دستور کو اپنا لو۔ لیکن اگر اس کے برعکس ہو تو صاف ظاہر ہے کہ وُہ تمہیں حقیر جانتا ہے"۔ سو ویلز کے بشپ مصالحانہ ملاقات کے لئے گئے ۔ اتفاقاً اگسٹین آرچ بشپ ملاقات کے لئے کھڑا نہ ہُوا سو وُہ بغیر مصالحانہ گُفتگو کئے اپنے مُلک کو واپس لوٹ گئے ، اور اس ضروری امر کا تصفیہ نہ ہو سکا۔ اگسٹین و گریگوری دونو ۶۰۴ء میں خُداوند میں سو گئے تاہم اُن کی موت سے قبل کینٹ میں مسیحی بادشاہ۔ لنڈن۔ اور روچسٹر میں بشپ موجود تھے۔ سات برس کے قلیل عرصہ میں اگسٹین نے خانقاہ سے نکل کر خُداوند کے لئے بڑے سے بڑا کام کر کے اُس کے نام کو عزّت بخشی۔

پولینیس مبلّغ نارتھمبریا
PAULINIUS
(EVANGELIST NORTHUMBRIA)

۶۲۵ء میں نارتھمبریا کا شاہ ایڈون شہنشاہِ انگلستان تھا۔ یہ مدبر۔ علم دوست راست گو اور شان و شوکت کا دلدادہ تھا۔ اس کے عہدِ سلطنت میں انصاف و تنظیم کی یہ حد تھی کہ ہر بچہ بلاخوف سفر کر سکتا تھا۔ اس نے ایتھلبرگا شاہ ایتھلبرٹ کینٹ کی بیٹی سے شادی کرنی چاہی شہزادی کا بھائی اس شادی کے معاملہ میں متفق الرائے نہ تھا۔ وہ نہ چاہتا تھا کہ دیندار مسیحی لڑکی بے دین بادشاہ کے ساتھ ناہموار جوئے میں جوت دی جائے خواہ وہ کتنا ہی باوقار و باعزت کیوں نہ ہو۔ شاہ ایڈون رضامند ہو گیا کہ ملکہ اور اُس کی لونڈیاں مسیحی طریق پر عبادت کریں اور وہ خود بھی مطالعہ کے بعد مسیحی ہو جائے گا۔ سو عقد ہو گیا۔ ایتھلبرگا اپنے ہمراہ بشپ پولینیس کو لے آئی۔ جو سنجیدہ مزاج قد آور شخص تھا اور اُن چالیس راہبوں میں سے تھا جن کو گریگوری اعظم نے اگسٹین کی مدد کے لئے بھیجا تھا۔ بشپ پولینیس کے ساتھ خادم الدین جیمس بھی تھا عمر رسیدہ اور علم موسیقی میں ماہر اُستاد تھا۔

شاہ ایڈون نے شادی کے بعد مسیحیت کی طرف خصوصی توجہ نہ دی چنانچہ ایک دن قاتل سے بچ نکلنے اور گھر میں چھوٹی بچی کے پیدا ہونے سے اُس پر گہرا اثر ہوا۔ اُس نے محسوس کیا کہ دشمن سے نجات اور بچی کی پیدائش پولینیس کی دعاؤں کا نتیجہ ہے سو از راہِ شکر گزاری بچی کو پولینیس کی گود میں ڈال دیا اور بپتسمہ کے لئے عرض کی۔ علاقہ ویسکس میں فتنہ بپا ہوا تو یہ باغیوں کی سرکوبی کے لئے مہم پر گیا لیکن جانے سے پہلے اُس نے یہ دعا کی کہ اگر مہم میں خداوند اُسے فتح بخشے تو وہ مسیحی ہو جائیگا۔ خداوند کے کرم سے اُسے فتح نصیب ہوئی۔ ابھی تک وہ مسیحیت سے خائف تھا۔ کیونکہ یہ اُس کے لئے معمہ تھا کہ کیسے جنگجو شاہ۔ شجاعت و بہادری کو ترک کر کے مسیح مصلوب کو قبول کرلے جو آدمیوں کو حلیم، صابر اور عاجز بنا دیتا ہے۔ اُس نے جلسہ منعقد کیا جس میں اُمرا و حکما کو بلایا تاکہ وہ پولینیس سے اس نئے مذہب پر بحث کریں اور اگر وہ سمجھیں کہ یہ مذہب درست و جائز ہے تو اُسے قبول کرلیں۔ ایک رئیس نواب نے سوال کیا کہ:۔

"شاہا! آدمی کی زندگی میری نظر میں چڑیا کی مانند ہے جو مکان کے اندر ہو۔ جہاں آپ مصاحبوں کے ساتھ جلوہ افروز ہیں شعلہ زن آگ سے یہ کمرہ

گرم ہے۔ باہر طوفانِ برف و باراں ہے۔ گوچڑیا ایک دروازہ سے اُڑ کر دُوسرے دروازہ کی طرف جاتی ہے لیکن جب تک وُہ مسکن گزیں ہے وُہ طوفان سے محفوظ ہے۔ کچھ دیر بعد وُہ تاریکی میں بھاگ جاتی ہے اور پھر واپس نہیں آتی۔ بعینہ آدمی تھوڑے عرصہ کے لئے یہاں رہتا ہے لیکن ماقبل کیا ہُوا اور مابعد کیا ہوگا نہیں جانتا۔ اگر یہ جدید مذہب ہمیں اِس کے بارے میں کچھ بتا سکے تو ہم یقیناً اِس کے پیروکار ہوں گے۔"

پولینئیس نے مسیحی علم الآخرت پر بصیرت افروز تقریر کی اور مجلس میں سکتہ کا عالم طاری ہو گیا۔ بادشاہ کے شاہی کاہن کُوئی نے علانیہ مسیحی ہونے کا اقرار کیا جس پر شاہ ایڈون، اُمرا، اُس کی پہلی بیوی کے دو بچے، اُس کی بھتیجی ہلڈا اور کئی دیگر اشخاص ۶۲۷ء میں مقام یارک مسیحی ہو گئے۔ ایک عارضی گرجہ مقدس پطرس کے نام پر یارک میں تقریب بپتسمہ کے لئے تعمیر کیا گیا۔ پولینئیس بشپ آف یارک کہلایا اور شہنشاہیت و اُسقفیت کے لائق کیتھڈرل شاہ ایڈون نے تعمیر کروایا۔ پولینئیس اب نووارد خادم الدین جیمس کے ساتھ نارتھمبریا کے طول و عرض میں بشارت دینے لگا۔ اور عوام کو ندیوں۔ نالوں اور جوہڑوں میں بپتسمہ دیتا پھرا۔ وُہ سرحدی نوٹنگم شائر تک بھی پہنچا۔ لنکن میں ناظم اعلیٰ کو بپتسمہ دیا، اور گرجہ تعمیر کروایا۔ دریائے گلن کے ساتھ ساتھ۔ چیوٹ پہاڑیوں۔ سوال۔ ڈروفٹ اور ٹرنٹ میں عوام کو مسیح خداوند کے قدموں میں لایا یوں اُس نے تمام علاقہ کو مسیحی نُور سے منوّر کر دیا۔

شاہ ایڈون کے آخری ایام حسرت ناک تھے کیونکہ ۶۳۳ء میں شاہ پنڈا مرشیانی اور کاڈوالا شاہ ویلز نے متحدہ طور پر شاہ ایڈون پر حملہ کیا جس میں ایڈون جنگ ہیتھ فیلڈ میں مارا گیا۔ پولینئیس ملکہ ایتھلبرگا اور دیگر شاہی عیال و اطفال کو لیکر کینٹ بھاگ آیا لیکن خادم الدین جیمس وہیں رہا۔ اور اس تلاطم و استبداد میں مسیحیت بہ گئی۔ ایڈون کا جانشین آسرک مرتد ہو گیا تاکہ بے دین شاہ پنڈا سے مراعات حاصل کرے لیکن اُسے کچھ حاصل نہ ہُوا اور جنگ میں ختم ہو گیا۔

فیلیکس برگنڈیانی
(FELIX BURGANDY)

ایسٹ انگلیا کی ریاست کا راجہ سیج برٹ مدّبر و عالم شخص تھا۔ فرانس کے دارالعلوم میں اُس نے تعلیم پائی اور مسیحیت سے واقف تھا۔ جب یہ بادشاہ ہُوا تو فیلیکس برگنڈیانی اُس علاقہ میں تبلیغی مہم میں محو تھا۔ بادشاہ نے اُس کی مساعی کی قدر کرتے ہوئے اُس کو اُسقفیت کے لئے قبُول کر لیا۔ سو سترہ برس تک ان دونوں نے دوش بدوش خُداوند کی خدمت کی۔ آخر کار شاہ سیج برٹ امورِ سلطنت سے کنارہ کر کے راہب بن گیا۔ ۶۳۵ء میں بے دین شاہ پنڈا مرثیانی نے ایسٹ انگلیا پر یورش کی۔ عوام نے سیج برٹ سے کہا کہ وُہ راہب خانہ و راہبانہ خیالات کو ترک کر کے اِس مشکل میں اُن کی قیادت کرے لیکن اُس نے ایک نہ مانی آخر مجبوراً بلا ہتھیار وُہ رزم گاہ میں پہنچا اور وُہ اگیرک سمیت کھیت آیا۔ شاہ آنا مسیحی تھا اور مبشّر فیلیکس کا مددگار تھا۔ فیلیکس کی وساطت سے یہ ایسا اچھا مسیحی خاندان بن گیا کہ اِن کی لڑکی ایتھلڈ ارِیڈا ایلی کیتھڈرل کی بانی ہوئی۔ دُوسرا مشنری مقدّس فرسی تھا جو حلیم آئرش راہب تھا۔ اُسے رویا میں ہدایت ہوئی تھی کہ رمتے جوگی کی مانند بشارت کے کام کو انجام دے چنانچہ وُہ اپنے دو بھائیوں اور ہم خیال افراد کے ہمراہ ایثار و قربانی کے تابع یہاں پہنچا اور راہب خانہ تعمیر کر کے گرد و پیش میں خدمت کی اور عوام کو مسیح خداوند کے قدموں میں لایا۔

بیرینیس مُبشّرِ ویسیکس
(BIRINUS)

بیرینیس لمبارڈ جینوا سے انگلستان کے کسی ایسے خطّہ میں تبلیغ کے لئے آیا جہاں پہلے کسی نے خوشخبری نہ سُنائی تھی۔ پاپائے رُوم نے اُس کے عزم و ذوقِ تبلیغ سے متاثر ہو کر اُس کا تقدّسِ اُسقفیت کر دیا۔ اب یہ اُس کی ذمہ داری تھی کہ وُہ خُود اپنے لئے اپنا علاقہ بنائے۔ وُہ ویسیکس میں وارد ہُوا اور یہ معلُوم کر کے کہ عوام توہم پرست و جہالت میں گرفتار ہیں وہیں ٹھہر گیا۔ شاہ علاقہ کین ای جلکس خون ریزی سے تنگ آ چکا تھا وُہ ایسے مذہب و اصُولات کی تلاش میں تھا جن سے رحم و اطمینان نصیب ہو سو اس نے آکسفورڈ شائر کے مقام ڈارچیسٹر میں خوشی سے بالرضا و رغبت بپتسمہ پایا۔ شاہ آسوالڈ نا دھبر بالی اُس کا

دھرم باپ بنا۔ اور بیر بنیس بشپ آف ڈارچسٹر بنا۔ کئی ہزار نفوس مسیحی ہُوئے اور گرجے تعمیر کئے گئے۔ لیکن ای جلس کی موت کے بعد اُس کا جانشین بے دین شاہ تھا۔ شاہ پنڈا نے اِسے ملک بدر کر دیا تو اُس نے شاہ آنا کے ہاں مسیحی دربار میں پناہ لی، جہاں اُس کی زندگی میں نمایاں تبدیلی ہُوئی اور فیلیکس کے ہاتھ سے بپتسمہ پایا تین برس کے بعد جب واپس اپنے وطن آیا تو وُہ مسیحی بادشاہ تھا اور مسیحیت کو ذوق وشوق سے اپنے وطن میں پھیلاتا رہا۔

مُقدّس ایڈن مبلّغ لینڈزفارن
(ST. AIDAN)

شاہ آسوالڈ شاہ ایڈون کے بھتیجا نے شاہ کاڈولا کو ہیتون فیلڈ میں شکست فاش دی اور ملک نارتھمبریا میں دوبارہ امن قائم کیا۔ شاہ آسوالڈ کی تعلیم وتربیت آئونا کے راہب خانہ میں ہُوئی تھی سو سلطنت پر قبضہ کرنے کے بعد آئونا سے اُس نے مبلّغ طلب کیا تاکہ نارتھمبریا میں دوبارہ بشارت ہو۔ آئونا سے کارمان راہب بھیجا گیا۔ لیکن تُرش رُوئی کے باعث اُسے کامیابی نصیب نہ ہُوئی۔ وُہ واپس چلا گیا۔ سو اُس کی روئداد ومشکلاتِ تبلیغ سُننے کے لئے جلسہ کا اہتمام راہب خانہ آئونا میں ہُوا جس میں کارمان نے کھڑے ہو کر بلند آواز سے غصّہ میں کہا۔ "تُم خُوب جانتے ہو کہ شاہ نارتھمبریا اپنے لوگوں میں مسیحی ایمان کو مستحکم کرنا چاہتا ہے۔ مَیں نے وہاں بہت محنت کی ہے لیکن بے سود۔ وُہ لوگ تعلیم کو سیکھنا تو کیا سُننے کو بھی تیار نہیں۔ وُہ مُتکبّر مزاج وجاہل انگریز ہیں اس لئے اُنہیں مسیحی بنانے اور ایمان میں مستحکم کرنے کی کوشش کرنا لاحاصل ہے۔" کارمان کے یہ الفاظ سُن کر راہبوں کے دل دُکھ سے بھر گئے اور سوچنے لگے کہ اب کیا کیا جائے؟ ایک کونہ سے خاموش عاجز سیلٹک انگریز راہب اُٹھ کھڑا ہُوا اور کارمان کی طرف مخاطب ہو کر یُوں گویا ہوا۔ "برادر۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تُم نے ناخواندہ لوگوں کی سی سخت کلامی کی ہوگی؟ چاہیئے تھا کہ تُم ابتدا میں آسان وسادہ تعلیم دیتے تاکہ وُہ قدم بہ قدم خُداوند کے کلام کو سیکھ سکتے اور خُداوند کی پیروی کے لائق بن جاتے۔" یہ گفتگو کنندہ مقدّس ایڈن تھا جو آئرلینڈ کے شاہی خاندان سے متعلق تھا۔ چنانچہ جلسہ میں فیصلہ ہُوا کہ ایڈن نارتھمبریا میں اپنے اُصولات وتجربات کے مطابق بشارت کے کام کو سرانجام دے۔ ایڈن انگلستان میں آگیا لیکن وُہ اِنگلیکانی زبان سے نابلد

تھا اور مترجم کے ذریعہ اُس نے گفتگو و بشارت کی اکثر اوقات وُہ شاہ اُسوالڈ کے محل بمبورو میں قیام پذیر ہوتا تھا لیکن پُرتکلف کھانوں سے وُہ پرہیز کرتا تھا۔ شاہی دعوتوں و ضیافتوں میں وُہ تھوڑا سا کھانا کھانے کے بعد کنارہ کش ہو جاتا تھا۔ وُہ عالمِ سکوت و تخلیہ کو دل سے چاہتا تھا۔ اِس لئے شہرت سے دُور رہنے کے لئے اُس نے اپنا مرکز یارک نہیں بلکہ ایک چھوٹا سا جزیرہ لینڈزفارن کو رہائش کے لئے مُنتخب کیا۔ یہاں اُس نے مدرسہ کھولا، تاکہ بچّے خواندہ ہو کر اپنے وطن میں مبلغ و مبشّر بن جائیں۔ خود پاپیادہ علاقہ میں سفر کیا اور ملکی زبان میں کُتبِ مقدّسہ کے بعض حصص۔ زبُور از بر کر لئے تھے جو راستہ و تخلیہ میں وردِ زبان رہتے تھے۔ اُس کا دستور تھا کہ وُہ ہر شخص سے جو راستہ میں ملتا تھا شخصی گفتگو کرتا تھا۔ لینڈزفارن کا جزیرہ ایڈن کی تعلیمی و تبلیغی مساعی کے باعث آئیونا ثانی کہلانے لگا۔

شاہ اُسوالڈ کو ۶۴۲ء میں شاہ پنڈا نے قتل کر دیا لیکن مقدس ایڈن کی تبلیغی مساعی میں کوئی فرق نہ آیا۔ وُہ ۳۱ اگست ۶۵۱ء کو ابدی آرام میں داخل ہوا اور خود شاہ پنڈا ۶۵۵ء میں مر گیا۔ شاہ آسوے نے مسیحیت کو لغزش نہ آنے دی۔ مقدّس سِڈ اور اُس کے تین ہمراہی بدستور خدمت کرتے رہے۔ سِڈ اُسقفیّت کے عہدہ پر ممتاز ہو کر علاقہ ایسکس میں گیا، اور مسیحیوں کو تقویت و تازگی بخشی، کیونکہ بعض بے دین شاہ کے عہد سلطنت میں منحرف ہو چکے تھے۔ شاہ سیج برٹ مسیحی اصولوں کی بنا پر اپنے دو رشتہ داروں کے وسیلہ سے مارا گیا جنہوں نے قتل کی وجہ یہ بیان کی کہ یہ اکثر اپنے دشمنوں کو چھوڑ دیتا اور اُن کے قصور آسانی سے بخش دیتا تھا۔

سنڈ وِٹبی (SYNOD WHITBY)

انگلستان میں روم سکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ کے مبشّرین نے آ کر بشارت دی اور تمام علاقوں کے مشنری علاقہ نارتھمبریا میں متحدانہ خدمت کرتے رہے تو بھی دیگر ممالک کے مبلغ سیلٹک (CELTIC) مبلغوں و کلیسیا کی مذہبی رسُومات کو تبدیل نہ کر سکے اور انہوں نے اپنے دستورات کو قائم رکھا مثلاً :-

(۱) عید القیامت کی تاریخ میں اختلاف۔

(۲) پیشانی سے کانوں تک سر کے بالوں کا کاٹنا۔

۳۔ بپتسمہ میں ایک بار ڈبونا۔

شاہ آسوے اور اُس کی بیوی کے دستورات میں اختلاف تھا۔ یہ ملکہ ایتھلفلڈ دختر شاہ ایڈون تھی۔ شاہ آسوے جس دن عید القیامت کی خوشی میں مسرور ہوتا تھا ملکہ روزہ رکھتی تھی یہ اختلاف قابل برداشت نہ تھا۔ اُس نے ۶۶۴ء بمقام وٹبی میں جلسہ کا اہتمام کیا تاکہ بحث و مباحثہ کے بعد کوئی راہ نکل آئے۔ مباحثہ میں شریک کولن بشپ آف لینڈز فارن (سینٹ ہلڈا) بمقابلہ رومی مناظر ولفریڈ رپن کا رہنے والا تھا۔ چونکہ ویلفریڈ خوش تقریر۔ موثر بیان اور علم منطق سے واقف تھا۔ سیر و سیاحت اور دیگر راہب خانوں میں پھرنے سے اُس کی معلومات و تجربہ میں اضافہ ہو چکا تھا۔ وہ متحدہ کلیسیا کے دستور۔ آئین اور کلیسیائی یگانگت میں خوشی کو دیکھ چکا تھا اس لئے کوئی اُس کی دلائل کو کاٹ نہ سکا۔ شاہ آسوے کے بیٹے الفریڈ نے بھی اُس کی حمایت کی سو وہ میدان جیت گیا اور اُس کی وساطت سے کلیسیاؤں میں رومی طرزِ دستور و عبادت اپنا لیا گیا۔ لیکن کولن اس اتحاد میں راضی نہ تھا چنانچہ وہ اپنے ۳۰ راہبوں کو ساتھ لے کر لینڈز فارن چلا گیا اور قدیم دستور کے مطابق زندگی بسر کرتا رہا — اجتماعی فیصلہ کا نتیجہ یہ ہُوا کہ کلیسیاؤں میں اتحاد اور یگانگت کی رُوح پیدا ہو گئی۔ دو متوازی کلیسیاؤں نے اپنی جدوجہد ختم کر دی اور رومی کلیسیا سے الحاق کر لیا جس سے علم و فنون۔ پاکیزگی نظام و انصرام میں ترقی ہو گئی۔

ولفریڈ مبشر سسکس

(ST WILFED)

ولفریڈ نارتھمبریائی رئیس کا فرزند تھا۔ ہونہار اور خوبصورت ہونے کے باعث ملکہ این فیلڈ زوجہ شاہ آسوے کا منظورِ نظر تھا۔ تعلیم و تربیت کے لئے لینڈز فارن کے راہب خانہ میں داخل کیا گیا لیکن چونکہ یہ آزاد طبع انسان تھا۔ راہب خانہ کی قید و بند سے اس کا دل اُٹھ گیا اور وہ رُوم میں چلا گیا۔ رُوم میں اپنی کلیسیا کی سادگی کا مقابلہ کر کے متحیر ہُوا اور فرانس و اٹلی میں اُس نے متحدانہ کلیسیاؤں کے طرز و طریق کو بھی دیکھا۔ یہی وجہ تھی کہ سنڈ وٹبی میں اس نے اتحادِ کلیسیا پر بہت زور دیا۔ ۳۰ برس کی عمر میں اسقفیت کے عہدہ پر ممتاز کیا گیا سو اس نے اپنا مرکز لینڈز فارن کی بجائے یارک کو بنا لیا تاکہ سلیٹک کلیسیا سے اُس کی راہ و رسم نہ ہو جن کو یہ بدعتی اور

جھگڑالو کلیسیا کرتا تھا۔ اُسقفیت کے تقدس کے لئے اسے فرانس جانا پڑا اور
وہاں رسم تقدیس کے بعد کئی ماہ تک فرانس ہی میں ٹھہرا رہا چنانچہ کلیسیا نے بے صبر ہو کر
ایک دیگر بشپ مقدس چاڈ کو منتخب کر لیا جو مقدس ایڈن کا شاگرد تھا۔ ولفریڈ
جب واپس لوٹا تو وہ نئے بشپ کو دیکھکر حیران رہ گیا، سو یہ کینٹ چلا گیا اور وہاں
قائم مقام آرچ بشپ کی حیثیت میں خدمت کرتا رہا۔ تین برس کے بعد مقدس چاڈ کی
تقدیس اُسقفیت باطل قرار دے کر آرچ بشپ تھیوڈور نے اُسے برطرف کر دیا۔
آخر ویلفریڈ دوبارہ یارک چلا گیا۔ وہاں گرجہ اُسقفی کی مرمت کی۔ شیشہ و کھڑکیاں
لگوائیں اور ہر طرح سے گرجے کو آراستہ کیا۔ شاہ اس کی بڑھتی ہوئی عظمت کو دیکھکر
حاسد ہو گیا۔ اور چونکہ اس نے اُس کی بیوی ایتھلریڈا کو راہبہ ہونے کی ترغیب دی
تھی بدیں وجہ بادشاہ مخالف ہو گیا۔ آرچ بشپ تھیوڈور چاہتا تھا، کہ علاقہ کو چھوٹی
ڈایوسیس میں منقسم کر کے چار بشپوں کو متعین کرے، لیکن اس تجویز میں اُس نے ولفریڈ
سے مشورت نہ لی اس لئے یہ ناراض ہو گیا اور رُوما میں پوپ کے پاس عرض کرنے
کے لئے چلا گیا۔ راستہ میں اُسے فریس لینڈ سے جو ہالینڈ کا حصہ ہے گزرنا تھا۔ وہاں
عوام بے دین لیکن بادشاہ مسیحی تھا سو تمام موسم سرما اُن کے ہاں رہا۔ رُوما میں پاپائے
رُوم نے اس کی عرض پر غور کرتے ہوئے نئے اُسقفوں کو معزول کر دیا اور فیصلہ دیا کہ
ویلفریڈ کے زیر اہتمام ایک کونسل بلائی جائے۔ اور تین نئے اُسقف منتخب کئے جائیں
چونکہ پاپائے رُوم کا اختیار اب تسلیم نہ کیا جاتا تھا، اس لئے شاہ نے ویلفریڈ پر پوپ
کو رشوت دینے کا الزام لگا کر قید کر لیا اور رہائی کے بعد وہ آرچ بشپ مقرر کیا گیا۔
سسکس (SUSOX) کے لوگ ابھی غیر مسیحی تھے۔ کیونکہ یہ گوشہ الگ کونہ میں
میں پڑا تھا اور گھنے جنگلات کی وجہ سے آمد و رفت و تجارت سے منقطع تھا۔ (شاہ
ایتھلواک اور اُس کی بیگم صاحبہ مسیحی تھے لیکن وہ جاہلانہ خیالات کو دُور نہ کر سکتے تھے۔
سو اس نے اُن کی مفلوک الحالی کے پیش نظر انہیں مچھلی کا شکار کرنا سکھایا تا کہ وہ قحط
سالی میں مچھلیوں پر گزارہ کیا کریں)۔ روایت ہے کہ جب اوّل المرتبہ کچھ لوگ مسیحی ہوئے
تو بپتسمہ لیتے وقت اتنی بڑی بارش ہوئی کہ قحط سالی فارغ البالی میں تبدیل ہو گئی۔ شاہ
ایتھلواک نے خوش ہو کر جاگیر سیلسے ولفریڈ کو بخش دی جس میں اُس نے ایک راہب خانہ

تعمیر کیا اور پانچ برس تک اُسقفی خدمات انجام دیتا رہا۔ ۶۸۶ء میں تھیوڈور آرچ بشپ سے تصفیہ کے بعد ملاپ ہوگیا اور شاہ الفریڈ کے جانشین نے اسے یارک میں واپس بُلا لیا۔ سو اب یہ بشپ یارک۔ بشپ مرثیا اور بشپ ہیکسہم تھا۔ ۷۰۹ء میں راہب خانہ اُونڈلے میں انتہائی خدمت کرنے کے بعد خُداوند میں سو گیا۔

وِنفریڈ بونیفس رسُول ہالینڈ وجرمنی
(WINFRID BONIFACE)

ونفریڈ ڈیوان کی پہاڑی کے کریڈیٹن قصبہ میں ۶۸۰ء میں پیدا ہُوا۔ اِس کا خاندان ویسکس کے شاہی خاندان سے متعلق تھا لیکن جس گھر میں اس نے پرورش پائی وُہ لکڑی کا بنا تھا۔ اُس میں کوئی روشندان و دُودکش نہ تھا۔ کمرہ دھواں سے کالا ہو چکا تھا۔ وُہ چمچ اور کانٹے کے بغیر ہاتھ سے کھانا کھاتے تھے۔ ایک روز آئرلینڈ کے راہبوں کا گروہ تھکا ماندہ اِن کے ہاں پہنچا اور اُنہوں نے خُداوند یسُوع مسیح کے متعلق بتایا اور یہ بھی کہ تبلیغی مہم میں اُنہوں نے سمندر پار ممالک ہالینڈ۔ جرمنی کی سیر وسیاحت کی ہے اور قبائل کو خُداوند مسیح کے قدموں میں لائے ہیں۔ ونفریڈ اگرچہ پانچ برس کا تھا تو بھی اُس پر بہت اثر ہُوا اور اسی واقعہ نے اُس کی زندگی کے مقصد کو تعمیر کر دیا۔ سات برس کی عمر میں ونفریڈ راہب خانہ اگزیٹر کے مدرسہ میں تعلیم وتربیت کے لئے داخل کیا گیا۔ یہ نونہال تعلیمی نصاب میں جلد ترقی کرتا ہُوا ملک کے بہترین مدرسہ نیوسل نزد ونچسٹر میں چلا گیا اور علم العروض۔ تواریخ و تفسیر الصحائف مقدسہ سیکھ کر جیّد عالم بن گیا۔ لیکن اِس کا دل جرمنی میں تبلیغ وبشارت کرنے کے لئے بیتاب تھا۔ اور اس ذوق وشوق میں دیوانہ ہو جاتا تھا جبکہ وُہ اپنے ملکی شخص ولی برارڈ کے کارنامے ملک فرسیا میں سنتا تھا۔ اُس نے تین دوستوں سے مقصد تبلیغ میں مشورہ لیا اور خود بھی اس مہم میں اُس کے ساتھ چلنے کو تیار ہو گیا۔

۷۱۶ء میں وُہ ملک فرسیا میں اپنے تین ہمراہیوں کے ساتھ ولی برارڈ کے پاس گیا۔ اس وقت راتھبوڈ فرینکانی ڈیوک چارلس مارٹل سے برسرپیکار تھا۔ مسیحی عبادت خانے برباد کیے گئے۔ گھر آگ سے جلائے گئے اور مسیحی منتشر ہو گئے تھے۔ چنانچہ ونفریڈ جابر شاہ راتھبوڈ کے پاس گیا۔ شاہ سخت ناراض ہُوا اور اُنہیں ملک سے نکال دیا۔ افسردہ خاطر ونفریڈ اپنے دوستوں کے ہمراہ واپس انگلستان آ گیا۔ نیوسل ایبے

کا ناظم راہب مر چکا تھا سو منتظمہ افراد نے ونفریڈ سے عرض کی کہ وہ اس نظام کو اپنے ہاتھ میں لے، لیکن اُس نے صاف انکار کیا اور تبلیغ کے لئے پاپائے رُوم گریگوری دوئم سے اجازت لے کر ملک جرمنی کو ۱۸ئ۷ء میں چل دیا لیکن راستہ میں اُس نے شاہ راتھبوڈ کی موت کی خبر سُنی۔ اُس نے محسوس کیا کہ اب فرسیا میں بشارت کے لئے دروازہ کھلا ہے۔ وُہ جلد یوٹرک میں پہنچ گیا اور ولی برارڈ سے جا ملا۔ کچھ عرصہ یہ دونوں خدمت کرتے رہے اور نیلی آنکھ والے فرسیانی لوگوں میں بشارت دی۔ ونفریڈ کو جرمن لوگوں میں تبلیغ کرنے کا شوق تھا۔ جب یہ رائن لینڈ سے ملک جرمن میں جانے کے لئے گزرا تو ایک گھر میں کھانا کھانے کے بعد وہاں کے پندرہ سالہ بچہ نے دستور کے مطابق بائبل سے پڑھا۔ تب ونفریڈ نے کہا۔ "بیٹا تُم خوب پڑھتے ہو۔ لیکن کیا تم سمجھتے ہو کہ تُم کیا پڑھتے ہو؟" تب بچہ نے ظاہر کیا کہ وہ سمجھتا ہے۔ ونفریڈ نے پھر کہا "نہیں بیٹا۔ میرا مطلب یہ نہیں ہے۔ مَیں چاہتا ہُوں کہ تُم اپنی دیسی زبان میں لاطینی کا ترجمہ کرو۔" گریگوری نے کہا کہ یہ مَیں نہیں کر سکتا۔ تب ونفریڈ نے لاطینی کا ترجمہ جرمن ملکی زبان میں کیا جس سے بچہ بہت خوش ہُوا اور اپنی دادی سے بضد ہو کر کہا کہ مَیں لاطینی کا ترجمہ سیکھنے کے لئے ضرور ان کے ساتھ جاؤں گا۔ اگر تُم مُجھے گھوڑا نہ دو گی تو مَیں پیدل چلا جاؤں گا۔ سو دادی نے بچہ کا شوق دیکھتے ہوئے اُسے گھوڑا اور ایک خادم دے کر ونفریڈ کے ساتھ بھیج دیا۔ ونفریڈ کی جدوجہد سے کئی ہزار سادہ جرمن کلیسیا میں شامل ہُوئے۔ جب یہ خبر رُوم پہنچی تو پاپائے رُوم نے اسے بلا کر اسقفیت کے لئے اس کا تقدس کر دیا اور اس کا لاطینی نام بونیفس رکھا۔

جب بونیفس روما سے واپس جرمنی لوٹا تو اُس نے دیکھا کہ عوام جنگل کو صاف کر کے اپنے رہائشی مکان و سڑکیں تیار کر رہے ہیں۔ یہ وُہی لوگ تھے جو ارواح پرستی کے خیالات میں مقیّد تھے۔ جنگل۔ دریاؤں۔ جوہڑوں۔ بڑے درختوں میں بد روحوں کی حضوری کے وہم سے گھبراتے تھے۔ اور ارواح پرستی و توہمات کے خوف وہراس سے لرزتے تھے۔ لیکن ابھی تک جنگل میں بلوط کے بڑے درخت کی تعظیم دیوتا اوڈین کے نام میں کیا مسیحی اور کیا غیر مسیحی دونوں کرتے تھے۔ بونیفس نے مسیحیوں میں تحریک پیدا کی کہ وہ بلوط کے درخت کاٹ ڈالیں۔ لیکن کاٹنے سے سب ڈرتے

تھے۔ آخر کار بونیفس نے خود اُس درخت کو کاٹ دیا اور اُس کی لکڑیوں سے گرجہ تعمیر کیا۔

مسیحیوں کی کثرت کی وجہ سے بونیفس نے مزید کارگزاروں کے لئے انگلستان میں لکھا جہاں سے شاہ ویسکس کی بھتیجی لوبا راہبہ لڑکیوں میں خدمت کے لئے اور کئی دیگر بیوگان مادر وسسٹر مشنری ہو کر مُلک میں آگئیں تاکہ جنگجو جرمنوں کو حلیم الطبع اُستاد کے قدموں میں لائیں اور اُس کی پرستش کرنا سکھائیں۔ سہ پچھتر برس کی عمر میں بونیفس نے آرچ بشپ کا لباس اُتار دیا اور سادہ چوغہ پہن کر بارہ شاگردوں کے ہمراہ مُلک فرسیا کو چل دیا تاکہ جنگلی و وحشی قبائل میں بشارت دے۔ ۷۵۵ء میں وہ فرسیانی مسیحیوں کی رسم استحکام کے لئے دریا کے کنارے خیمہ زن ہوا لیکن اتفاق یوں ہوا کہ مسیحیوں کے بجائے پُر سکون بر وحشی قبائل کے لوگ لاٹھیوں، کلہاڑیوں سے مسلح ہو کر اُن پر چڑھ آئے۔ شاگرد بونیفس کے گرد جمع ہو گئے تاکہ اُس کی حفاظت کریں۔ لیکن بونیفس نے کہا۔ بھائیو! دلیر اور بہادر بنو۔ اُن سے نہ ڈرو جو جسم کو قتل کرتے ہیں لیکن رُوح کو جو ابدی ہے قتل نہیں کر سکتے۔ بہادری سے موت کی آخری چوٹ کو برداشت کرو تاکہ مسیح خداوند کی بادشاہت میں ہمیشہ سلطنت کرو۔ بے دین وحشیوں نے بلا مزاحمت جلد ہی اُن کا کام تمام کر دیا۔ سو اس طرح سے ڈیون کا بونیفس جو انگریز بہادر مبلغ تھا خداوند کے جلال کے لئے اپنی جان قربان کر گیا۔

(ANSKAR THE APOSTLE OF NORTH)

انسکار رسُولِ ڈنمارک و سویڈن

بونیفس کے وسیلہ سے انسکار کے والدین بھی جرمنی میں مسیحی ہوئے تھے۔

انسکار مسیحی خاندانی و ماحول میں ۸۰۱ء میں پیدا ہوا۔ جب یہ بڑا ہوا تو والدہ نے بونیفس مبلغ کی بہادری کے کارنامے اُسے سُنائے لیکن جب یہ پانچ سال کا ہوا تو والدہ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ باپ نے مدرسہ میں داخل کیا لیکن وہاں ناموافق ماحول نے اِس کی زندگی کو تہ و بالا کر دیا۔ ایک رات خواب میں انسکار نے دیکھا کہ اُس کی والدہ سفید کپڑوں میں ملبوس راہ کے کنارے کھڑی ہے اور اپنے بچہ سے کہہ رہی ہے۔ بیٹیا کیا تو اماں کے پاس آنا چاہتا ہے؟ انسکار نے کہا۔ ہاں۔ تب اماں نے کہا اگر تو میرے

پاس آنا چاہتا ہے تو بُری صحبت چھوڑ دے اور تنگ راستے پر چل۔ اِس خواب کے وسیلہ سے اِس کی زندگی تبدیل ہو گئی اور ویسٹ فالیا کے مدرسہ میں تعلیمی خدمت انجام دینے لگا۔ ایک دن یہ واقع ہُوا کہ ہیرلڈ شاہ ڈنمارک مسیحی بادشاہ لیوس (جرمنی) بن چارلس اعظم کے پاس چار سو سپاہیوں کو ساتھ لے کر ملاقات کے لئے آیا۔ دورانِ قیام مسیحیت سے مرغوب ہو کر شاہ۔ ملکہ اور بعض سپاہی مسیحی ہو گئے۔ جب یہ جانے لگے تو شاہ لیوس نے مناسب جانا کہ ایک مشنری کو اُن کے ہمراہ بھیجا جائے تاکہ اُنہیں ایمان میں مستحکم کرتا رہے لیکن سوال یہ تھا کہ اب کون جائے۔ سکنڈے نیویا (SCANDI NAVIA) کے بحری و بری ڈاکوؤں نے ہر جگہ خطرہ پیدا کر دیا تھا۔ یورپ کا کوئی ملک اُن کے دست بُرد سے نہ بچتا تھا۔ ہر مُلک میں یہ دُعا مانگی جاتی تھی "اَے مُنصف راستباز خُدا۔ ہمیں شمالی لوگوں کے حملوں سے بچا" لوگ سفر کرنے سے خائف تھے۔ بادشاہ نے مجبوریوں کے پیش نظر میر راہب وسٹ فالیا کو پیغام بھیجا کہ وُہ کسی مُبلغ کو بھیج دے تب میر راہب کاربی نے انسکار (ANSKAR) کا نام پیش کیا۔ بادشاہ نے اُسے بُلایا تو وُہ بلا حیل و حجت مُلک ڈنمارک جانے کے لئے تیار ہو گیا۔ یہ سُن کر تمام ششدر رہ گئے، کہ یہ شخص اپنے مُلک، ناتہ داروں اور وطن کو کیسے چھوڑیگا۔ نائب میر راہب اُوٹ برٹ مشکلات کے پیشِ نظر اِس کا معاون و مددگار ہونے کے لئے ساتھ چلا۔ یہ سب عام جہاز میں جس میں وحشی سپاہی تھے سوار ہو گئے۔ راستہ میں ہر طرح کا دُکھ اُنہیں دیا گیا۔ لیکن جب یہ کولون سے گذرے تو بشپ آف کولون نے اُنہیں اپنی ایک عُمدہ کشتی عطا کی تاکہ بلا خوف رائین (RINE) میں سفر کر سکیں۔ بادشاہ نے معلوم کر کے کہ اُن کی کشتی پختہ و کشادہ ہے خُود بھی اُس میں سوار ہو گیا۔ سو مخلصانہ رہائش سے اِن کی رفاقت و راہ و رسم میں اضافہ ہو گیا۔ انسکار نے ڈنمارک (DENMARK) پہنچ کر مدرسہ قائم کیا تاکہ ڈینز کے بچے اس میں تعلیم و تربیت حاصل کر کے آئندہ نسلوں کے لئے مشنری بن جائیں۔ اُوٹ برٹ بیمار ہو کر واپس لوٹ گیا۔ عوام شاہ ہیرلڈ کے مسیحی ہونے سے اُس کے جانی دُشمن بن گئے اور سلطنت سے نکال دیا۔ انسکار اِس افراتفری میں واپس جرمنی چلا گیا۔ یہ موقع تھا جبکہ سویڈن کے بادشاہ نے شاہ لیوس جرمنی کے پاس سفیر بھیج کر عرض کی تھی کہ ہمارے قومی تعلقات بدستور قائم ہیں اور ہم اِن کے پیشِ نظر یہ

چاہتے ہیں کہ جس مذہب نے آپ کو بلند کیا ہے اور اسرارِ آسمانی کو آپ پر منکشف کیا ہے، اُس کو اپنالیں۔ تاکہ ہم قومی اور مذہبی طور پر متحد ہوں۔ بادشاہ نے انسکار کو موزوں سمجھا کہ وہ سویڈن جائے۔ راستہ میں بحری ڈاکوؤں نے اُس کا مال و اسباب لُوٹ لیا اور اُس کے پاس کتابِ مُقدّس بھی نہ رہنے دی تو بھی یہ پست حوصلہ نہ ہُوا۔ لق و دق جنگل اور برفانی مُلک کی سرد ہوا کے جھونکوں کو برداشت کرتا ہُوا شاہ یُورن کے دربار میں پہنچ گیا۔ بادشاہ بہت خوش ہُوا اور اُسے اجازت دی کہ وہ مُلک کے طول و عرض میں بشارت دے۔ سو بشپ آف ہیمبرگ کی حیثیت میں اس نے مسیحیت کو پھیلایا۔ شاہ ہیرلڈ ڈنمارک کے مرجانے کے بعد شاہ ہُورک جانشین ہُوا۔ جو جنگجو وحشی تھا۔ مسیحیت سے اُسے پیار نہ تھا۔ اُس نے اپنی لشکر کشی میں ہیمبرگ کو لپیٹ میں لے لیا۔ مسیحیوں کو قتل کیا۔ گرجے جلادیئے۔ سو انسکار نے مناسب سمجھا کہ وہ شاہ ہُورک کے رُو برُو پیش ہو کر معذرت نامہ پیش کرے۔ لیکن کس طرح؟ اِس تجویز کے زیرِ غور شاہ سویڈن نے اِسے اپنا سفیرِ خاص بناکر شاہی دربار میں بھیجا۔ شاہ ہُورک اُس کے کردار حسن و اخلاق کا گرویدہ ہو گیا اور مسیحیت کو قبول کر لیا اور اُسے ڈنمارک میں بشارت کی اجازت مل گئی۔ اتفاقاً سویڈن کا بادشاہ بھی راہیِ مُلکِ بقا ہُوا تو اُس کا جانشین شاہ اُولف بھی مسیحیوں کو ستانے لگا۔ جب دردبھری کہانیاں ڈنمارک پہنچیں تو اُس نے شاہ ڈنمارک سے شاہ اولف کے نام تصدیقی و مراعاتی خط لیا تاکہ سویڈن پہنچ کر مسیحیوں کو تسلی دے۔ دوستوں نے منع کیا لیکن انسکار نے کہا کہ "میں مسیح کے نام میں مرنے کو تیار ہُوں۔" بادشاہ سویڈن کے دربار میں پیش ہو کر اُس نے التجا کی کہ وہ مسیحی ہونے کا اعلان کرے۔ بادشاہ نے اُمرائے وزراء اور رؤسا کو اکٹھا کیا تاکہ اُن کی مشورت حاصل کرے۔ تب ایک نواب نے کہا "اے شاہ اور میری اُمت کے بزرگو! میری بات سنو۔ اُس خداوند یسُوع کی نسبت ہم پہلے سن چکے ہیں اور یہ اُن کے لئے فائدہ مند بھی ہے، جو اُس پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ ہم ہی سے بعض نے اِس مذہب کے حصُول کے لئے ڈورسٹڈ تک سفر کیا اور اُسے قبول بھی کر لیا۔ اب ہم اِسے کیوں قبول نہ کریں جسکے لئے ہم نے تگ و دو کی ہے۔ اب یہ مذہب ہمارے قریب بلکہ ہمارے دروازوں میں ہے۔" تب سب نے اِسے قبول کر لیا۔ انسکار چونتیس برس یہاں خدمت کرنے کے بعد

۸۶۵ء میں خداوند میں ابدی خوشی و آرام کے لئے سو گیا۔

پانچواں باب

اسلام کا عروج و غلبہ

حضرت محمدؐ عربی ۵۷۰ء ماہ ربیع الاوّل بروز منگلوار قریش قبیلہ کے ہاشم خاندان سے شہر مکّہ میں اپنے باپ عبداللہ کی وفات کے بعد پیدا ہوئے۔ ان کی ماں آمنہ خاوند کی جدائی کے صدمہ کو نہ برداشت کرتے ہوئے ۵۷۶ء میں انتقال کر گئیں۔ تب حضرت محمدؐ بن عبداللہ کے چچا ابو طالب محافظ ہوئے۔ لیکن ان ایاّم میں ہاشمی خاندان سیاسی طور پر کمزور ہو چکا تھا۔ اور ان کے رقیب بنی اُمیہ مضبوط تھے۔ سو بنی ہاشم پانی پلانے کی خدمت پر مامور رہے۔ اور حضرت محمدؐ بھیڑ بکریوں کی نگہداشت کرتے تھے[1] لیکن چونکہ ان کے چچا ابوطالب تاجر تھے۔ اِس لئے اُن کے ہمراہ کبھی کبھی شام۔ بصرہ اور یمن میں جاتے تھے۔ شام مسیحی[2] ملک تھا۔ سو مسیحیوں سے اِن کی آشنائی و مراسم قائم ہو گئے۔

۵۹۵ء میں حضرت محمدؐ کی شادی متمول عورت خدیجہ خاندان قریش سے ہوئی۔ یہ بھی تاجرہ تھی۔ اِس نے حضرت محمدؐ کو ایماندار سمجھتے ہوئے شادی کر لی جس سے اُن کی ازدواجی زندگی خوشحال ہو گئی۔ اور جب تک یہ زندہ رہیں حضرت محمدؐ نے کوئی اور شادی نہ کی۔ ازدواجی خوشی اور خاندانی شادمانی کی وجہ سے حضرت محمدؐ کو کافی فرصت حاصل ہوئی جس میں وہ اپنے ملک اور قوم کی حالت پر غور کرنے لگے۔ اِس اثنا میں خدیجہ کے بطن سے دو بیٹے اور چار بیٹیاں پیدا ہوئیں لیکن صرف ایک لڑکی بنام فاطمہ زندگی کے عروج و کمال کو پہنچی۔ اُن دنوں حضرت محمدؐ حجرِ اسود کے اتفاقیہ تنازع کے تصفیہ میں "الامین" بھی کہلانے لگے۔

---

[1] تلخیص الصحاح جلد سوم صفحہ ۶۱، [2] سیرت ابنِ ہشام صفحہ ۵۴۔

سنہ ۶۰۵ء میں حضرت محمدؐ نے اپنے چچا ابو طالب کے فرزند حضرت علی کو اپنی سرپرستی میں لے لیا اور زید بن حارث جو غالباً غلام اور پیدائشی مسیحی تھا اُس کو متبنیٰ بنا لیا اور جماعت حنیفہ میں شامل ہو گئے۔ سنہ ۶۱۰ء میں جب اُن کے رُوحانی خیالات اور زیادہ مشتعل ہُوئے تو غارِ حرا میں[۱] گوشہ نشینی اختیار کی۔ اِس اثنا میں ورقہ بن نوفل بھی انہیں مذہبی تعلیم دیا کرتا تھا۔ سنہ ۶۱۱ء میں پہلی دفعہ وحی نازل ہُوئی تو یہ بہت گھبرائے جبکہ فرشتہ نے کہا:۔ (سورۃ العلق)

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۔ یعنی پڑھ، اپنے پروردگار کے نام میں جس نے پیدا کیا۔ پیدا کیا آدمی کو منجمد لہو سے۔ پڑھ اور تیرا پروردگار بہت کرم کرنے والا ہے۔

چونکہ یہ اُمّی تھے تین دفعہ کہلوانے پر یہ آیت پڑھی گئی۔ عوام نے سمجھا جس شخص پر جن سوار ہوتا ہے وُہ ایسے کلمات بولتا ہے۔ لیکن خدیجہ کے یقین دلانے پر انہیں تسلّی ہُوئی۔ سنہ ۶۱۳ء میں پھر الہام نازل ہُوا۔ اور انہیں یقین کامل ہوگیا کہ وُہ عرب کے پیغامبر ہیں۔ لوگوں میں خفیہ[۲] طور پر جماعت حنیفہ کی تعلیم دینی شروع کی۔ چنانچہ حضرت خدیجہ۔ علی۔ زید۔ ابوبکر اور عثمان مُسلم ہو گئے جن کے ساتھ کئی غلام بھی شاملِ ایمان ہُوئے جب اِس نئی تحریک کا بنی قریش کو پتہ چلا تو غیظ و غضب میں غلطاں و پیچاں ہو کر نو مسلم کو تنگ کرنا شروع کیا۔ اِس لئے حضرت محمدؐ نے سنہ ۶۱۵ء میں اپنے پیروکاروں کو مشورہ دیا کہ وُہ مسیحی بادشاہ نجاشی شاہ حبش ایبے سینیا کے ہاں پناہ کے لئے چلے جائیں۔ سو متبعین سے گیارہ[۳] مرد۔ چار خواتین اور بعدہ ۸۳ مرد اور ۱۸ خواتین بھاگ کر پناہ گزیں ہُوئے۔ شاہ نجاشی نے بڑی خاطر و مدارت کی اور خوراک و حفاظت کا بہترین انتظام کرتا رہا اور اس نوخیز تحریک کو نابود ہونے سے بچا لیا اور بے ریا مسیحی محبت کا ثبوت دیا۔

مہاجرین حبش مکہ میں عوام کے مسلمان ہونے کی خبر سُن کر واپس لوٹ آئے حضرت محمدؐ نے مکی سرداروں و اُمرا سے (۵۳/۱۹) مصالحت کر لی لیکن یہ خراب ثابت ہُوئی۔ کیونکہ حضرت محمدؐ نے دوبارہ (۱۱/۷۵، ۲۲/۵۱) اعلان کیا سو اب اُنہیں مکہ چھوڑنا پڑا اور مدینہ کا رُخ کیا

[۱] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۷۷،۸۰۔ بخاری جلد دوم صفحہ ۳۱۶ [۲] سیرت ابن ہشام صفحہ ۸۲ [۳] سیرت ابن ہشام صفحہ ۹۱

جب مدینہ پہنچے تو اُن کے پاس خورد و نوش کا سامان نہ تھا - راستہ میں بیماری و محتاجی نے دُکھ دیا - لیکن انصار نے مہاجرین کو آنکھ کی پُتلی میں جگہ دی - اپنے مکانات اُن کی تحویل میں کئے - اور عزیزوں سے زیادہ محبت و عزت کی - لیکن گرد و پیش کے قبائل کا ڈر یہاں تک تھا کہ ہر وقت گھروں میں ہتھیار بند رہتے تھے - اس لئے حضرت محمدؐ نے ہجرت میں جو پہلا کام کیا وُہ یہ تھا کہ طاقتور مشائخ سے معاہدے کر لئے جس کی شرائط یہ تھیں :-

۱- فریقین اپنے اپنے مذہب کی پیروی میں آزاد ہیں -

۲- دونوں میں اگر ایک فریق کسی فرقہ سے صلح کرے تو دُوسرا بھی اُس صلح کو مانے -

۳- اہلِ یہُود اور اہلِ اسلام کا محاذِ جنگ متحدانہ ہو -

۴- مذہبی جنگوں یعنی جہاد میں ایک دُوسرے کی مدد کرنا لازمی نہیں ہے -

حضرت محمدؐ چاہتے تھے کہ فوجی متحدانہ محاذ اور اتحادیوں کے وسیلہ سے اہلِ مکہ کی طاقت کو توڑ دیا جائے - اس لئے قریش خاندان سے متعلق فرقوں سے دوستی پیدا کر لی اور جہاد کی تعلیم و تلقین کی (۲۲/۴۰-۴۱ ، ۲/۱۸۷-۱۸۹ ، ۲۵/۵۴ ، ۶۰/۱ ، ۹/۲۴ ، ۹/۱۲۰) سو انیس غزوہ میں وُہ خُود شریک جہاد ہُوئے -

۶۲۴ء میں ابو سُفیان جس کی فوج میں ایک ہزار سپاہی اور سو گھوڑے تھے بدر کے مقام پہ آیا تو مسلمان ۳۱۹ آدمیوں - دو گھوڑوں اور ۷۰ اُونٹوں کی تعداد کے ساتھ لڑے - اہلِ قریش کے ۷۰ آدمی مارے گئے اور ۷۰ قید کر لئے گئے ان ۷۰ اشخاص میں خاص اُمرا و جنگجُو مرد تھے - لیکن مسلمان صرف چودہ مرے - مسلمانوں نے میدان جیت لیا اور اُنہیں احساس ہُوا کہ یہ فتح معجزانہ ہے سو اس دن کو یوم الفرقان یعنی تمیز کا دن کہتے ہیں جس میں نیکی نے بدی پہ فتح پائی - کمزور فرقے جو پس و پیش میں تھے کہ معاہدہ میں شریک ہوں اور حضرت محمدؐ کا ساتھ دیں کہ نہ دیں - خُود بخُود اتحاد کے لئے ہاتھ بڑھانے لگے - یہُودیوں کو یہ فتح بُری لگی جس کی وجہ سے ۶۲۸ء میں آپ نے یہُودیوں کو زیر کیا - یُوں اسلام کی بنیاد مستحکم ہو گئی - اِس جنگ خیبر میں[۱] زینب بنت حارث یہُودی عورت نے بکری کے گوشت میں انہیں زہر دے دیا متعلقہ ساتھی

---

[۱] بخاری جلد اوّل صفحہ ۳۵۹ -

محافظ بشیر بن براء مع کھا کر مرگیا۔ لیکن اُنھوں نے نوالہ چبا کر تھوک دیا۔ یہودن سے پُوچھا گیا کہ تُو نے یہ کیا کیا تو اُس نے کہا اس امتیاز کے لئے کہ آیا تو نبی ہے یا نہیں۔ پہلے تو اُسے معافی بخشی پھر صحابی کی موت کی وجہ سے اُسے قتل کروا دیا۔ لیکن اس واقعہ کے چار سال بعد جب آنحضرت پر مرض الموت نے غلبہ پایا تو آپ نے کہا کہ "یہ مرض اُسی نوالہ کا اثر ہے"۔ اس نزا بت میں قیاصر روم۔ ایران مصر۔ حبش نجاشی اور عربی مشائخوں شاہ یمن۔ خسرو پرویز کو دعوتِ اسلام کے خطوط لکھے۔ شاہ رُوم کو جو خط لکھا گیا وہ یہ تھا۔[1]

"شروع ساتھ نام اللہ کے جو مہربان و بخشنے والا ہے۔ محمد کی طرف سے جو خدا کا بندہ اور رسول ہے رُوم کے رئیس اعظم ہرقل کے نام جو ہدایت کا پیرو ہے اُس کی سلامتی ہو۔ میں آپ کو اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ اگر تُو اسلام قبول کرے تو سلامت رہے گا۔ اور اللہ تجھ کو دوگنا اجر دے گا ورنہ اہلِ مُلک کا گناہ تمہارے ذمہ ہوگا۔ اے اہلِ کتاب ایسی بات کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں مساوی ہے یعنی یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی پرستش نہ کریں اور اللہ کے سوا ہم کسی کو خدا نہ بنائیں اور اگر تم قبول نہیں کرتے تو گواہ رہو کہ ہم مانتے ہیں۔"

ایسا ہی خط جب شاہ ایران کے پاس پہنچا تو اُس نے پھاڑ کر پھینک دیا۔ لیکن شاہ مصر نے بطور نذرانہ دو لونڈیاں جن میں ایک مریم مسیحی تھی اور ایک گھوڑا دُلدل دے کر واپس بھیج دیا۔ اِس سال خالد بن ولید اور عُمر بن عباس زبردست سورماؤں نے اسلام قبول کر لیا۔ لیکن دعوتِ اسلام کی وجہ سے شرجیل بن عمرو عیسائی بادشاہ بصرہ نے بمقام موتہ (شام) جنگ کی جس کے حامی قریش تھے سو حضرت محمدؐ کو قریش پر غصہ آیا اور یہ پیغام بھیجا کہ ان شرائط میں سے کوئی شرط قبول کر لو۔[1]

(۱) مسلمانوں کی جانوں کی قیمت دو۔

(۲) اپنے ساتھیوں کو جنگی مدد دینا بند کرو۔

(۳) صُلح حدیبیہ کا خاتمہ کر دو۔

قریش نے تیسری شرط منظور کی جس پر حضرت محمد لشکر جرار لے کر حملہ آور ہوئے

---

[1] تلخیص الصحاح جلد پنجم صفحہ ۲، ۳۰۔

اور مکہ والوں کو شکست فاش دی اور جتنے دشمن تھے سپردِ تیغ کئے گئے حضرت محمدؐ اب مکہ پر واحد قابض تھے۔ کعبہ کی سب مورتیں تباہ کر دی گئیں۔ بت پرستی کے نشانات مٹا دیئے گئے۔ کعبہ کے دروازہ پر فتح کا خطبہ پڑھا گیا اور پندرہ دن قیام کے بعد واپس مدینہ لوٹ آئے۔ مدینہ مستقل رہائش گاہ و دار السلطنت قرار دیا گیا۔ چند مسیحی فرقے تلوار کے ذریعہ سے مجبور کئے گئے کہ وہ جزیہ دیں اور نجران کے مسیحوں نے خراج دینا قبول کر لیا۔ سو حضرت محمدؐ سادگی لیکن تمکنت وجاہ و جلال کے ساتھ سلطنت کی کارگزاری کرتے رہے۔ ملاحظہ ہو:-

۹۸/۱۳ اے ایماندارو! جب رسول سے مصلحت کے لئے آؤ تو کچھ نذر لیتے آؤ۔ سورہ مجادلہ آیت ۱۳۔

جو کچھ رسول تم کو دے اُسے لے لو اور جس سے منع کرے باز رہو۔ (حشر آیت ۷)

۲۴/۶۳ رسول کا بلانا ایسے نہ ٹھہراؤ جیسے تم آپس میں بولتے ہو۔ (نور، آیت ۶۳)

۴۸/۹ اللہ اور اُس کے رسول کی تعظیم صبح و شام کرو۔ (سورہ فتح آیت ۹)

۴۹/۱-۳ اللہ اور اُس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اُس کے لئے بلند آواز سے نہ بولو۔ (حجرات آیت ۱-۳)

جب حضرت حج کے لئے مکہ تشریف لائے تو اُنہیں زہر کی کمزوری کے باعث محسوس ہونے لگا کہ وہ اس جہانِ فانی سے کوچ کرنے والے ہیں۔ سو وہ اپنے مومنین کے لئے قرآن و آلِ رسول چھوڑ کر ۷ جون ۶۳۲ء کو ۶۳ برس کی عمر میں انتقال فرما گئے۔ لیکن وقتِ نزاع کسی کو جانشین مقرر نہ کیا۔

اِس مذہب اسلام کا عقیدہ مفصل یہ ہے۔ مَیں ایمان رکھتا ہوں اللہ پر۔ اُس کے فرشتوں پر۔ اُس کی کتابوں پر۔ اُس کے رسولوں پر۔ آخری دن پر۔ قیامت پر اور اِس پر کہ نیکی و بدی اُسی کی طرف سے ہے۔ اور مجملاً ایمان یہ ہے کہ مَیں اللہ پر۔ اُس کے ناموں پر۔ اُس کی صفات پر ایمان رکھتا ہوں اور اُس کے تمام احکام مانتا ہوں جاذب طبیعت بجزۂ نیک اعمال جنت یا فردوس ہے۔ جس کو جنت الخلد۔ دار السلام دار القرار۔ جنت العدن۔ جنت الماوٰی۔ دار الآخرت کہا گیا ہے۔ اور گناہ سے خوف اور

ڈر پیدا کرنے کیلئے اس کا واجباً نتیجہ دوزخ یا جہنم بتایا جسکو ہاویہ - نارہ - گڑھا - اُبلتا پانی و پیپ پشیمانی اور بائیں ہاتھ ہونا بتایا گیا ہے - اِن کے علاوہ فرائض کلمہ - روزہ - نماز - زکوٰۃ اور حج مقرر کئے گئے -

عقیدۂ بالا نے عوام کو ایک بنا دیا حضرت محمد صاحب نے اخوت و برادری کی رُوح پھونک کر اُن کے قومی جذبہ کو تحریک دی - مُسلم کا مُسلم کے بالمقابل لڑنا محال ہو گیا - ذات کی کٹھن و لایعنی تمیز اُٹھ گئی سب مُسلم مُسلم ہونے کی حیثیت میں ایک تھے لیکن اُس کے علاوہ جو دیوانہ وار ولولہ جاذبیّت پیدا ہوا وُہ شوق و ذوقِ تبلیغ تھا حضرت محمد صاحب کی سپاہ سیاسی نہ تھی اور نہ ہی بین الاقوامی اصُولات کے تابع تھی کہ مذہبی سپاہ تھی اور اپنے ایمان کی اشاعت اور اُس پر کٹ مرنا اُن کا شیوہ تھا - تلوار آسمان اور دوزخ کی کُنجی تھی - کیونکہ جو جنگ میں شہید ہوتے اُن کے گُناہ بخشے جاتے اور جو جہاد سے بھاگتے اُن کا ورثہ جہنم - سو اس تعلیم نے عربی لوگوں کے جذبات کو مشتعل کر دیا اور وُہ ترقی کرتے گئے -

عربی لوگ سپاہ گری میں ماہر تھے اور ضبط کی کمی کو وُہ اپنے جوشِ طبع سے پُورا کرتے تھے بچپن سے وُہ تلوار - نیزہ اور کمان سے آشنا تھے - وُہ خانہ بدوش تو تھے لیکن سواری میں ماہر اور اُن کی زندگی زیادہ تر ڈاکہ زنی اور لوٹ میں بسر ہوتی تھی جب ایسی جنگ جو اور حرّیت کی پرستار سپاہ حضرت محمد صاحب کی قربت میں آ گئی تو اُس نے اور اُس کے بعد خلفاء نے کئی فتوحات حاصل کیں - ۶۳۲ء میں مسلمان سریا پر قابض ہو گئے اور یروشلم کو بھی فتح کر لیا - پھر افواجِ اسلام نے مصر - ترپولی اور نصف صدی میں تمام شمالی افریقہ کو فتح کر لیا - مسلمانوں کے جذبۂ شوق نے دو کہ ہر مُلک - مُلکِ ما است کہ مُلکِ خُدا است " جبرالٹر کو فتح کرتے ہوئے طارق سالارِ اعظم کی سرکردگی میں سپین کو ۶۵۰ء میں اپنی لپیٹ میں لے لیا - اب تمام مغربی یورپ اُن کی دسترس میں تھا - لیکن ٹور کے مقام پر دریائے لُورے کے کنارے چارلس مارٹل نے جو چارلس اعظم کا دادا تھا - سارسانی مُسلم فوج کے سپہ سالار عبدالرحمان کو شکست فاش دے کر ہمیشہ کے لئے سیلاب کی روانی کو بند کر دیا - اِدھر مسلم فوج نے بحری بیڑوں کے وسیلہ سے جزیرہ کریت و سسلی بھی فتح کر لئے اور جنوبی اٹلی اور کارسکا اور سارڈینا کے جنوبی حصص کو فتح کر لیا - قسطنطنیہ کی عظیم بیزنطانی مسیحی مشرقی سلطنت اسلام کی چالیس سالہ تگ و دو کے بعد ۱۴۵۳ء میں سلطان محمد دوم کی دو لاکھ

فوج کے وسیلہ سے ترکوں کے قبضہ میں آگئی ۔سینٹ صوفیا کا گرجہ جس کی نظیر دشمال مشرقی و مغربی سلطنت میں ملنا محال تھی اورجو مشرقی سلطنت کا شاہی گرجہ تھا لیکن رُومی دولت سے بنا تھا شاہی مسجد میں تبدیل کر دیا گیا ۔سینٹ صوفیا کی تعمیری فن کاری اطالوی ہے چھ سال کی تگ و دو اور متواتر محنت کے بعد مکمل ہُوا ۔اور ۵۳۷ء میں اُس کی تقدیس ہُوئی ۔ الطار سونے سے ملفوف اور ہیرے جواہرات سے مرصّع تھا ۔پردے نقرائی اور منبر سنگِ مرمر کا تھا ۔دروازے کھڑکیاں اور روشندان قیمتی پتھروں اور سنگ مرمر کے بنے ہُوئے تھے ۔باقی عمارت عام پتھروں کی تھی جس پہ مرمریں رنگ کی ملمع کاری تھی ۔لیکن اندرونی دیوار و فرش کی فن کاری وجلالت کا بیان کون کرے جس میں کہیں تو فروگیہ کے نقرائی و گلابی پتھر برجستہ ہیں اور کہیں اوسیائی دریا کی روانی کی سُرخ لہروں والے پتھروں کی آب و تاب ہے ۔ کہیں لدّا کا سُرخ دھاریدار پتھر شہادت کا خُون پیش کر رہا ہے اور کہیں فرانس کا سنگ مرمر مرمریں پاکیزگی کا دعویدار ہے کہیں انگلستان کا سیاہ لیکن سفید داغوں سے مرصع پتھر ظلمت میں مسیحیت کے چمکتے ہوئے ستاروں کا نمائندہ ہے ۔عجیب فن کاری وگلکاری ہے ۔ قُدرت نے شفاف ۔مرصع ومجلّا غالیچہ بچھا رکھا ہے ۔پتھروں کی رنگینی منقوش انداز میں دیکھتے ہی انسانی خیالات پروردگار عالم کی لامحدود رنگا رنگ صنعت کی طرف مبذول ہو جاتے ہیں ۔یکسوئی کا بذاتہٖ سماں بندھ جاتا ہے ۔اور اُس پروردگارِ عالم کو تصوّر و حقیقت میں دیکھتا ہے جو سب کا پروردگار ہے ۔لیکن مذہبی یورش و حد بندیوں نے اُسے مسجد میں منتقل کر دیا ۔ ۔لیکن تو بھی یہ مسیحی عبادت گاہ اب تک شاید ہے کہ خُدا کی بادشاہت کو مادی طاقتیں کبھی منہدم نہیں کر سکتیں اور عالم ارواح کے دروازے کلیسیا پر غالب نہیں آسکتے ۔تاہم کلیسیا اُس بڑھتے ہُوئے اسلامی سیلاب کو روکنے میں کمزور کیوں تھی ؟ وجہ یہ تھی کہ مسیحیوں کی حالت زمانہ متوسط میں دگرگوں تھی ۔تحریک نفس کُشی پیدا ہو چکی تھی ۔ مینار پر کھڑے رہنا ۔ہاتھ پاؤں کو ساکت کر لینا عام شیوۂ نفس کُشی تھا ۔ عوام خانقاہوں میں رہتے تھے ۔تعلیم یافتہ سیاست دان راہبی چوغہ میں مطمئن تھے ۔ سیاسی جوش قومی جذبہ اور مسیحی ولولہ مُلک سے ناپید تھا ۔ تبلیغ انجیل کے مراکز راہب خانے تھے ۔ انجیل کا ترجمہ عربی میں اب تک نہ ہُوا تھا ۔لوگ غیر مستند قصص و کہانیاں

شوق وذوق سے سُنتے تھے ۔ مذہبی شعور وواقفیت سے نابلد تھے ۔ اُخوت و برادری کا مسیحی محاذ منتشر ہو چکا تھا ۔ مشرق و مغرب کی لایعنی ولغو تفریق سدِ راہ تھی ۔ مسائل پر کُشت وخُون ہو رہا تھا ۔ بدعتی لوگ بھاگ کر دمشق و عرب میں پناہ گزیں ہوئے اور اُنہوں نے عالم مسیحیّت کی جاسوسی کی یہ ابتری وافراتفری کی حالت مُسلم فوجوں کے لئے سازگار ثابت ہُوئی ۔ نسطوریس بدعتی کثیر التعداد لوگوں کو برگشتہ کر کے حدُودِ سلطنت سے باہر نکال دیا ۔ کونسل کلسیڈان میں یوٹیکیز کو بدعتی قرار دینے سے ملک مصر کلیسیا سے باغی و برگشتہ ہو گیا تھا ۔ اجتماعی گروہ بندی ـــــــ میں مسیحیت کے افراد درُست تعلیم سے واقف نہ ہونے کے باعث اور کلیسیا سے برگشتگی کی وجہ سے مسلمان ہو گئے ۔ عرب میں مسکن گزیں مسیحیوں کے لئے یہ قانون تھا کہ سوائے مسلمان کے کوئی دیگر عرب میں نہیں رہ سکتا تھا سو اس طرح یہودیوں اور مسیحیوں کو جو مذہب اسلام کی قبولیّت سے اجتناب کرتے تھے مُلک کو چھوڑنا پڑا ۔ بعض نے جزیہ سے بچنے کے لئے اسلام قبُول کر لیا ۔ اور بعض مسیحیوں کو معاشرتی و اقتصادی دباؤ نے اسلام قبُول کرنے پر مجبور کر دیا ۔

اسلام کا ہر تاجر و گدا مبلّغ تھا اور ہر مبلّغ سپاہی ۔ اگر حملہ میں متحد تھے تو نماز میں بھی یک صف تھے ۔ اسلام میں نسلی امتیاز ۔ قومی تفرق اور مُلکی حد بندی نہیں تھی ۔ اگر انڈونیشیا کے مُسلمانوں کو دُکھ پہنچتا تھا تو عرب کیا اُس سے پرے مراکشی مسلمانوں کے جگر پاش پاش ہو جاتے تھے ۔ مسیحیوں کا موجُودہ حال دگرگوں تھا اگر اب اندازِ تعداد صحیح ہو تو تقریباً اڑھائی ارب دُنیا کی آبادی کی تقسیم اس طرح ہے ۔

۳۰ کروڑ ۳۸ لاکھ ہندو سِکھ

۱۵ کروڑ ۲ لاکھ بدھ مذہب

۳ کروڑ پارسی

۱ کروڑ پندرہ لاکھ یہُودی

۳۰ کروڑ ۳ لاکھ کنفیوشسٹ

۷۸ کروڑ ۶۳ لاکھ مسیحی

۳۵ کروڑ وحشی

۳۱ کروڑ ۵۷ لاکھ مُسلمان

اگر بانمیز و تفریق دیکھا جائے تو مسلمان ہے:۔

۱۰ کروڑ	ہندو پاکستان
۲ کروڑ ۶۰ لاکھ	مصر اور سوڈان
۵ کروڑ	چین
۱½ کروڑ	ایران
۳۵ لاکھ	یمن
۲ کروڑ	صحرائے اعظم
۷ لاکھ	امریکہ
۱ کروڑ ۱۷ لاکھ	عرب و عراق
۲ کروڑ	ترکستان
۱۱ لاکھ	بلغاریہ
۱۲ لاکھ	حبش
۶ کروڑ	انڈونیشیا
۳۵ لاکھ	لیبیا ٹونیشیا
۳۷ لاکھ	سب گال و فرانس
دو کروڑ ۸۲ لاکھ	الجیریا نائجیریا
۲۶ لاکھ	مالٹا فرنچ گنیٹی
۲۵ لاکھ	یوگوسلاویہ پرتگال
۳ کروڑ	تبت
۸۵ لاکھ	عرب
۱ کروڑ ۵ لاکھ	کابل و قندھار

اس سے دس سال قبل مسلمانوں کی تعداد دنیا میں تقریباً ۲۳ کروڑ تھی لیکن اب ۳۲ کروڑ ہے یعنی سابقہ مردم شماری سے ۹ کروڑ کا اضافہ ہے یوں مسلمانوں کی تعداد دن بدن ترقی پر ہے۔

اب یہ دیکھیں کہ ہمارے لئے مسیحی بشارت و تبلیغ کا میدان کتنا وسیع ہے اور کتنی غیر مسیحی آبادی ہے جس کے لئے ربنا المسیح نے جان دی اور خون بہایا۔ دعا ہے کہ وُہ دن جلد آئے جبکہ تمام دُنیا اُس میں ہو اور وُہی دُنیا کا بادشاہ ہو۔

چھٹا باب

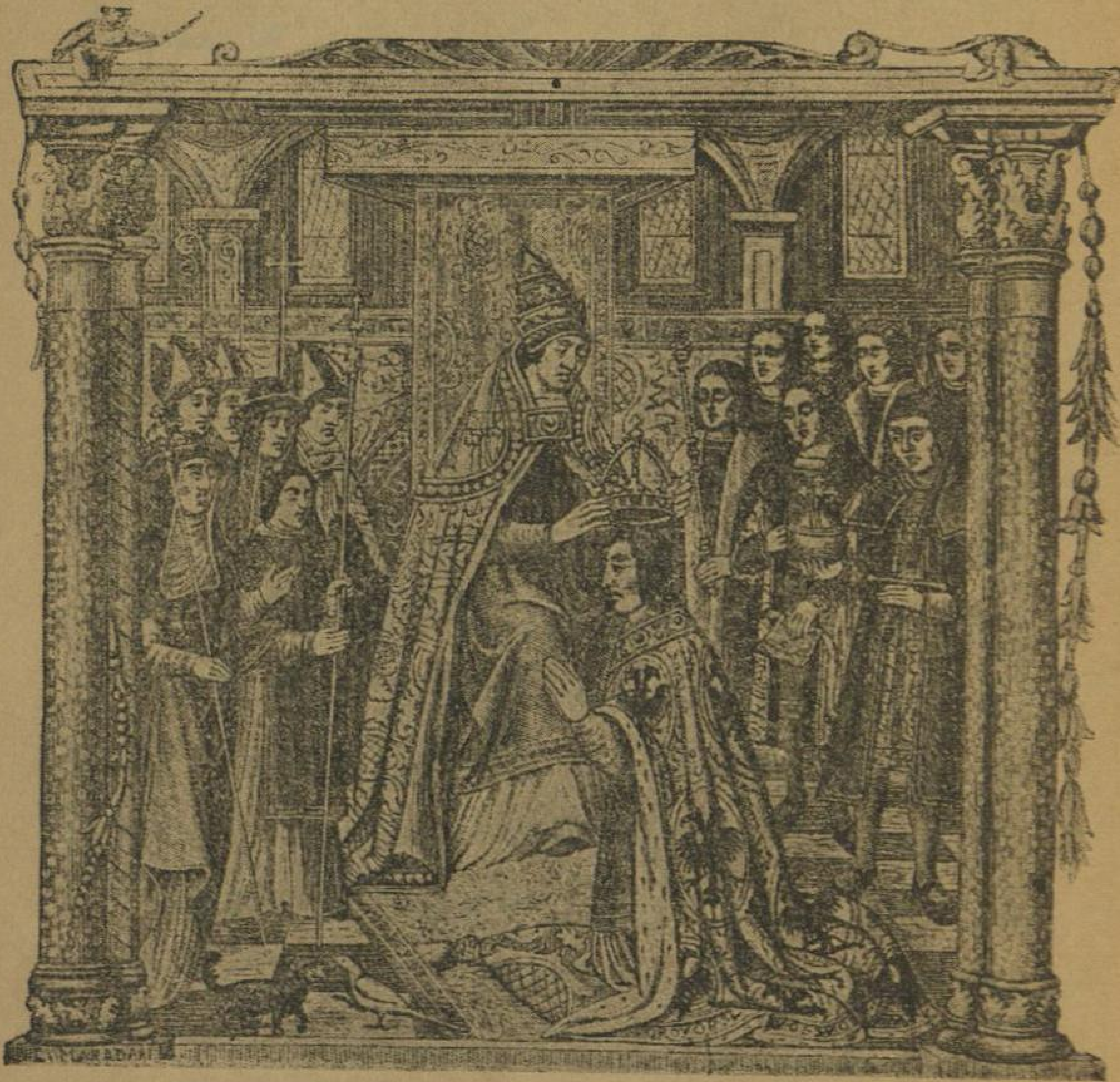
(THE REFORMS OF CHARLES MAGNE)

چارلسِ اعظم کی اصلاحات و تغیّراتِ زمانہ

مغربی سلطنت تقریباً تین سو برس تک نااتفاقی و حسد کی وجہ سے منقسم ہو کر آپس میں برسرِ پیکار رہی۔ مرکزی عنانِ حکومت اُٹھ چکی تھی۔ سب امرا بے لگام و سرکش ہو گئے تھے۔ تفرق و انحطاط سلطنت کو گڑھے میں دھکیل رہا تھا۔ مشرقی بیزنطانی سلطنت کے شاہ قسطنطنیہ کا رُعب و اثر مغرب میں قبوُل نہ کیا جاتا تھا۔ اِس بے بسی میں مسلمانانِ سارسانی کے متحدہ حملہ کا خوف دامنگیر تھا جو سلطنتوں کو لُقمہ بہ لُقمہ نِگل رہا تھا۔ ان حالات میں ملک ایسے مرد کی تلاش میں تھا جو سب کو یک دل و یک جان کرے اور ابتری میں جائز راہنما ہو۔ سن ۷۷۱ء میں شارلیمین جو چارلس اعظم کہلاتا تھا اور پیپین کا فرزند اور چارلس مارتول کا پوتا ہونے کی وجہ سے بلند ہمّت و مذہبی غیرت سے معمُور شخص تھا۔ کار سلطنت میں نمایاں رفعت حاصل کر گیا۔ وُہ فرانکس کا واحد فرمانروا تھا۔ لمبارڈ کی سلطنت پر قابض ہو گیا اور سنہ ۸۰۴ء میں ریاستِ سیکسنی کو سلطنت میں ملحق کر لیا۔ پاپائے روم لیوؔ سوم نے ۷۹۵ء میں اُسے شاہ رُوم تسلیم کر لیا۔ مقدّس پطرس کے مزار کی چابی اور رُومی جھنڈا بہ عجز کی کے ہمراہ شہر رُوما کو اپنی تشریف آوری سے زینت بخشے تاکہ حلفِ وفاداری اُٹھائی جائے۔ سنہ ۸۰۰ء میں

عید ولادت کے دن مقدس پطرس کے گرجے میں جسے کانسٹنٹائن اعظم نے تعمیر کیا تھا پاک رفاقت کی نماز میں وہ شریک ہوا۔ بشپ مسند نشین تھا لیکن خادمان دین بالمقابل نیم دائرہ میں کھڑے تھے۔ شہزادوں۔ امراؤں۔ لوپی حکمرانوں مشرقی راہبوں اور مغربی جنگجو سورماؤں سے گرجہ کھچا کھچ بھرا تھا۔ پاک رفاقت کی نماز کے بعد چارلس اعظم اُٹھا اور اپنے دو فرزندوں کو ساتھ لیا اور رُومی شہریت کو اپنایا رُومی شرفا کا لباس پہنتے ہوئے مقدس پطرس کے مرقدی مذبح کے سامنے دو زانو ہوا تب لیو ششم نے قیاصر رُوم کا شاہی تاج اُس کے سر پر رکھ دیا اور کہا یہ تاج چارلس اگسٹس کو خُداوند کی طرف سے پہنایا جاتا ہے۔ سو صُلح جو عظیم ترین شہنشاہ کی عُمر دراز ہو اور فتوحات ہمیشہ حاصل ہوں اس الحاق میں رُومی سلطنت کی سیاسی و مذہبی بُنیاد دوبارہ مستحکم ہو گئی۔ چارلس اعظم نے ضروری سمجھا کہ سلطنت قسطنطنیہ سے بھی دوستانہ تعلقات قائم کئے جائیں ادھر قسطنطنیہ میں ملکہ آئرینی حکمران تھی جس نے اپنے بیٹے کانسٹنس ششم کو معزول کر کے اندھا کر دیا تھا۔ اور پاپائے رُوم نے اُس کی حکومت کو تسلیم نہ کیا تھا تس پر بھی تجویز پیش ہوئی کہ چارلس اعظم ملکہ ائرینی سے عقد کر کے سلطنت بیزنطائن کو اپنی تحویل میں لے لے لیکن اُمرا کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے آئرینی کو ۸۰۲ء میں معزول کر دیا گیا۔ اس صدمہ کے بعد وُہ تین ماہ تک ہی زندہ رہ سکی سو ملاپ نہ ہو سکا لیکن اتحادی و مصالحانہ کوشش متواتر دس سال تک جاری رہی اور آخر کار ۸۱۲ء میں مشرقی شاہ میکائیل نے چارلس اعظم کو مغرب کا شہنشاہ تسلیم کر لیا سو اب چارلس مشرق و مغرب کا شہنشاہ اعظم تھا۔

چارلس اعظم سے قبل چارلس مارتول کے زمانہ میں کلیسیا میں تحریک "بُت شکنی" پیدا ہوئی۔ کیونکہ مُسلم سپاہیوں کی طعن یہ تھی کہ تم مسیحی بت پرست ہو۔ جدید علوم کے مسیحیوں کو یہ طعنے بُرے معلوم ہوئے اور اُن کے دل چھد گئے۔ کلیسیا نے صورت یا مورت بنانے کے متعلق یہودی جماعت کے نقطۂ خیال کی پیروی نہ کی تھی بلکہ بُت پرست رُومیوں کی۔ جنہوں نے رُومیوں $\frac{1}{19-22}$ کے مطابق حق کو ناراستی سے دبائے رکھا تھا کیونکہ جو کچھ خُدا کی نسبت معلوم ہو سکتا تھا وُہ اُن کے باطن میں ظاہر تھا۔ اِس لئے کہ خُدا نے اُس کو اُن پر ظاہر کر دیا، کیونکہ اُس کی اندیکھی صفتیں



پوپ لیو قیصر چارلس اعظم کے سر پر تاج شاہی رکھ رہے ہیں

یعنی اُس کی ازلی قدرت اور اُلوہیت دُنیا کی پیدائش کے وقت سے بنائی ہُوئی چیزوں کے ذریعہ سے معلوم ہوکر صاف نظر آتی ہے، یہانتک کہ اُن کو کچھ عذر باقی نہیں۔ اِس لئے اگرچہ اُنہوں نے خدا کو جان تو لیا مگر اُس کی خُدائی کے لائق تمجید اور شکر گزاری نہ کی بلکہ باطل خیالات میں پڑ گئے۔ اور اُن کے بے سمجھ دلوں پر اندھیرا چھا گیا وہ اپنے آپ کو دانا جتا کر بیوقوف بن گئے۔ اور غیر فانی خُدا کے جلال کو فانی انسان اور پرندوں اور چوپایوں اور کیڑے مکوڑوں کی صُورت میں بدل ڈالا تھا۔ وہ دیوتا اپالو کے ساتھ بھیڑ کا بُت بنا کر کتنے تھے بیداچھا چرواہا ہے۔ تہ خانوں میں قبروں اور مزاروں کو بھی بُتوں سے آراستہ کیا۔ گرجوں میں (آدم قد) مقدسین کے مجسمے کھڑے کئے۔ کوئی گھر، کوئی گرجہ کوئی قبر مجسمہ سے خالی نہ تھی۔ کلیسیائے رُوم نے رُومی مُورت پرستی سے شادی کر لی تھی۔ سو بُت شکن مُسلم کے طعن سے تحریک "بُت شکنی" پیدا ہو گئی۔ جب غیر اقوام کلیسیا میں شامل ہونے لگیں تو بُت یا تصویر کارآمد ثابت ہُوئی مگر تعظیم نے تو اہمات و بُت پرستی کو رائج کر دیا جس کی وجہ سے حق شناسی مفقود ہو گئی۔ تو بھی پاپائے رُوم نے تمام نتائج سے قطع نظر کرتے ہُوئے مقدس پطرس اور پولُوس کے تبرکات و دیگر مقدسین کی مُورتیوں کی حُرمت کے پیشِ نظر بُت کی تعظیم کی زبردست حمایت کی اور بتانِ خُداوند و مقدسین کو اپنی جان سے عزیز ترین سمجھا۔ اگرچہ اس طریقہ میں خُدا کی سچائی جھوٹ میں تبدیل ہوتی تھی اور مخلوقات کی پرستش عبادت خدائے محمود سے زیادہ ہوتی تھی، تو بھی پوپ نے پرواہ نہ کی اور اصولِ بُت پرستی پر کاربند رہا قیصرِ رُوم کو تعظیمِ بُت ناگوار گزری اُس نے سسلی میں پاپائے رُوم کی جاگیر ضبط کر لی اور آخر کار قیصر لیو کے بیٹے کانسٹنس نے ۷۲۴ء میں کونسل منعقد کی جس میں بتوں کا نمانہ میں استعمال کرنا ممنوع قرار دیا گیا تو بھی یہ بُت پُوجا پوپیت کے کمال و زوال کے ساتھ ساتھ ترقی و تنزل پر رہی۔

چارلس اعظم نے برسر اقتدار آتے ہی ملک میں ابتری و انتشار کو دُور کرنے کی ٹھانی۔ نظامِ حکومت کی عنان اپنے ہاتھ میں لی۔ باٹ، ناپ اور سکوں میں ترمیمات کیں۔ جرمن حیات و معاشرت کے بوسیدہ قوانین میں مسیحی اصُول و قوانین کے نگینے جڑ دیئے۔ دریاؤں پر پُل تعمیر کئے۔ نہروں کا بندوبست کیا۔ دریائے رائن اور ڈینوب کو ملا

دیا تاکہ مفید ہو سکیں رشوت و نا انصافی دُور کر دی اور لوگوں میں فیاضانہ خیرات کے مراکز کھول دیئے۔ گو چارلس اعظم راہب تو نہ تھا تو بھی اُس کا دماغ مذہبی اصلاح سے خالی نہ تھا۔ اُس نے لائق تجربکار رُوحانی راہبوں کو اُسقفیت کے عہدے کے لئے منتخب کیا۔ اور خود اُن کی تعلیم و تربیّت کی۔ اُس نے خادمانِ دین کو مجرّد رہنے کی ہدایت کی اور اُن کا شکار کھیلنا یا مسلّح ہونا ممنوع قرار دیا۔ سبت کو عبادت کی تلقین اور فضول مشاغل سے پرہیز کی ہدایت کی عوام سبت کو خوراک لا سکتے یا مُردہ دفن کر سکتے تھے۔ فوجی سامان کی نقل و حرکت منع نہ تھی۔ بشپوں کو جاگیریں دیں، تاکہ اُن کا گزارہ ہو اور تنسیخ ہبہ نامہ جاگیر شمالی اٹلی کی پاپائے رُوم کے حق میں تجدید کر دی جس سے پوپیّت کا دنیوی اختیار بڑھ گیا۔

۷۹۴ء میں قیصر رُوم بننے سے قبل چارلس اعظم نے بمقام فرینکفورٹ اپنی زیر صدارت کونسل کا انعقاد کیا، تاکہ کلیسیائی خرابیاں دُور ہوں۔ اِس کونسل کے نتیجہ پر مندرجہ ذیل احکام نافذ ہوئے:۔

(۱) بتوں کی تعظیم و پرستش کرنا بند کر دیا جائے۔

(۲) دہ یکی دینا فرض ٹھہرا۔

(۳) پاسبان اپنے حلقوں میں مسکن گزیں رہیں۔

(۴) ہر زبان میں جو کوئی سمجھتا ہو نماز ادا کی جا سکتی ہے۔ اس کے لئے کوئی خاص زبان معیّن نہیں۔

متذکرہ بالا امور سے ظاہر ہے کہ ظُلمت کے زمانہ میں بھی اُس کا دماغ اصلاحی نور سے منور تھا۔ وُہ خود تو تعلیم یافتہ نہ تھا تو بھی کُتب کا مطالعہ علماء کے ذریعہ سے جاری رکھتا تھا۔ اُس کی دلپسند کتاب مقدس اگستین کی کتاب "خُداوند کا شہر" تھی۔ اُس کے دربار میں علماء و فضلاء رہتے تھے۔ علم العروض اور ادب، علم الحکمت، امثال و پہیلیوں کو ذوق و شوق سے سُنتا تھا۔ دربار میں علم الٰہیات کا ماہر اُستاد و تعلیمی امور ید طولیٰ رکھنے والا انگریز الکین موجود رہتا تھا۔ وُہ شاہی مدرسہ میں بادشاہ کے خاندان و لواحقین کو تعلیم دیتا تھا۔ دربار کے مشیر بھی اُس کے شاگرد تھے۔ شاہ چارلس خود جماعت میں حاضر ہو کر تعلیم حاصل کرتا تھا۔ الکین کی تصنیفات کُتب تواریخ۔ علم الٰہی فلسفہ

غزلیات اور خطوط پر مشتمل ہیں جو اُس کی تعلیمی بلندی و رفعت کی آئینہ دار ہیں۔ جہاں کہیں دربار عدالت کے لئے عارضی طور پر منتقل ہوتا تھا شاہی مدرسہ بھی ساتھ ساتھ جاتا تھا۔ وُہ ہر عمر کے مرد و زن کو پڑھاتا تھا۔ اُس کا تعلیمی طریقہ بطرزِ گفتگو یعنی سوال و جواب چلتا تھا چارلس اعظم نے عوام کے لئے بھی مدرسے کھول دیئے۔ ۷۹۶ء میں الکین (AICUIN) شاہی دربار کی مصروفیات سے معذرت چاہتے ہوئے ٹورز کے راہب خانے میں خادم الدین بن کر عزلت گزین ہو گیا۔ چارلس اعظم سیاسی۔ مذہبی و تعلیمی اصلاحات کے لئے مشہور ہو گیا ہے اور آخرکار ۸۱۴ء میں عالمِ بقا میں پہنچ گیا۔

چارلس اعظم کی موت کے بعد لوئیس پائس تخت نشین ہوا۔ وُہ خدا ترس اور راستباز مرد تھا لیکن اچھا حکمران نہ تھا۔ سلطنت اُس کے عہد میں چھوٹے چھوٹے حصّوں میں بٹ کر رہ گئی۔ اور جس شیرازہ کو چارلس اعظم نے سمیٹا تھا وُہ پھر منتشر ہو گیا۔ نارسیمنوں نے جو شمال میں جابر قوم تھی اس پر حملہ کر کے رہی سہی زندگی بھی فنا کر دی گرجے و راہب خانے برباد کر دیئے گئے۔ پیرس کے بشپ صاحب کو گرجہ میں الطار کے سامنے قتل کیا۔ عوام و خادمانِ دین نے موت کو لبیک کہا۔ ۸۸۱ء میں ڈینز نے عکین کو جلا دیا۔ جنوب میں اٹلی و فرانس میں سارسانی مسلمانوں نے تباہی مچا رکھی تھی اور ۸۶۲ء میں لامذہب ماگیاروں نے دریائے ولگا کے کناروں سے اُٹھ کر یورپ کو تہ و بالا کیا۔ تباہ کاری کی آگ عالمِ مسیحیت کو سب طرف سے زک پہنچا رہی تھی آخر خداوند کی رُوح کی توانائی میں راستباز و دلیر شاہ ہنری فولر نے حملہ آوروں کو دھکیل کر سرحدوں سے نکال دیا۔ اور مُلک میں امن پیدا کیا۔ ان آزمائش کی کٹھن گھڑیوں میں بھی مبلّغین جان ہتھیلی پر رکھ کر دشمنوں کے ممالک میں بشارت دیتے رہے۔ بونیفس نے ہالینڈ و جرمنی میں اور انسکار نے ڈنمارک و سویڈن میں بے مثال بشارتی خدمت انجام دی۔

ڈینز نے انگلینڈ، سکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ پر بھی حملے کئے اور لینڈز فارن جارو آئونا۔ کنٹرڈا کاسا اور بینگر کے مشہور راہب خانوں کو لوٹ کر جلا دیا۔ ۷۹۳ء میں ایڈن وکیتھبرٹ کے راہب خانوں اور چاڈ۔ بیڈ اور ولفریڈ کے مدرسوں پر حملہ کیا گیا۔ گرجے جلائے گئے اور جو لوگ نرغہ میں آ گئے انہیں اسیر کر کے ڈنمارک میں لے گئے۔ مسیحی پراگندہ ہو گئے۔ ساحلِ سمندر کے لوگوں کے لئے ڈینز ہمیشہ کے

لئے خطرہ بن گئے۔ ۸۵۵ء میں ڈینز نے موسم سرما انگلستان میں کاٹا۔ تب اُنہوں نے مستقل رہائش اختیار کر لی اور مرشیا و مشرقی انگلیا کو فتح کر لیا۔ ویسکس میں بہادر بادشاہ الفریڈ اعظم حکمران تھا۔ کینٹ۔ سیسکس۔ کارنوال۔ مرشیا۔ نارتھمبریا کا الحاق سلطنتِ الفریڈ سے تھا۔ اِس لئے الفریڈ اعظم انگلستان کا سپہ سالارِ اعظم ہو کر ڈینز کے مقابلہ میں نکلا۔ اور اُن کی یورش کو تھام کر شمالی سرحدوں میں اُنہیں ٹھکانے لگا دیا۔ ڈینز نے الفریڈ اعظم سے صلح کر لی اور اِن کا شاہ گوتھرم اُنتیس سپہ سالاروں کے ہمراہ مسیحی ہو گیا۔ لیکن الفریڈ اعظم کی پیرانہ سالی میں ڈینز کے شاہ نے دوبارہ اعلان جنگ کر دیا۔ تب الفریڈ اعظم کے مشیروں اتھلسٹن۔ ایڈرڈ و ایڈگر نے ڈینز کے مقبوضات کو بھی اپنی عملداری میں لے لیا۔ گیارہویں صدی میں پھر ڈینز کے شاہ سوین اور شہزادہ کینوٹ نے انگلینڈ پر یورش کی جس سے ۱۰۱۷ء میں تمام انگلستان پر ڈینز کا تسلط قائم ہو گیا۔

شاہ کینوٹ ڈنمارک میں مسیحی ہو چکا تھا۔ وحشیانہ طور و طریق اُس میں ناپید تھے۔ وہ عادل۔ مہربان اور جوشیلا مسیحی تھا۔ وہ اجنبی و بدیشی کی حیثیت میں ملک انگلستان پر حکومت نہ کرنا چاہتا تھا، بلکہ حُبِ وطن رکھتے ہوئے۔ اُس نے انگریزوں کو بہترین مراتب عطا کئے۔ پاپائے رُوم کی ملاقات کے لئے جب روم پہنچا تو قیام رُوم کے دوران میں اُس نے رعیت انگلستان کو لکھا: "میں رُوما آیا ہوں تاکہ اپنے گناہوں کی معافی اور اپنی سلطنتِ انگلستان کی بہبودی کے لئے خدائے بزرگ و برتر سے دُعا مانگوں۔ میں نے عہد کیا ہے کہ مَیں انصاف۔ راستی اور حلم سے حکومت کرونگا۔ مَیں خداوند کی مدد سے جوانی کے ایّام کی تمام خود غرضیوں۔ بے پرواہیوں اور دیگر برائیوں کو ترک کرنے کو تیار ہُوں"۔ سو اِس جوشِ مسیحیت میں اِس نے انگلستان کے لئے بہت کچھ کیا۔ ڈنمارک میں انگلستانی بشپ بھیجے۔ بُت پرستی و توہم پرستی کو حکماً بند کر دیا۔ گرجے و راہب خانے تعمیر کئے گئے۔ اور حکم دیا کہ عوام عقیدہ۔ دُعائے ربّانی و دس احکام سیکھیں اور سال میں کم از کم تین دفعہ ضرور پاک رفاقت کی نماز میں شریک ہوں۔

ڈینز کی یورش کے زمانے میں تین مخصوص مقدس مبلغوں نے بشارت کے چراغ کو اپنی زندگی کی خدمت کے تیل سے بجھنے نہ دیا۔

مقدّس ایڈمنڈ
(ST. EDMUND)

۸۷۰ئہ میں شاہ ایڈمنڈ نے ڈینش شاہ انگمار کے تابع فرمان ہونے اور جزیہ دینے سے اس لئے انکار کر دیا کہ لامذہب بادشاہ کی تابعداری میں مسیحیت کی بشارت و توسیع نہ ہو سکیگی۔ اِس دلیرانہ انکار کی وجہ سے وہ حراست میں لے لیا گیا اور درخت سے باندھ کر تیروں سے چھید دیا گیا۔ مسیحیت کا دلیرانہ اقرار اور ذوق و جذبہ بشارت میں تصدیعہ و عقوبت کو برداشت کرنے کیوجہ سے مقدّس کا درجہ پایا اور ڈینز نے بھی اُسے مقدّس سمجھا۔ اُس کا جسم "ایڈمنڈبرو" یعنی بری ایڈمنڈ" یعنی "ایڈمنڈ کو دفن کرو" میں مدفون ہے اور یہاں کا راہب خانہ انگلستان میں مشہور راہب خانہ ہے۔

مقدّس الفیج
(ST. ALPHEGE)

مقدّس ایڈمنڈ سے ڈیڑھ صدی بعد ہم اتھلریڈ کے دُکھ بھرے زمانہ میں داخل ہوتے ہیں۔ ۱۰۱۱ئہ میں مقدّس الفیج آرچ بشپ آف کنٹربری تھے۔ ڈینز کے جابر سپہ سالار تھارکیل نے کیتھڈرل کا محاصرہ کیا اور آرچ بشپ کو پیغام بھیجا کہ وہ معبد چھوڑ کر بھاگ جائے لیکن آرچ بشپ نے کہا کہ جہاں میرے لوگ ہیں وہیں میں رہوں گا اُس نے بھاگنے سے صاف انکار کر دیا۔ پاسبانی ملاقات و پاک رفاقت کی نماز کو بدستور دفاعی افواج میں ادا کرتا رہا۔ آخرکار شہر فتح ہو گیا اور بہادر آرچ بشپ بھی اسیروں میں گرفتار ہو کر لندن لایا گیا لیکن وہ جیل خانہ کی تنگ چاردیواری میں سُست نہ بیٹھا۔ وہ ڈینش سپاہیوں میں طبی خدمت کرتا رہا جس کا یہ نتیجہ ہُوا کہ ایک ڈینز تاریک قید خانہ میں مسیحی ہو گیا۔

ڈینز آرچ بشپ الفیج کے فدیہ میں کثیر رقم طلب کرتے تھے۔ لوگ رضامند بھی تھے کہ مطلوبہ زرِ کثیر محبوب آرچ بشپ کے عوض میں دیکر اُسے آہنی سلاخوں سے آزاد کرا لیا جائے لیکن الفیج نے اپنے لوگوں کی غربت کو مدِنظر رکھتے ہوئے تاکید کی کہ اُس کا فدیہ نہ دیا جائے کیونکہ اگر مطلوبہ زرِ کثیر جمع کیا گیا تو عوام غربت فاقہ اور بیماری میں مبتلا ہو جائیں گے اِس لئے چاہیئے کہ ایک مر جائے تاکہ قوم کے افراد سِسک سِسک کر دم نہ توڑیں۔ ۱۰۱۲ئہ میں جب ڈینز سالانہ عید میں ساحلِ سمندر

پر رنگ رلیاں منا رہے تھے تو بعض متوالے سپاہی آرچ بشپ کو جیل خانہ سے باہر لے آئے اور عوام میں کھڑا کر کے فدیہ کا مطالبہ کیا۔ الفیج نے فدیہ دینے سے انکار کیا تو متوالے سپاہی جبڑوں اور سینگوں سے الفیج پر ٹوٹ پڑے اور آن کی آن میں اُس کے جسم کا ستیاناس کر دیا۔ دُکھ و درد برداشت سے باہر تھا۔ اس لئے اُس کے اپنے شاگرد تھریم نے کلہاڑی سے سر کاٹ کر درد و دُکھ کو ہمیشہ کے لئے مٹا دیا۔ دُوسرے دن سپہ سالار تھارکیل نے نعش کو لندن کے لوگوں کو دے دیا۔ جنہوں نے نہایت تعظیم و تکریم سے مقدّس پال کے گرجہ میں دفن کیا۔ الفیج نے مسیحی کردار پر جان دے دی۔ اُس سے وُہ کرنے کو کہا گیا تھا جس میں اپنی خود غرضی و زندگی کے لئے عوام کی تباہی و بربادی مضمر تھی۔ اُس نے اِس توازن میں موت کو حیات پر ترجیح دی۔

مقدّس ڈنسٹن (ST. DUNSTAN)

ڈنسٹن شاہ الفریڈ اعظم کی موت کے آٹھ سال بعد پیدا ہُوا۔ یہ کنٹربری کی نامور ہستیوں میں سے ایک ہے جنہوں نے کنٹربری کے علاقہ کو اپنے علم و عرفان سے رونق و عزت بخشی۔ یہ عالم علم موسیقی میں ماہر۔ زبردست جوہری۔ فولادی اشیا کی بناوٹ سے واقف اور فنِ طمع میں دسترس رکھتا تھا۔ زیرک و تیز فہم ہونے کی وجہ سے یہ تین بادشاہوں ایڈمنڈ ایڈرڈ اور ایڈگر امن پسند کا مشیر رہا۔ یہ مصوّر بھی تھا۔ اس کی بنائی ہُوئی تصویر جس میں وُہ اپنے آپ کو خُداوند کے قدموں میں گرا ہُوا ظاہر کرتا ہے۔ محفوظ ہے۔ باوجود درباری انتظامی اوصاف کے وُہ سادہ مزاج تھا۔ اُس کی زندگی مسیحانہ رویت سے معمور زندگی تھی۔ اُس کی زندگی کا عمل دُعا و دھیان تھا۔

ایّام طفولیّت میں شاہ ایڈمنڈ کا سپہ سالار اُس کا رفیق تھا۔ اُس نے بادشاہ کی درد بھری ہیبت ناک موت کی داستان سُنائی جس سے اِسے بادشاہ کے خاندان سے محبت ہو گئی۔ بچپن میں جب یہ سو رہا تھا۔ تو رویا میں اُس نے ایک بزرگ کو دیکھا جو چمکدار پوشاک میں ملبوس تھا۔ وُہ لڑکے سے یُوں گویا ہُوا کہ تو ہی ہے جو گلاسٹن بری کے راہب خانے کی توسیع کرے گا۔ دورانِ تعلیم میں یہ شاہ ایتھلسٹن کی موت کے بعد شاہ ایڈمنڈ کا مشیر ہُوا تو گلاسٹن بری راہب خانہ کی نظامت اِس کے سپرد ہُوئی۔ تب اِس کی رویت پُوری ہُوئی اور اُمید بر آئی۔ اس اثنا میں راہب خانوں کی اصلاح

کاخیال دامنگیر ہُوا کیونکہ راہب خانے اخلاقی پستی میں گرفتار تھے۔ بعض راہب، شادی شدہ تھے اور بعض سُستی وعیش پرستی میں اپنی زندگیاں برباد کر رہے تھے۔ ان حالات کے پیشِ نظر گلاسٹن بری کے راہب خانہ میں ضابطہ بینیڈکٹائی نافذ کر دیا۔ جسے دیکھ کر اس کے شاگرد ایتھلوالڈ نے ایبنگڈن راہب خانہ میں اصلاحات کیں۔

۹۴۶ء میں شاہ ایڈمنڈ کا بھائی ایڈرڈ تخت نشین ہُوا۔ یہ عموماً بیمار رہتا تھا۔ اس لئے ڈنسٹن نے اُمورِ سلطنت کو سنبھالا۔ ایڈوسے نے ایڈرڈ کو کمزور و نحیف سمجھ کر ملک بدر کر دیا اور خود سلطنت پر متمکن ہو گیا لیکن تو بھی مقدس ڈنسٹن کا اقتدار دن بدن بڑھتا ہی گیا۔ وُہ ورسسٹر کے بعد لندن کا بشپ بنا اور ۹۶۱ء میں کنٹربری کا آرچ بشپ بن گیا جس سے شاہ ایڈگر کو بہت فائدہ ہُوا۔

آرچ بشپ کی حیثیت میں اِس نے راہبوں اور خادمانِ دین کی مذہبی و تعلیمی حالت کو سدھارا۔ حکم نافذ کئے کہ کوئی راہب یا خادم الدین شکار۔ تاش یا جُوا نہ کھیلے۔ ہر اتوار کو وعظ کرے اور کسی نہ کسی فن وہنر میں ضرور ماہر ہو تاکہ عوام کو ہنرمند بنا کر روزی کمانے کا اہل بنا دے۔

کہا جاتا ہے کہ جب ایڈگر بادشاہ بنا تو تمام ملک میں بہترین راہب خانے گلاسٹن بری اور ایبنگڈن تھے۔ ڈنسٹن کا شاگرد ایتھلوالڈ ونچسٹر کا بشپ تھا۔ اِن دونوں نے راہب خانوں میں نمایاں تبدیلیاں پیدا کر دیں۔ شادی شدہ خادموں کو درست جگہ پر مامور کیا گیا۔ کیونکہ ۱۰۷۶ء تک ونچسٹر کی کونسل سے قبل دیہات میں شادی شدہ خادمانِ دین کے تعیّن پر کوئی امتناعی پابندی عائد نہ تھی لیکن اب وُہ راہب خانوں میں نہ رہ سکتے تھے۔ اُنہیں مجبوراً نکلنا پڑا۔ نئے راہب خانے مجرد راہبوں اور خواتین کے لئے بنائے گئے اور بینیڈکٹائی ضابطہ کو نافذ کیا گیا۔ ان سیاسی۔ مذہبی و جماعتی اصلاحات کے بعد ۹۸۸ء میں ڈنسٹن مر گیا۔ لیکن انگلستان کے مرد۔ عورتوں اور بچّوں نے اُس کی مسیحی رفاقت و پیار اور فلاحِ عامہ کی وجہ سے اُس پر نوحہ کیا اور "مقدس" کا لقب دیا۔

ساتواں باب

مشرقی و مغربی کلیسیا میں تفرقہ

کلیسیا کو خداوند کی بادشاہت۔ مسیح کا بدن۔ خداوند کی ہیکل۔ دلہن۔ بیل اور انگور کہا گیا ہے۔ لیکن ایک ہی بادشاہت۔ ایک ہی بدن۔ ایک ہی ہیکل۔ ایک ہی دلہن اور ایک ہی بیل ہے۔ یہ یگانگت یسوع مسیح کے وسیلہ سے ہے جو بادشاہت کا بادشاہ۔ بدن کا سر۔ ہیکل کا معمار اور دولہا ہے۔ یہ وہ جماعت ہے جو خداوند یسوع نے قائم کی۔ مقدس یوحنا ایشیا میں سات کلیسیاؤں کا ذکر کرتا ہے۔ لیکن وہ کلیسیائیں حاسد و متفرق کلیسیائیں نہ تھیں وہ اس عالمگیر کلیسیا کا حصہ تھیں جس کو متی ۱۶: ۱۸ میں خداوند نے "اپنی کلیسیا" کہا اور خط افسیوں میں پولوس رسول تلقین کرتا ہے " کہ اسی کوشش میں رہو کہ روح کی یگانگی صلح کے بند سے بندھی رہے۔ ایک ہی بدن ہے اور ایک ہی روح۔ چنانچہ تمہیں جو بلائے گئے تھے اپنے بلائے جانے سے امید بھی ایک ہی ہے۔ ایک ہی خداوند ہے۔ ایک ہی ایمان ایک ہی بپتسمہ اور سب کا خدا اور باپ ایک ہی ہے جو سب کے اوپر اور سب کے درمیان اور سب کے اندر ہے"۔

مقدس سپرین بتاتا ہے کہ کلیسیائی اتحاد بشپوں کے نظام و ضابطہ و ساکرامنٹ کی ادائیگی سے قائم رہتا ہے۔ اسقفیت غیر منقسم جماعت کو ظاہر کرتی ہے۔ اور بشپ و خادمانِ دین خداوند سے بالواسطہ رشتہ قائم رکھتے ہیں۔ یہی کلیسیائی زندگی ہے کلیسیائی افراد کی کلیسیا سے علیحدگی موت کے وسیلہ سے بھی نہیں ہو سکتی۔ اگرچہ کلیسیا کا زیادہ حصہ دنیا میں اب موجود نہیں ہے۔ وہ دوسری دنیا میں چلے گئے ہیں تو بھی وہ کلیسیا میں شراکت رکھتے ہیں۔ وہ خداوند مسیح میں قائم ہیں جو کامل اتحاد کا مرکز ہے۔

ان حالات میں کلیسیا میں فرقہ پرستی اور جھگڑے کا مطلب کیا ہے؟ کیا مسیح

خُداوند یہ چاہتا ہے کہ اُس کی کلیسیا یعنی بدن جدائی کے زخموں سے نڈھال ہو کر غم و شرم کا باعث ہو؟ ظاہرہ فرقہ بندی پر کیا فرشتگان آہ و نالہ نہیں کر رہے اور شیاطین بغلیں نہیں بجاتے؟ گو ابتدائی کلیسیا سے تفرقہ بندی چلتی آئی لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد پھر یگانگت پیدا ہو گئی۔ اب تفرقہ بندی میں صدیاں گزر چکی ہیں۔ خلیج نفاق بڑھتی ہی جاتی ہے۔ اوّل الذکر مشرق و مغرب کی کلیسیا کی تفریق ہے جو بارہویں صدی سے جاری ہے۔ اور مؤخر الذکر وہ فرقہ بندی ہے جس نے کلیسیائے رُوم کو انگلستان جرمنی اور دیگر یورپی ممالک کی کلیسیاؤں میں بانٹ دیا ہے۔ اِس تفرقہ بندی کو چار سو برس گُزر چکے ہیں۔ ہر حصہ کلیسیا اپنے آپ کو کامل، خُود مختار ایمان کا محافظ، مسائل کا پاسدار اور لاخطا سمجھتا ہے ہر ایک کا دعوٰے ہے کہ "ہمچو ما دیگرے نیست" لیکن یہ شدید غلطی ہے۔ کیونکہ عقیدہ یہ ہے کہ "مَیں ایمان رکھتا ہُوں، ایک عالمگیر رسُولی کلیسیا پر نہ مشرق پر۔ نہ مغرب پر۔ نہ رُوم آئرلینڈ و جرمنی پر۔ نہ امریکہ انگلستان و یُونان پر۔ سو آئیں اب ہم مشرقی و مغربی کلیسیا میں تفریق کی وُجوہات پر غور کریں:۔

متفرق زبانیں:۔ مشرق میں دینی زبان یُونانی تھی جبکہ مغرب میں لاطینی۔ جب جدید بدعات پیدا ہوئیں تو مسائل کی تشریح و توضیح کے لئے نئی اصطلاحات بنانی پڑیں۔ یہ سمجھنا مشکل نہیں ہے کہ جب کسی بدعت کی تردید میں ایک معیّن لفظ ایک زبان میں منتخب کیا جائے تو دُوسری زبان میں ترجمہ کرنے سے شاید کچھ اور معنی بھی اس لفظ سے وابستہ ہو جائیں۔ علمائے مسیحیت کے لئے علم الٰہیات کی اصطلاحات قائم کرنا ادق کام تھا۔ نہ صرف لفظ کی برجستگی و تشریح ضروری تھی، بلکہ مختلف مدرسوں و روایات کو مدنظر رکھتے ہُوئے لاطینی، یُونانی اور سوریانی زبان میں میانہ روی کی ضرورت تھی تاکہ سب متفق ہو جائیں اور انسانی عقل تسلیم کر لے۔ غلطی دُور ہو اور فریقین میں مصالحت ہو

مشرق و مغرب میں دُوسری وجۂ جُدائی "فلاؤک" کے اجُملہ تھا جو نکایاہ کے عقیدہ میں نہیں تھا۔ یہ عقیدہ ۳۲۵ء میں نکایاہ میں بنا جس میں ۳۱۸ بشپ شریکِ مجلس تھے۔ عقیدہ میں دُوسرے حصہ کے الفاظ یُوں تھے "مَیں ایمان رکھتا ہوں پاک رُوح پر" چُونکہ پاک رُوح کی اُلوہیت کے بارے میں بدعت پیدا ہوئی اِس لئے ۳۸۱ء میں

قسطنطنیہ کے مقام پر عالمگیر کونسل کا انعقاد ہوا جس میں ۱۵۰ بشپ جمع ہوئے اور عقیدہ نکایا کی تشریح و تکمیل میں مصروف ہوئے۔ سو قطعی آخری فیصلہ کے بعد عقیدہ یوں درج ہوا۔ "میں ایمان رکھتا ہوں پاک رُوح پر جو خُداوند اور زندگی بخشنے والا ہے۔ وہ باپ سے صادر ہے۔ باپ اور بیٹے کے ساتھ اُس کی پرستش و تعظیم ہوتی ہے۔ وہ نبیوں کی زبانی بولا اور میں ایمان رکھتا ہوں ایک عالمگیر رسُولی کلیسیا پر۔ میں گناہوں کی معافی کے لئے ایک بپتسمہ کا اقرار کرتا ہوں اور مُردوں کی قیامت اور آئندہ جہان کی حیات کا اُمیدوار ہوں۔

یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ "اور بیٹے سے۔ لاطینی میں فِلاؔوُکے جملہ جس کے ہم اکثر عادی ہیں عقیدہ میں نہیں ہے۔ یعنی " وہ باپ اور بیٹے سے صادر ہے۔ قسطنطنیہ کی مجلس میں بھی جب عقیدہ کی توضیح ہوئی تو یہ جملہ درج نہ تھا۔ یہ جملہ پہلی مرتبہ جو شیلے مبلغ کے وسیلہ سے جو ایرین بدعت کا مخالف تھا سپین میں استعمال ہوا۔ تب یہ فرانس و اٹلی میں مشہور ہو گیا اور آخر کار رُومی کلیسیا نے چارلس اعظم کے زمانہ میں اسے منظور کر کے قبول کر لیا۔

یہ حقیقت ہے کہ اِس جملہ میں عقیدہ کا اختلاف جواز تفریق نہ تھا بلکہ عقیدہ میں جُملہ کا زیادہ کرنا غیر مستند قرار دے کر مشرقی کلیسیا علیحدہ ہوئی کیونکہ اُنہوں نے کہا کہ جنرل کونسل کے قطعی فیصلہ کی کوئی با اختیار عالمگیر کونسل ردّو بدل کر کے ترمیم و تنسیخ کر سکتی ہے۔ لیکن کلیسیا رُوم کو یہ اختیار نہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ مشرقی کلیسیا حق بجانب ہے۔ پاپائے رُوم اِس غیر مستند ترمیم کی حمایت کرتا رہا ہے اور مشرقی کلیسیائیں متواتر اِس پر اعتراض کرتی رہی ہیں۔ اور اب تک ایسا ہی ہے لیکن تاہنوز کسی عالمگیر کونسل میں کوئی مستند و کامل فیصلہ نہیں ہوا۔

مشرق اور مغرب میں دُوسری وجہ جدائی کا باعث ذیل کا سبب بھی تھا۔

اقتدار و عظمتِ کلیسیا

رُوم اور قسطنطنیہ کے پتری یارک میں جھگڑا رہتا تھا اور وہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ اُن میں بڑا کون ہے۔ عالمگیر کونسلوں نے پانچ پتری یارک کلیسیاؤں میں مقرر کئے۔

حق بزرگیت بخشا لیکن اس بزرگی کا مطلب عزت تھا نہ کہ اختیار۔ راہنمائی تھی نہ کہ حکومت یہ اقتدارِ صدارت تھا کیونکہ پاپائے روم "پرائمس اِنٹر پارس" برابری میں مقدم سمجھا جاتا تھا لیکن اُس کو ہم پیشہ اُسقف بھائیوں پر حکومت کرنے کا اختیار نہ تھا لیکن پاپائے رُوم نے ناجائز طور پر اپنی عظمت و برتری کا دعوئے قسطنطنیہ کے مقابلہ میں پیش کیا۔ دونوں طرف محبت وانکساری کی رُوح نہ تھی لیکن یہ حقیقت ہے کہ اِس جُدائی و نفرت کا زیادہ سبب پاپائے رُوم تھا۔ -

جنہوں نے نئے دعواۃ پیش کئے یہ مندرجہ ذیل ہیں:-

(۱) کلیسیائے رُوم کا دعوٰے ہے کہ وُہ تمام کلیسیاؤں کی ماں اور اُن کی ملکہ ہے:

"یہ دعوٰے پوپ نے قسطنطنیہ کی کونسل منعقدہ ۳۸۲ء کے موقع پر بذریعہ خط کیا لیکن آئرینئیس نے یروشلیم کی نسبت یہ دعویٰ پیش کیا کہ وُہ نئے عہد نامہ کے باشندوں کا دارالسلطنت یا بمنزلہ ماں ہے۔ نکایاہ کی کونسل منعقدہ ۳۲۵ء سے پیشتر رُوما کے بشپ کا درجہ انطاکیہ اور سکندریہ کے پیٹری یارکوں سے کم تھا۔ لیکن ۳۱۸ بشپوں کے فیصلہ سے قانون نمبر ۶ کے مطابق رُوما کا بشپ ہم درجہ اور ہم پایہ بنایا گیا لیکن ۳۲۶ء میں شاہ گرشین اور ۴۴۵ء میں شاہ ویلنٹینن سوم نے رُوما کے بشپوں کو مغربی کلیسیا پر اختیار بخشا۔ سو دیگر کلیسیاؤں پر کلیسیائے رُوم کا اختیار انتظامِ الٰہی کے مطابق نہیں بلکہ ملکی سازشوں اور دنیوی دستوں کا نتیجہ ہے۔"

(۲) کلیسیائے رُوم کا دعوٰی ہے کہ وُہ مقدس پطرس کی مقرر کردہ ہے:-

"اِس دعوٰی کا تحریری تواریخی ثبوت نہیں ملتا کیونکہ مقدس پولوس کے شہر رُوما میں پہلی مرتبہ جانے سے پیشتر ۶۱ء میں وہاں مسیحی مقیم تھے۔ اور مقدس پولوس نے رُوم ۱:۱-۱۲ میں رُوما جانے کی خبر دی ہے۔ اس خط میں وُہ مقدس پطرس کا کچھ ذکر نہیں کرتا لہٰذا ممکن نہیں کہ اُس نے وہاں کسی کلیسیا کی بنیاد رکھی ہو۔ ہاں ممکن ہو سکتا ہے کہ پولوس نے دورانِ قید میں مقدس پطرس کو وہاں آنے کی دعوت دی ہو تاکہ اگر رُومی کلیسیا کو منظم کرنے میں اُس کی مدد کرے۔"

۳- کلیسیائے رُوم کا دعوےٰ ہے کہ مقدّس پطرس پچیس سال تک رُومہ کا بشپ رہا۔

"یہ دعویٰ بدعتی ناسٹک کی کتاب کلیمنٹائن ہوملیز اینڈ ریگگنیشنز (CLEMENTINE HOMILES AND REGOGNITIONS) سے

ماخُوذ ہے۔ دیگر غیر مستند کتب میں بھی بیان ہے۔ مثلاً۔ پطرس اور پولُوس کے اعمال۔ انجیل جو پطرس کی معرفت لکھی گئی۔ پطرس کی بشارت

پطرس کا مکاشفہ" مقدس یُوسیبئس چوتھی صدی میں ان کتب کے متعلّق رقمطراز ہے کہ ہم ان کتب کو قدیم کیتھلک کتب میں شامل نہیں کرتے۔ پوپ گلیسئیس ۴۹۲-۴۹۶ء ان کو باطل و فرضی تحریرات کہتا ہے"

۴- کلیسیائے رُوم کا یہ دعوےٰ ہے کہ ہمارے خُداوند نے مقدّس پطرس کو اپنے دیگر حواریوں پر کامل اختیار عطا فرمایا تھا اور اپنی کلیسیا کو کُلیۃً اُس کے ماتحت و تابع کر دیا تھا۔

"اِس دعویٰ کے ثبُوت میں وُہ متّی ۱۶: ۱۸-۱۹، لُوقا ۲۲: ۳۱-۳۲ یُوحنا ۲۲: ۱۵-۱۷ پیش کرتے ہیں۔ لیکن متّی ۱۸: ۱۸ سے معلُوم ہوتا ہے کہ یہ الفاظ باقی تمام رسُولوں سے بھی کہے گئے۔ اور قدیم مصنّفین مذکورہ بالا دعوے میں اختلاف رکھتے ہیں"

۵- پوپوں کا دعویٰ ہے کہ وُہ الٰہی شریعت یا قوانین کے منسُوخ کرنے کی بھی طاقت و اختیار رکھتے ہیں۔

"کلیسیائے رُوم کے مقننوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ پوپ کو اختیار ہے کہ وُہ قانُونِ قُدرت کے خلاف۔ پولوس رسُول کے خلاف اور عہد نامہ جدید کے خلاف عمل کرے اور اگر چاہے تو عہد نامہ عتیق اور عہد نامہ جدید کے جُملہ احکام کو منسُوخ بھی کر دے۔ ۱۵۶۷ء میں کارڈینل زابریلا نے پوپوں کو خُدا سے بھی برتر بنا دیا ہے۔

۶- پوپوں کا دعوےٰ ہے کہ وُہ کلیسیا میں افضل ترین ہستی ہیں بلکہ کلیسیا کی تمام کونسلوں

پر اختیار مطلق رکھتے ہیں۔

"اگر واقعی دیکھا جائے تو کونسلوں نے کئی پوپوں کو اُن کے عہدہ سے برطرف کیا اور کلیسیا سے خارج کر کے ملعون ٹھہرایا۔

کونسل قسطنطنیہ نے ۵۵۳ء میں پوپ ویجلیئس کو۔ قسطنطنیہ کی چھٹی کونسل نے ۶۸۰-۶۸۱ء ہنوریس اوّل کی تحریرات کو بدعتی ٹھہرایا۔ کونسل پیزا نے ۱۴۰۹ء بنیڈکٹ سیزدہم اور گریگوری دوازدہم کو برطرف کیا کونسل کانسٹنس نے ۱۴۱۴-۱۴۱۶ء تین پوپوں کو معزول کیا اور باسل کی کونسل نے ۱۴۳۹ء پوپ یوجنیس پر فتوے لگا کر برطرف کر دیا۔"

منتخبات کلیسیائے رُوم کے چند دعاوی۔ کینن ہیرس"

۸۸۶ء میں فوٹئیس قسطنطنیہ کے پیٹری ایارک نے جو عالم اور علم دینیات کا ماہر اُستاد تھا رُوما کے دعاوی کی مخالفت کی جس سے برانگیختہ ہو کر نکولس دوم نے اُسے خارج کر دیا۔ چونکہ اسے شاہ کی تابعداری کا پاس تھا، اِس لئے یہ صدمہ برداشت کرنا پڑا۔ ۸۵۰ء میں مسودہ قوانین زیر تنازعہ تھا جس میں مرقوم ہے کہ پوپ کلیسیا میں ناظمِ اعلیٰ اور دستور ساز ہے۔ لیکن اس مسودہ میں وُہ قوانین درج نہیں، جنکو کلیسیائی کونسلوں نے نافذ کیا تھا بلکہ وُہ ہیں جو پاپائے رُوم نے خُود گاہے بگاہے نافذ کیئے۔ ان احکام کی ابتدا پوپوں کے خطوط کے ایک مجموعہ سے ہوئی جو کہ ڈایونیس نے چھٹی صدی کے شروع میں شائع کیئے تھے۔ یہ خطوط چوتھی صدی کے آخر سے شروع ہوتے ہیں اِس کے تقریباً سو سال بعد آسوڈور سُوئے نے جنرل کونسلوں کے حکم نامے شائع کیئے اور نویں صدی میں متعدد جعلی مجموعہ احکام نمودار ہُوا اور آخر کار مشہور "جعلی حکم نامے" شائع ہوئے جن کا مرتّب کرنے والا آسوڈور۔ پکاٹور تھا۔ لہٰذا اُن کو "آسوڈرین احکام نامہ" کہا جاتا ہے۔ یہ مجموعہ تین حصوں پر مشتمل ہے۔

(۱) رسُولی قوانین کلیمنٹ رُوم سے لے کر ۳۱۴ء تک۔ پاپائے رُوم کے ۶۴ احکام۔

(۲) جبہ کانسٹنٹائن۔

(۳) نکایاہ ۳۲۶ء تا کونسل سیویل ۶۱۹ء۔ کونسلوں کے فیصلہ جات۔

(۴) پوپ سلوسٹر سے پوپ گریگوری دوم تک - پاپائے رُوم کے احکام۔

اس مجموعہ میں صرف نمبر ۳ مستند ہے باقی جعلی و باطل ہیں۔ ۳ - ۸۵ - ۸۶۷ء میں مختلف کونسلوں میں ان کے حوالجات پیش کئے گئے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ نکولس اوّل نے انہیں اپنے حقوق یا عہدہ کا اقتدار بڑھانے کے لئے کبھی استعمال نہ کیا تھا۔ جن خادمانِ دین کی ترغیب سے احکام وجود میں آئے وُہ کوہ ایلپس پار کے رہنے والے تھے۔ اُن کا مُدعا تھا کہ پوپ کے عہدہ کو فضیلت دینے سے وُہ مقامی حاکموں کے تشدّد سے محفوظ رہیں گے۔ اِن حکم ناموں سے صاف ظاہر ہے کہ پاپائے رُوم کے عہدہ کو قابلِ احترام و تعظیم بنانے کی انہیں زبردست خواہش تھی۔ نکولس اوّل کے بعد تمام پوپوں نے اِن جعلی حکم ناموں کو اپنے اختیار و اقتدار کے لئے استعمال کیا لیکن پندرہویں صدی میں اِن کے جعلی و باطل ہونے کے بیّن ثبوت مل گئے۔ سو یہ دعاوی مشرق و مغرب میں تفریق کا باعث ہُوئے۔

مشرق و مغرب میں تیسری وجہ جُدائی حسبِ ذیل ہے۔

مختلف دستوراتُ عقاید

(۱) ہفتہ کو روزہ رکھنا۔

۲- روزہ میں دُودھ اور پنیر کا کھانا پینا۔

۳- خادمانِ دین کا لازمی تجرّد۔

۴- خادمانِ دین کا بلا ریش ہونا۔

۵- خادم کی براہِ راست اسقفیت کے لئے تقدیس۔

۶- ماننا کہ رُوح القدس باپ اور بیٹے سے صادر ہے۔

۷- یہودی دستور کے مطابق برّہ کی تقدیس کرنا۔

۸- سر کا منڈوانا اور سامنے بال نہ رکھنا۔

۹- عشاءِ ربانی میں بے خمیر روٹی کا استعمال۔

۱۰- مورت کا رکھنا اور پُوجنا۔ (۱۱) صلیب کی تعظیم۔

۱۲- وحدتِ محضہ کا مسئلہ۔

۱۰۵۴ء میں سرولاریس (CERULARIUS) مشرقی پتری یارک نے پوپ لیو نہم سے پاک عشا میں "خمیری یا بے خمیری روٹی کے استعمال" پر تحریری بحث کی جس کے جواب میں لیو نہم نے تین نمائندوں کو معذرتی خطوط دے کر بھیجا اور میکائیل سرولاریس کو تنبیہ کی کہ کیوں وہ انطاکیہ و سکندریہ کے پتری یارکوں کو ماتحت پتری یارک سمجھتا ہے۔ سرولاریس نے پوپ کو تسلّی بخش جواب نہ دیا۔ جون ۱۶، ۱۰۵۴ء مقدسہ صوفیا کے گرجے کے الطار پر نمائندگان رُوم سرولاریس کے کلیسیائی اخراج کا فتویٰ رکھکر چلے گئے اور بار بار یہ الفاظ دُہراتے تھے "خُداوند دیکھے اور انصاف کرے۔" سرولاریس نے بجواب فتویٰ نامہ رُوم نمائندگان رُوم کو کلیسیا سے خارج کر دیا جس کا نتیجہ اب تک ظاہر ہے۔ کہ مشرق اور مغرب کے ملاپ میں ہزاروں بار کوشش کی گئی ہے۔ لیکن کامیابی نصیب نہیں ہوئی اِس نفاق نے صلیبی جہمات میں مسیحی طاقت کو توڑ دیا۔ قسطنطنیہ کی مسیحی کلیسیا بھی ترکوں کے قبضہ میں آگئی تو بھی ہر دو کلیسیا اپنی ضد پر قائم ہیں۔

مشرق اور مغربی کلیسیا میں تفریق مقدس پولوس کے الفاظ "مسیح بٹ گیا" اکرنتھی ۱:۱۳ کے مشابہ ہے۔ یہ تفریق بدن میں زخم اور گھاؤ ہیں۔ یہ بھائیوں میں ناراضگی اور جنگ ہے لیکن خاندان ایک ہی ہے۔ اگرچہ بھائی آپس میں ناراض ہیں تو بھی وہ بھائی ہیں۔ اگر کوئی وجہ ہماری تفریق کی خلیج کے پاٹ کو وسیع کر سکتی ہے تو وہ وہ ساکرامنٹ اور نظام ہے جو خُداوند کے مقرر کردہ ساکرامنٹ اور نظام کی مخالف ہے لیکن ابھی تک کلیسیائے مشرق و مغرب ساکرامنٹ اور نظام میں ایک ہیں سو ایک ہی عالمگیر کلیسیا ہے۔ اور وہ کلیسیا جو صحیح عقائد ساکرامنٹ اور تسلسل اسقفیت کو مانتی ہے۔ وہ عالمگیر کلیسیا میں شامل ہے۔ اگرچہ وہ اب مُمیّز تفریق میں نظر آتی ہے لیکن وہ مرکزِ اتحاد مسیح خُداوند سے ملحق ہے تو بھی یہ بیرونی تفریق شرم اور ندامت کا سبب ہے۔ خداوند نے پاک عشا کی سفارشی دُعا میں یُوں فرمایا ہے کہ:

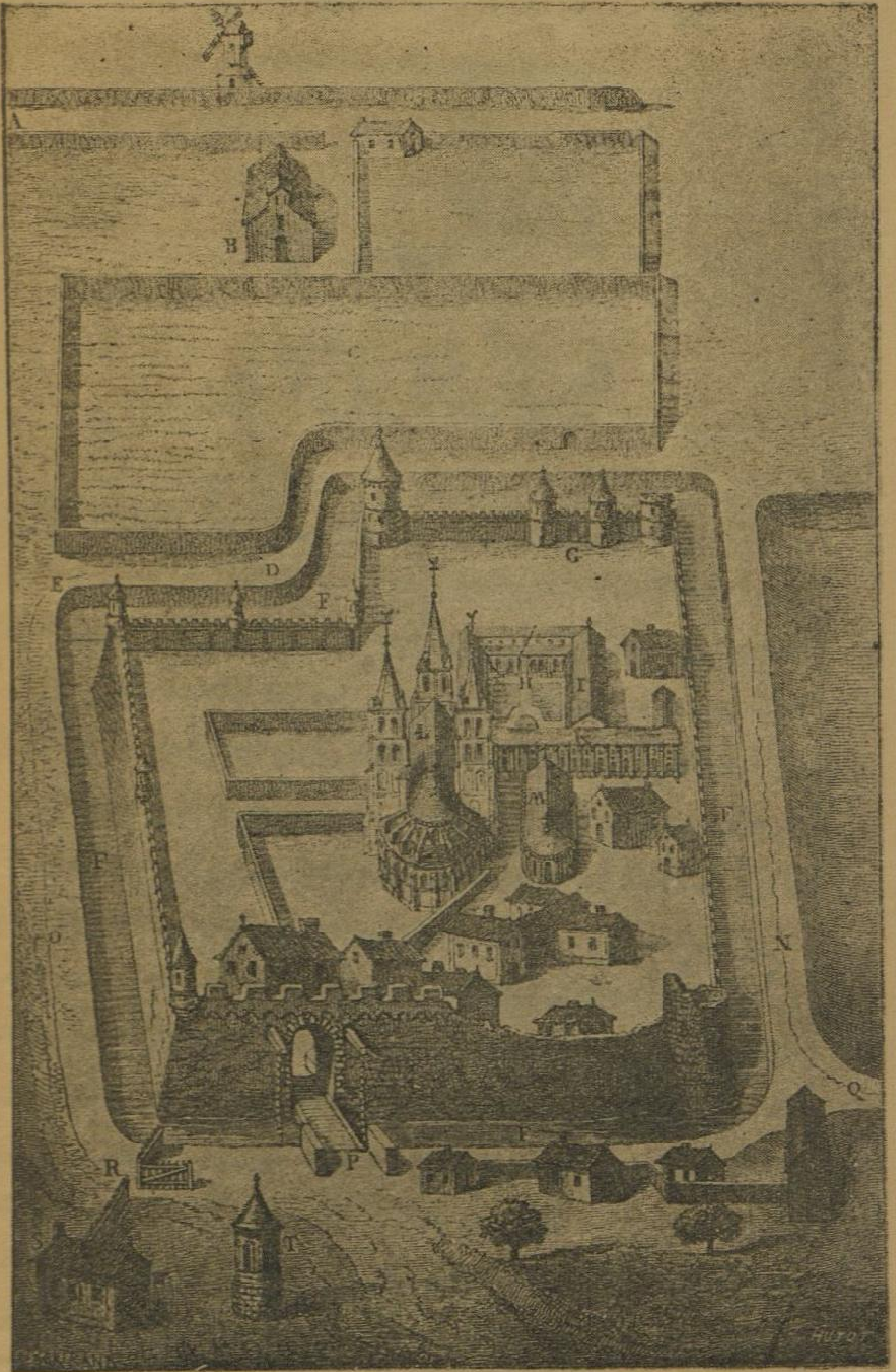
"وہ سب ایک ہوں یعنی جس طرح اَے باپ! تُو مُجھ میں ہے اور میں تُجھ میں ہُوں وہ بھی ہم میں ہوں اور دنیا ایمان لائے کہ تُو ہی نے مُجھے بھیجا اور وہ جلال جو تُو نے مجھے دیا ہے۔ مَیں نے اُنہیں دیا ہے تاکہ وہ ایک

ہوں جیسے ہم ایک ہیں۔ مَیں اُن میں اور تُو مجھ میں تاکہ وُہ کامل ہو کر ایک ہو جائیں اور دُنیا جانے کہ تُو ہی نے مجھے بھیجا۔" آمین

آٹھواں باب

کلیسیائی بحالی کی تدابیر

کلیسیائی اِنفصال کی کشمکش کے انقلابی دَور میں کلیسیائی بحالی کی تدابیر شُروع ہُوئیں، کیونکہ ظلالت کا اندمال کیا جانا متصوّر تھا۔ بربری شمالی حملہ آوروں نے ملک کو درہم برہم کر دیا تھا لیکن کلیسیا ہی وُہ انجمن وجماعت تھی جس نے ہر قیمت پر ملک میں علم۔ تہذیب اور مذہب کو قائم رکھا اور بربری انبوہ سے اوہام و اساطیر پرستی کو دفع کر کے اُنہیں مسیح خُداوند کے قدموں میں لائی جن کی اجتماعی آمد اور لاعلمی نے کلیسیا میں جہالت۔ لالچ اور اخلاقی پستی پیدا کر دی۔ یسعیاہ ۱:۴۔۹۔۲۱۔۲۳ کے الفاظ صادق آتے تھے۔ "آہ خطاکار گروہ۔ بدکرداری سے لدی ہُوئی قوم۔ بدکرداروں کی نسل۔ مکّار اولاد جنہوں نے خُداوند کو ترک کیا۔ اِسرائیل کے قدوس کو حقیر جانا اور گمراہ و برگشتہ ہو گئے۔ تم کیوں زیادہ بغاوت کر کے اَور مار کھاؤ گے۔ تمام سر بیمار ہے اور دل بالکل سُست ہے۔ تلوے سے لے کر چاندی تک اُس میں کہیں صحت نہیں فقط زخم اور چوٹ اور سڑے ہُوئے گھاؤ ہی ہیں جو نہ دبائے گئے نہ باندھے گئے نہ تیل سے نرم کئے گئے۔ تُمہارا ملک اُجاڑ ہے۔ تُمہاری بستیاں جل گئیں۔ پردیسی تمہاری زمین کو تمہارے سامنے نِگلتے ہیں وُہ ویران ہے گویا اُسے اجنبی لوگوں نے اُجاڑا ہے اگر ربّ الافواج ہمارا تھوڑا سا بقیہ باقی نہ چھوڑتا تو ہم سدوم کی مثل اور عمورہ کی مانند ہو جاتے۔ وفادار بستی کیسی بدکار ہو گئی۔ وُہ تو انصاف سے معمُور تھی اور راستبازی



ایک راہب خانے کا منظر

اُس میں بستی تھی لیکن اب خونی رہتے ہیں۔ تیری چاندی میل ہوگئی تیری مے میں پانی مل گیا۔ تیرے سردار گردن کُش اور چوروں کے ساتھی ہیں۔ اُن میں ہر ایک رشوت دوست اور انعام کا طالب ہے۔ وُہ یتیموں کا انصاف نہیں کرتے اور بیواؤں کی فریاد اُن تک نہیں پہنچتی" اِس اندوہناک حالت کو دُور کرنے کی تدابیر:-

راہب خانہ کلُونی۔ ڈنسٹن۔ لین فرینک۔ تعمیراتِ اُسقفی کیتھڈرل مُصلح پوپ لیوتہم۔ نکوُلس دوم۔ ہلڈی برانڈ گریگوری ہفتم۔ تصفیہ دخل پاپائی۔ انسیلم۔ ہیڈریاں چہارم اور سسٹر شین نے کیں:-

راہب خانہ کلّونی
(MONASTRY OF CLUNY)

ڈیوک ولیم اکیوٹے ٹینی نے برتھوبومی راہب سے مشورہ کرکے ۹۱۰ء میں کلُونی کی شکارگاہ میں راہب خانہ تعمیر کیا۔ یہ جگہ اُس راہ پر تھی جس سے زائرین رُوما کو جاتے تھے اور شمالی بربری حملہ آوروں کے دست بُرد سے محفوظ تھی۔ ڈیوک نے اقرارنامہ لکھ دیا تھا کہ وُہ راہب خانہ کے اُمور میں دخل انداز نہ ہوگا۔ راہب بالرضا و رغبت اپنا میر راہب چن سکتے ہیں۔ اگر راہب مقرّرہ نذر پاپائے رُوم کو بھیج دیں تو وُہ مقامی بشپ کے اختیار سے آزاد ہوں گے اور پاپائے رُوم اُن کی حفاظت و سرپرستی کا ذمہ دار ہوگا۔

راہب خانہ کا پہلا میر راہب برنوتھا جس کے ساتھ چھ راہب خانے متوصل تھے جو راہب خانہ کلّونی کو اپنا مرکزی راہب خانہ سمجھتے تھے۔ دُوسرا میر راہب اُودو تھا۔ جو ذی عقل اور ہوشمند مُصلح تھا۔ ایّام طفلی میں یہ مقدس مارٹن کی تابعداری میں تربیت کے لئے سونپ دیا گیا۔ مقدّس مارٹن نے سر میں زخم لگا لگا کر بال اڑا دیئے تاکہ اِس کا گنجاپن اُس کے مخصُوص خادم ہونے کا نشان ہو۔ باپ نے بیٹے پر زخم کاری کی سخت تربیت کو گوارہ نہ کرتے ہُوئے فوراً نہیں محرّر بنا دیا۔ لیکن اُودو کو یہ زندگی پسند نہ تھی سو وُہ دُور جنگل و ویرانہ میں بھاگ گیا اور ایک غار میں مسکن گزین ہوکر ریاضت و یکسوئی میں مصرُوف ہو گیا۔ آخر کار اُسے علم ہُوا کہ بینیڈکٹائی ضابطہ بمقام بوُمے میں زیرِ عمل ہے۔ سو یہ وہاں داخل ہو گیا۔ ۹۲۷ء میں کلُونی کے راہبوں نے اسے اپنا میر راہب منتخب کیا سو میر راہب ہوتے ہی راہب خانہ کلُونی کی عمارات کی تکمیل

دنو سیع کی منتصلہ خانقاہوں میں ضبط۔ نظام و اصلاح کو شروع کیا اور نگہبانی اپنی ذمہ داری میں لے لی۔ راہب خانہ فلوری جہاں مقدس بینڈکٹ کی ہڈیاں مونٹ کاسینو سے منتقل کی گئی تھیں، راہب اُودو نے اس کی بھی اصلاح وغیرہ کی، اگرچہ وہ کلونی سے ملحق نہ تھا۔ پاپائے رُوم نے میر راہب اُودو میں بے پناہ جوشِ اصلاح کو بھانپتے ہُوئے اُسے قتل کرنے کی ٹھانی اور مُصلح راہبوں کو بھیجا کہ وہ اُسے ختم کر دیں۔ لیکن جب راہب اُودو اُن کے بالمقابل کھڑا ہُوا تو وُہ، اُس کی ریاضت کے آثار، عجز و انکساری دیکھکر اُس کے پاؤں میں گر پڑے اور واپس لوٹنے کی بجائے اُودو کی رفاقت کے لئے راہب خانہ میں داخل ہو گئے۔ تیسرا میر راہب اُوڈیلو تھا جس نے کلونی میں چراغ صاف کرنے۔ جھاڑو دینے اور بچوں کی نگرانی کرنے کے طور پر زندگی شروع کی تھی۔ ۹۹۴ء میں وُہ میر راہب منتخب ہُوا اور اُس نے راہب خانہ کی آزادی وانانیت کو پوپ کی حمائت سے برقرار رکھا اور اس کو علم و ادب اور عبادت و ریاضت کا گھر بنا دیا۔ دہقانی زندگی کو ترک کر کے راہبوں کو موقع دیا کہ وُہ زیادہ وقت دُعا کرنے اور مذہبی گیت گانے میں صرف کیا کریں۔ عبادت خانہ کی سادگی کو دُور کیا اور حجرہ کو سنگ مرمر سے تعمیر کیا۔ جب جنگل میں وُہ سنگ مرمر کی عمارت کو دیکھتا تو اپنا مقابلہ قیصر آگستس سے کرتا تھا۔ آخر یہ راہب خانہ ہر پہلُو میں مرکز اصلاح ہُوا۔ اور یہاں کے میر راہب بلحاظ قدر و منزلت بشپ سے دُوسرے درجہ میں سمجھے جاتے تھے چنانچہ یہ راہب خانہ موسیقی و جدید طرزِ ساخت اور ادب و ضبط کی وجہ سے تمام یورپ میں مشہور ہو گیا، اور کلیسیائی بحالی میں ممدو معاون رہا۔

ڈنسٹن اور ایتھلوالڈ

کلونی کا اثر نہ صرف یورپی ممالک میں بلکہ انگلستان میں بھی ڈنسٹن اور ایتھلوالڈ کی وساطت سے راہبوں اور خادموں پر اثر انداز ہُوئے بغیر نہ رہ سکا۔ قبل ازیں الفریڈ اعظم نے جب اُس کی سلطنت ڈینز نے تہ و بالا کی اور راہب خانوں کو برباد کیا تو علم و ادب ملک سے ناپید ہونے پر اُس نے عُلمائے ورفرتھ۔ گرم بالڈ۔ جان اور آسر کو ڈھونڈا کہ وُہ علم و ادب کی شمع کو روشن کریں۔ شاہی مدرسہ قائم کیا تاکہ بالغ و نابالغ پڑھیں ضابطۂ قوانین تیار کیا جس میں خروج ۲۰-۲۳، اعمال پنتکست سے مسیحی عہد کا آغاز اور دس

کے ابتدائی قوانین تھے۔ شاہ الفریڈ نے خادمانِ دین کے تعلیمی ذوق کے لئے تواریخ کلیسیا از بیڈے عالمگیر تواریخ از اُرا سیس اور پاسبانی خدمت از گریگوری اعظم کا ترجمہ کیا تاکہ ملک ہر پہلو سے ترقی کرے۔

انگلستان میں بینیڈکٹائی ضابطہ کا احیا اُودا کے وقت سے ہے جب کہ وہ ۹۴۲ء میں کنٹربری کا آرچ بشپ بنا۔ اس نے راہب خانہ فلوری میں علم و ادب حاصل کیا تھا اور پھر اپنے بھتیجے آسوالڈ کو بھی تربیت کے لئے وہاں بھیجدیا۔ ایلف رجی بشپ ونچسٹر ۹۳۴۔۔ ۹۵۱ کے دل میں راہبوں کی عزت تھی۔ اس لئے اس نے اپنے جوان رشتہ دار ڈنسٹن کو راہبانہ زندگی کی رغبت دی۔ ڈنسٹن ۹۴۳ء میں گلاسٹن بری کا میر راہب بن گیا اور اپنے ہمجولیوں خصوصاً ایتھلوالڈ کی کلونی ضابطہ کے ماتحت تربیت کی سو وہ ۹۵۰ء میں آبنگڈن کا میر راہب بن گیا۔ اور کلونی طرز کو انگلستان میں مشتہر کیا۔ شادی شدہ پاسبانوں کی جگہ مجرد راہبوں کو متعین کیا۔ ڈینز کے مقبوضہ علاقہ کے ہر راہب خانہ مثلاً ایلی۔ میڈہمسٹڈ اور تھارنی میں تحریکِ اصلاح پیدا کی۔ بینیڈکٹائی ضابطہ کا ترجمہ انگریزی میں کیا اور بتایا کہ یہ ضابطہ بینیڈکٹ نے جو اینلیسی اس کے نامور خاندان سے ۴۸۰ء میں نرسیا میں پیدا ہوا تھا، اُسے یورپ کی اخلاقی و مذہبی بے پرواہی کے پیشِ نظر تیار کیا تھا۔ وہ مونٹ کاسینو میں ۱۴ سال تک خدمت کرتا رہا۔ وہ زمین کی کاشتکاری کرتا، غریبوں کی پرورش کرتا۔ بیماروں کو شفا بخشتا۔ آس پاس کے رہنے والوں کو منادی سناتا تھا۔ اگرچہ وہ جاہلِ عالم اور ناخواندہ تھا تو بھی اُس کا ذہن قانون ساز تھا۔ وہ گوشہ نشین ضوابط کے بانیوں کے درمیان اوّل درجہ رکھتا تھا۔ یہ ضابطہ تہتر ابواب پر مشتمل ہے جس میں اخلاقی۔ سماجی۔ عبادتی اور سزا کے قوانین پائے جاتے ہیں۔ سادگی کو کاملیت۔ سختی کو نرمی اور حلیمی کو دلیری کے ساتھ ملایا گیا ہے۔ ضابطہ قوانین کی رُوح کا اندازہ اس کے دیباچہ سے مندرجہ ذیل جملوں سے جو زاہدانہ نصیحتوں پر مشتمل ہیں کیا جا سکتا ہے "کیا ہم دوزخ کی تکالیف سے بچیں گے۔ اور ابدی زندگی کو حاصل کریں گے جبکہ ابھی وقت ہے اور جبکہ ہم ابھی تک اس فانی جسم میں ہیں۔ جبکہ اس زندگی کی روشنی اسی مقصد کے لئے ہم کو عطا کی گئی ہے۔ تو آؤ ہم دوڑیں اور ایسی کوشش کریں تاکہ ایک ابدی

اجر کو حاصل کریں۔ تو پھر ہمیں الٰہی خدمت کے لئے ایک مدرسہ بنانا چاہیئے جس میں ہم کو یقین ہو کہ کوئی حد سے زیادہ بھاری اور سخت قانون قائم نہ کیا جائے گا۔ لیکن اگر ہم درستی اور انصاف کی موافقت کے ساتھ بدیوں کی اصلاح یا محبت کی محافظت کے لئے ذرا سی سختی کو کام میں لاتے ہیں تو ہم کو اُس نجات کے راستہ سے دہشت کے باعث بھاگنے سے پرہیز کرنا چاہیئے جس کا شروع سوائے سختی کے نہیں ہو سکتا جب کوئی شخص کچھ مدت تک فرمانبرداری اور ایمان کی راہ میں چلتا رہے تو اُس کا دل کشادہ ہو جائے گا اور وہ خدا کی محبت کے بے بیان شیریں ثمر سے حظ اُٹھائے گا" جب نو آموز ایک سال تک آزمائشی حالت میں رہتا تھا تو اُس سے یہ عہد لیا جاتا تھا:۔

(۱) گوشہ نشیں طریق میں دائمی استقلال۔

(۲) اخلاق کی تبدیلی۔ رضامندی۔ غریبی اور پاکدامنی۔

(۳) میر راہب کی کلیہ فرمانبرداری بطور خدا اور مسیح کے قائم مقام کے۔

(۴) کھیتوں میں دستی محنت۔

سوکلونی کے راہب خانہ کا چشمہ قاعدہ بینیڈکٹائی تھا۔ ایتھلوالڈ کا مقصد یہ تھا کہ راہب خانوں میں ریاضت۔ پاکیزگی۔ فرمانبرداری اور اتحاد ہو۔ آسوالڈ جب ورسسٹر کا بشپ بنا تو اُس نے ایتھلوالڈ کے طرز طریق پر ویسٹ بری میں راہب خانہ قائم کیا تاکہ رمزے کے راہب خانہ کی اصلاح کرے اور رمزے سے راہب بھیجے جائیں کہ وہ ونچ کومب کی اصلاح کریں اور راہبوں کو کیتھڈرل کے مقتدیوں کے ساتھ ساتھ رکھا جائے تاکہ وہ شادی شدہ مقتدیوں کی اصلاح کرتے رہیں۔ ڈنسٹن ۹۶۰ - ۹۸۸ء میں کنٹربری کا آرچ بشپ تھا گو اُس نے شادی شدہ خادمانِ دین کو خدمت سے علیحدہ نہ کیا تاہم ایتھلوالڈ اور آسوالڈ کی اصلاحات کو نافذ کر دیا اور اپنے خطوط اور کونسل کی دھمکیوں سے شراب۔ نشی اور بد اخلاقی پر ملامت کرتا رہا۔ خادمانِ دین کو ہدایت کی کہ وہ کوئی ہنر سیکھیں اور اپنے علاقہ میں کلیسیا کو سکھائیں۔ اصلاح کے زمانہ کا آغاز ہو رہا تھا۔ اناجیل اربعہ کا اینگلو سیکسن زبان میں ترجمہ ہوا گو اس سے قبل مختلف تراجم موجود تھے جیسا کہ لینڈز فارن کا قدیم نارتھمبریائی ترجمہ۔ رشورتھ کا مرشیائی ترجمہ۔ اِن کے علاوہ پہلے پچاس زبوروں کا ترجمہ۔ ڈنسٹن کے زمانہ ایلفرک

نے وسٹ سکسن زبان میں اناجیل کا ترجمہ کیا اور ایلفرک ثانی نے عہد عتیق پر دیباچہ لکھا اور مقررہ اتواری انجیلی اوراد کا ترجمہ کر کے وعظ لکھے تاکہ پاک رفاقت کی نماز میں لاطینی زبان کے بعد مادری زبان میں ورد پڑھا جائے۔

تحریکِ کلونی کا کلیسیا پر چار پہلوؤں سے اثر انداز ہوئی۔

۱۔ دینی دنیوی اختیار سے مبیسر راہب کی زندگی کا اثر بینیڈکٹائی راہبوں اور بشپوں پر ہُوا۔

۲۔ کلونی کے راہب بشپ بنے جو صوبوں کی پاسبانی و حکمرانی کرتے تھے۔

۳۔ کلونی راہب کونسلوں اور سنڈوں میں شامل ہو کر اصلاحات جدید اور تجرّدِ پاسبان پر زور دیتے تھے۔

۴۔ کلونی کے راہبوں نے جنگ کے خطرات کو دور کرنے کی کوشش کی اور امنِ عامہ کو پیش کیا جس سے تحریکِ اصلاح میں ترقی ہُوئی۔

۹۸۹ء میں پرگنڈ بانی کونسل نے اُن تمام لوگوں کے لئے کلیسیا سے اخراج کا حکم صادر کر دیا جو بشپوں۔ پریسٹوں۔ ڈیکنوں پر حملہ آور ہوں جبکہ وُہ گھر میں ہوں یا سفر میں۔ وُہ جو گرجے کو لُوٹیں یا وُہ جو غربا کے مویشیوں کی چوری کریں۔ فرانس میں بھی ایسی مجلسیں ہُوئیں۔ امن و انصاف رکھنے کے لئے عہد و پیمان لئے گئے سو "امنِ خُدا" کے تابع خادموں۔ زائروں۔ عورتوں۔ بچّوں۔ مزدوروں۔ آلاتِ مزدوری۔ راہب خانوں اور قبرستانوں کو حفاظت میں لیا گیا۔ ۱۰۱۷ء میں "خُدا سے صُلح" کے عہد میں شہزادوں اور نوابوں نے قسم اُٹھائی کہ وُہ ہفتہ کی دوپہر سے لے کر سوموار کی صبح تک خانہ جنگی سے پرہیز کریں گے تاکہ مقدس دن کی واجب تعظیم ہو۔ وُہ جو "خدا سے صلح" کے عہد کو توڑتے تھے وُہ پاک سیکرامنٹ اور کلیسیائی شرکت سے خارج کئے جاتے تھے۔ اور اُن کے لئے کوئی خادم الدین نمازِ جنازہ نہ پڑھتا اور نہ اُن کی رُوح کے لئے دُعا مانگتا تھا اور جو اس عہد میں قائم رہتے تھے اُنہیں گناہوں کی مغفرت۔ مقدسہ مریم۔ مقدس کنواریوں۔ میکائیل و فرشتگان۔ مقدس پطرس اور تمام مقدسین و مومنین کی دُعاؤں اور ثواب کا یقین دلایا جاتا تھا۔ کلونی کا راہب خانہ اِن تمام امُور میں زبردست محرک تھا۔

شاہ ولیم فاتح
(WILLIAM THE CONQUEROR)

شاہ ولیم فاتح جب تخت نشین ہوا تو وُہ بھی انگلستان میں کلیسیائی اصلاحات پر خوش تھا، گو وُہ لالچی۔ حاسد اور بے پروا تھا۔ وُہ ملک کو جنگل بنا کر قد آور ہرن دیکھنے کا مشتاق تھا لیکن تو بھی وُہ اعلےٰ ناظم انصاف پسند اور پیٹر برو کا راہب ہونے کے باعث وُہ اصلاح پسند بھی تھا۔ انگلستان میں جو ضبط و امن اُس نے قائم کیا وُہ فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ تخت پر متمکن ہوتے ہی کلیسیائی امور کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اِس کی حکمتِ عملی پوپیت کے بارے میں کامل اتفاق و صلح جو تھی۔ اُس کا عقیدہ تھا کہ رُوحانی اُمور میں پوپ کی مشورت ضروری ہے۔ لیکن ریاست کے معاملات میں دخل اندازی کو برداشت نہ کرتا تھا۔ اُس نے سلطنت انگلستان کا پوپلی محصُول دینے سے انکار کیا اور حکم نافذ کیا کہ کوئی پوپ انگلستان میں شاہ ملک کی منظوری کے بغیر تسلیم نہ کیا جائے گا۔ اُس نے اصلاح کا کام ۱۰۷۰ء میں شروع کر دیا جب اُس نے سٹگ گینڈ آرچ بشپ ہیرلڈ کو معزُول کیا۔ اگرچہ وُہ رابرٹ جمیز سے قابل تھا تو بھی تعلیمی نقطۂ نظر سے زمانہ اصلاح کے لائق نہ تھا حب الوطنی کے باعث وُہ نارمنوں میں پسندیدہ نہ تھا۔ مزید براں پوپ نے بھی اُس کی اُسقفیت کو اب تک قبُول نہ کیا تھا اِس لئے معزُولی واجبی تھی۔

لین فرینک
(LANFRANC)

ولیم فاتح نے نارمنڈی کے راہب لین فرینک کو بلایا تاکہ وُہ جدید اصطلاحات میں ممد و معاون ہو۔ لین فرینک، ۱۰۰۵ء میں بمقام پادیہ پیدا ہُوا۔ اُس نے مدرسوں کی اشد ضرورت کے پیشِ نظر علم القانون سیکھا اور نارمنڈی میں آورانچز سکول کی بنیاد رکھی۔ اُس کی فصاحت و بلاغت کے سب مداح تھے لیکن اتفاقاً وُہ مدرسہ کی نظامت چھوڑ کر ایک چھوٹے سے راہب خانہ بیک میں داخل ہو گیا اور نئی بلاہٹ کے تابع وُہ عبادت و ریاضت کرنے لگا۔ لین فرینک کا اُستاد میر راہب ہرلیون تھا جو نواب ہونے کی وجہ سے درباری رہ چکا تھا۔ لیکن نارمن دربار کی بداخلاقیوں سے تنگ آ کر اپنی رُوح کی نجات کے لئے راہب بن گیا تھا۔ وُہ راہب خانوں میں گیا لیکن کہیں دلی تشفی و اطمینان نہ پاتے ہوئے ایک ندی کے کنارے اپنا راہب خانہ بنایا۔

اس کی ماں راہبوں کے لئے کھانا پکاتی اور بھائی کاشت کرتے تھے۔ ہرلیون ریاضت کش اور عقلمند تھا لیکن زمانہ کے لحاظ سے بے علم تھا۔ وُہ اپنے ضابطہ کی کتاب کی تلاوت نہ کر سکتا تھا۔ لیکن لین فرینک اُس کی سرگرمی۔ جوش اور ریاضت کا مدّاح تھا۔

ولیم ڈیوک آف نارمنڈی نے چاہا کہ اپنی چچازاد بہن سے شادی کرے۔ لین فرینک نے اعتراض کیا جس کی بنا پر اُسے ملک بدر کیا گیا۔ ایک دن یوں ہُوا کہ لین فرینک اپنے گھوڑے پر سوار بیک کے راہب خانہ سے جا رہا تھا کہ راستہ میں اُس کی ملاقات ولیم اور اُس کی بیوی سے ہُوئی تب لین فرینک نے اُسے کہا "اگر میرے پاس پھرتیلا گھوڑا ہوتا تو میں کب کا تیرے راستہ سے دُور نکل گیا ہوتا"۔ ڈیوک ولیم اُس کے سنجیدہ مذاق سے بہت خوش ہُوا اور اُسے واپس بلا کر ساتھ چلنے کو کہا تب سے لین فرینک اُس کا دوست اور مشیر بن گیا۔

ولیم فاتح اور لین فرینک نے پوپیت کو تسلیم کرتے ہُوئے انگلستان کی اصلاح کا کام شروع کیا۔ سٹیگ گینڈ کے علاوہ کئی دیگر بشپ و راہب شمُونی و دیگر جرائم میں معزول کر دیئے گئے اور اُن کی جگہ نارمن لوگ لگائے گئے۔ لین فرینک گو نسلاً اطالوی تھا مگر مذہبی تربیت میں وُہ نارمنوں کو پیار کرتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انگریزوں کی جگہ نارمنوں کو لگانے میں وُہ حاسد اور وطن پرست تھا اور اگر راستی سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ انگریز مقابلتہً ناخواندہ تھے اور نارمن علم، تہذیب اور پاکیزگی میں ترقی کر چکے تھے جو نارمن بشپ لگائے گئے وُہ با اخلاق تھے لیکن بعض ایسے بھی تھے جو انگریزی ذہنیت کے قدردان نہ تھے، جیسا کہ تھارسٹن گلاسٹن بری کے میر راہب نے کیا۔ ایک دفعہ نیا گیت سیکھنے کے موقع پر اُس میں اور راہبوں میں کشیدگی پیدا ہُوئی لیکن تھارسٹن نے حکومت کے تکبّر میں سپاہیوں کو بلا کر سب کو گولی سے ختم کر دیا۔

آرچ بشپ لین فرینک کی تقدیس اُسقفیت کی تین سالہ خدمت میں صرف ایک انگریز سکسن وُلفستان ورسسٹر ناخواندہ بشپ رہ گیا کیونکہ لوگ اُس کی بہت تعظیم کرتے تھے۔ لین فرینک نے کلیسیا پر پُورا اختیار حاصل کر کے تلقین کی کہ کیتھڈرل کے متقنوں کا مجرّد ہونا لازمی ہے۔ دیہاتی پادریوں کو شادی کرنے سے منع کیا اور

بشپوں کو ہدایت ہُوئی کہ وُہ کسی شادی شدہ کا تقرر نہ کریں لیکن جو پاسبان شادی شدہ ہیں وُہ اپنی بیویوں کو اپنے پاس رکھ سکتے ہیں۔ آرچ بشپ نے دیہات سے بشپوں کے مراکز بڑے گاؤں یا شہروں میں منتقل کر دیئے۔ المہم کو پہلے تھٹ فورڈ اور بعد میں ناروچ میں۔ شربورن کو سیرم میں اور ڈورچیسٹر کو لنکن میں تبدیل کیا۔ آرچ بشپ نے بشپوں کی مجالس کو جاری کیا تاکہ اُن کے ملاپ سے اصلاحات ہوں۔

آرچ بشپ لین فرینک یہ معلُوم کر کے نہایت رنجیدہ ہوا کہ خادمانِ دین مقدمہ بازی اور دیگر دُنیوی امور میں زیادہ شوق لیتے ہیں اور عام سرکاری کچہریوں میں پادریوں پر مقدمہ کیا جاتا ہے۔ اِس کا علاج اُس نے "کلیسیائی تادیبی و تعزیری عدالت" نکالا تاکہ اگر پادری قصُوروار ہو تو اُس کا فیصلہ کلیسیائی عدالت میں کیا جائے۔ سو لین فرینک اور شاہ ولیم فاتح کی کلیسیائی اصلاحات کو مختصراً یُوں بیان کیا جا سکتا ہے:-

۱۔ کلیسیا میں تعلیم، پاکیزگی اور ریاضت کا پیدا کرنا۔

۲۔ کلیسیائی تعزیری عدالت کا قیام جس سے کلیسیا اور سرکار میں حدِ فاصل قائم ہُوئی۔

۳۔ کلیسیاء انگلستان کی آزادی اور دیگر ممالک و کلیسیاء رُوم سے الحاق۔

کیتھڈرل اُسقفی گرجہ (CATHEDRAL)

نارمن تہذیب نے فنِ تعمیر پر بھی اثر کیا۔ نارمن کے اُسقفی گرجے راہب خانے۔ محلات وُہ بے بہا ورثہ ہے جو مسیحی دُنیا کو ملا۔ انگلستان میں چاروں طرف خوبصورت پختہ عمارات کھڑی ہو گئیں۔ گول محراب۔ موٹی دیواریں۔ مضبُوط ستُون اور زیبائش اُن کی خصُوصیات تھیں۔ کنٹربری کا اُسقفی گرجہ لین فرینک کے ایام میں سات برس میں تعمیر ہُوا۔ ریمیگس کا حسین تر اور مضبُوط ترین گرجہ لنکن میں تعمیر ہوا۔ ولیم روفس کے زمانہ میں ہربرٹ۔ ڈی۔ لوزنگا نے تھٹ فورڈ سے اپنا مرکز ناروچ میں تبدیل کیا اور چونکہ اُس نے بادشاہ کو ایک ہزار نو سو پونڈ دے کر بشپ کا عُہدہ حاصل کیا تھا۔ اس لیئے اُس نے شمُونی گناہ کی توبہ میں ناروچ میں کیتھڈرل تعمیر کیا جس میں داخل ہوتے وقت اُس نے کہا: "میں نے اس عُہدہ کو بے شرمی سے حاصل

کیا لیکن خدا کے فضل سے اچھے انعام کے ساتھ نکلونگا۔ ڈرہم کا اسقفی گرجہ اپنی مثل آپ ہے وہ مضبوط چٹان پر ایستادہ ہے۔ دریا تین طرف حلقہ زن ہے۔ اس کے مضبوط ستون اور خوبصورتی ورطۂ حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔ یہ کیتھڈرل شمالی انگلستان کے مشہور مقدس کیتھبرٹ کی ہڈیاں کے تبرک کو محفوظ رکھنے کے لئے بنایا گیا تھا۔ سنہ ۱۰۹۳ء میں بشپ کارلیف کے وقت یہ عمارت شروع کی گئی تھی۔ اس گرجہ میں معزز بیڈے تواریخ دان کا جسم بھی سو رہا ہے۔ ایتھلوالڈ کا سکسنی اسقفی گرجہ ونچسٹر میں نارمن کو پسند نہ آیا سو بشپ واکیلین نے اسے سنہ ۱۰۷۹ء میں گرا کر موجودہ گرجہ تعمیر کیا۔ جس میں قدیم پتھر اب تک بھی نظر آتے ہیں۔ اس کے گنبد کے نیچے ولیم روفس دفن کیا گیا۔ لیکن سنہ ۱۱۰۱ء میں موت کے ایک ہی سال بعد جب گنبد گر پڑا تو عوام نے سمجھا کہ یہ شاہ کی بد اخلاقی کا نتیجہ ہے۔ علاوہ ازیں اسقفی قابل دید گرجے ایلی۔ پیٹر برو۔ سوتھ ویل۔ چیچسٹر اور روچسٹر میں ہیں۔ ٹاور آف لنڈن میں مقدس جان کا گرجہ اور سمتھ فیلڈ میں مقدس برتھلمیو کا گرجہ اور کئی چھوٹے دیہات میں معبد موجود ہیں جو نارمن تعمیرات کی یاد اب تک تازہ کر رہے ہیں۔ اور کلیسیائی عبادت گاہوں کی سادگی سے خوبصورتی و مضبوطی میں بدل دینے کی اعلیٰ مثال ہیں۔

مصلح پوپ لیو نہم
(REFORMING POPE LEO -IX)

روما میں پوپوں نے اصلاح کی ٹھانی لیکن پوپیت کی رسہ کشی میں انہیں کچھ بن نہ پڑتا تھا۔ سو سنہ ۱۰۴۶ء میں تین حاسد پوپوں کو شاہ ہنری سوم نے معزول کر دیا اور ان کی جگہ جرمن شخص کلیمنٹ دوم کو مقرر کیا۔ اس کے دو سال بعد ڈامیسس دوم سنہ ۱۰۴۸ء میں پوپ بنا لیکن اسی سال سنہ ۱۰۴۸ء میں ایک جرمن شخص جو فصاحت و بلاغت۔ تقویٰ و پرہیزگاری، ریاضت، و اصلاحات میں مشہور تھا فقیرانہ بھیس میں روما میں داخل ہوا۔ وہ لیو نہم تھا جو خادم الخدام تھا۔ اس نے پاپائے روم کی مسند پر جلوہ افروز ہوتے ہی کلیسیا میں اصطلاحات شروع کیں۔ اس کا خادم و مشیر ہلڈی برانڈ تھا جو گریگوری ہفتم کے نام سے مشہور ہو گیا۔ ان دونوں کے پیش نظر مندرجہ ذیل اصلاحی مقاصد تھے:۔

۱۔ کلیسیا میں شمعونیت عام تھی۔ روپیہ یا تحائف۔ تعظیم یا ناجائز اعانت سے مقدس عہدے حاصل کئے جاتے تھے لیکن اب مقصد یہ تھا کہ خدام مربیوں۔ سرپرستوں اور

جاگیرداروں کی گرفت سے آزاد ہوں۔ اصولاً تو اُسقفی کا عہدہ انتخاب پر منحصر تھا، لیکن درحقیقت انتخاب میں پوری آزادی نہ تھی۔ لیونہم نے رُوم اور ریمز کی مجالس میں شمعونیت کی مخالفت کی۔

۲۔ منکوحہ خدام الدین کا مسئلہ:۔

(۱) شادی شدہ خادم مجرّد پریسٹ سے زیادہ سرپرست و مربّی کا مطیع و غلام بن جاتا ہے۔

(۲) شادی شدہ خادم میں رہبانہ تاثرات کا فقدان ہے۔ اس لئے وُہ واجب التعظیم نہیں سمجھا جاتا۔

(۳) عام خیال تھا کہ رسُولوں کے زمانہ سے مجرّد پریسٹوں کا رواج چلا آتا ہے لیکن ہر دو حالتوں میں فطری تقاضا کے ماتحت بداخلاقی عام تھی۔

لیونہم نے حکم دیا کہ شمعونیت اور شادی شدہ خادموں کا دستُور یک سر ختم کیا جائے۔ شادی شدہ قسیس کے ہاتھ سے ساکرامنٹ کی ادائیگی فسخ سمجھی جائے۔ لیونہم نے ہلڈی براانڈ کو اقتصادی معاملات کی بحالی کے لئے جرمن بھیجا۔ اِس نے سرکش جرمنوں کی تسلیم و رضا حاصل کر لی۔ نارمنوں نے جب اٹلی پر حملہ کیا تو قیصر رُوم نے خوف زدہ ہو کر بینونٹو شہر نارمن کو دے دیا۔ لیونہم کو یہ طرز پسند نہ آیا اور وُہ اپنا لشکر لے کر شہر پر قبضہ کرنے کو بڑھا لیکن شکست کھائی۔ مشہُور ہے کہ نارمن فاتح افواج جب پوپ کے مقابل آئیں تو وُہ دو زانو ہو کر آداب بجا لائیں اور پاؤں میں گر پڑیں لیکن اِس شکست سے پوپ لیودل شکستہ ہو کر ایک سال بعد مر گیا۔ اِس کے جانشین نکولس دوم نے ۱۰۵۸ء میں صلح کر لی۔ اور پوپیت کا محافظ بن گیا۔

اِس زمانہ میں تنازع پاک شراکت شروع ہُوا عام لوگ اِن الفاظ کو کہ یہ میرا بدن ہے۔ یہ میرا خون ہے " کے معنی سے نا آشنا تھے۔ چونکہ فلسفہ علم الٰہیات کے ساتھ متوصل ہو رہا تھا، اِس لئے فلسفیانہ اصطلاحات وضع ہُوئیں۔ مثلاً اقنوم۔ ذات اور جوہر وغیرہ۔ چوتھی صدی میں آبائے کلیسیا نے دو اصطلاحات جاری کی تھیں۔ نسخ مادہ۔ نسخ ذات یا عنصر۔ سو مقدس ایمبروز اور اگسٹین کی تعلیم کی بنا پر دو آرا وجود میں آئیں۔ مقدس ایمبروز اشیا یا عناصر میں معجزانہ تبدیلی کو مانتا تھا۔ لیکن اگسٹین مومن کے ایمان کو تسلیم کرتا تھا۔

تنازع ۱۰۴۵ء میں شروع ہوا جبکہ ایک راہب نے مسئلۂ پاک شراکت پر مکالمہ شائع کیا۔ جس میں مذبح پر خداوند کی حضوری فقط مادی صورت میں پیش کی گئی تھی۔ یہ مباحثہ کچھ عرصہ کے بعد خود بخود ختم ہو گیا۔ لیکن گیارھویں صدی میں بریِنجر نے اس تنازع و بحث کو از سرِ نو شروع کیا۔ یہ فرانس میں ٹورز کے مقام میں ڈیکن تھا۔ وہ اشیائے شراکت میں جوہر کی جسمانی و رُوحانی تبدیلی کو وہم و گمان تصوّر کرتا تھا۔ اس وہم پرستی کی تقلید میں عقل کے برعکس تعلیم دینی شروع کر دی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وُہ مسیح خداوند کی جسمانی و روحانی حضوری کا بالکل منکر ہے۔ وُہ سیکرامنٹ کو محض یادگار سمجھتا تھا۔ فرانس کی کلیسیا نے اُسے ملحد گردانا اور آخر کار ہلڈی برانڈ کو یہ مسئلہ سلجھانے کے لئے فرانس جانا پڑا۔ تب ہلڈی برانڈ نے بریِنجر کو اپنی پناہ میں لے لیا اور خود پاک شراکت کے متعلق رُومی اعتقادات کی تبلیغ کی۔

نکولس دوم نکولس دوم نے ۱۰۵۹ء میں لیٹرن کی کونسل منعقد کی جس میں مندرجہ ذیل قرار دادیں پاس ہوئیں:-

۱- کہ عہدہ بشپ کے انتخاب میں جو جاگیرداروں اور شاہِ وقت کو متقدم درجہ حاصل ہے اُسے دُور کر کے اب بشپ اور کارڈینل اُمیدوار بشپ کو چنا کریں اور جہاں تک ممکن ہو وُہ رُومی ہو۔ اور انتخاب کی آخری منظوری پاپائے رُوم دے۔ ہلڈی برانڈ کا مقصد یہ تھا کہ رُومیوں کو اپنا پوپ منتخب کرنے کا دوبارہ حق حاصل ہو اور کلیسیائے رُوم افضل سمجھی جائے۔

۲- شادی شدہ خادمانِ دین کے خلاف جہاد ہو۔ یہ جہاد شہر میلان میں ہوا جو کسی وقت دار الخلافہ تھا اور بشپ ایمبروز کے وسیلہ مشہور تھا۔ یہاں کے بشپ کلیسیائے رُوم کی نافرمانی کرنا اپنا موروثی حق سمجھتے تھے۔ اِس زمانہ میں آرچ بشپ ہربرٹ مسند نشین تھا۔ وُہ خود شادی شدہ تھا اور میلان میں اکثر خادمانِ دین شادی شدہ تھے۔ وُہ دعویٰ کرتے تھے کہ مقدس ایمبروز نے اُنہیں نکاح کرنے کی اجازت دی ہے۔ خفیہ نکاح نہیں بلکہ کھلے اور جہیز کے ساتھ برملا نکاح کرتے تھے۔ اس پر طرہ یہ کہ یہ شادی شدہ خدام دین اپنے کام میں محنت کش اور قابل تعریف تھے۔ تمام اقلیم میں اُن کی شہرت پھیل چکی تھی۔ ان حالات کے زیر اثر ہلڈی برانڈ اور اُس کے ہمراہی نہایت غضبناک ہوئے اور میلان کے خدّام کو باقی شادی شدہ

خادموں کی مانند گنہگار ہی نہیں بلکہ بدعتی قرار دیا۔ آرچ بشپ ہربرٹ و مقلدین مانی کو ایک بہت بڑی چتا پر نکولس نے جلادیا اور ہربرٹ کی موت کے بعد پیرڈیمیانی کی مدد سے نکاح کی حامی جماعت کو بھی مغلوب کر لیا گیا۔

نکولس دوم کے جانشین پوپ الگزینڈر دوم کا انتخاب ۱۰۶۱ء میں سابقہ دستورِ انتخاب کے مطابق چونکہ قیصر کی رضا و مشورت سے نہ ہوا اس لئے قیصر کی ہدائت سے ناظمِ اعلیٰ نے اٹلی میں انجمن کلیسیائی فراہم کرکے مخالف پوپ کو چن لیا لیکن الگزینڈر کے حامی۔ ہلڈی برانڈ۔ پیرڈیمیانی اور نارمن لوگ تھے۔ اس کشمکش نے سیاسی صورت لے لی۔ نارمن لوگوں کا عروج جرمن حکومت کے لئے خالی از خطرہ نہ تھا۔ نارمن پوپ کے مددگار تھے۔ سو ولیم فاتح نے شاہ ہیرلڈ انگلستان پر الزامات لگائے۔ پوپ الگزینڈر نے ولیم فاتح کو برکت دے کر شاہ ہیرلڈ کی سرکوبی کے لئے انگلستان پر چڑھائی کرنے کو بھیجا۔ ولیم فتحیاب ہوا اور نارمنوں کے انگلستان میں مقیم ہونے اور اینگلوسکسن سے مخلوط ہونے کے باعث ایک زبردست قوم وجود میں آئی۔

اٹلی میں صرف نارمن ہی جرمنی قیصر مقیم انگلستان کے دشمن نہ تھے بلکہ خاندان لورینے اور ٹسکنی جرمنوں کے پشتنی دشمن تھے۔ جب یہ دونوں خاندان رشتہ و ناطہ داری میں متحد ہو گئے تو انہوں نے متحدہ ریاست ماٹلڈا کی بنا ڈالی جس کا دارالخلافہ کانوسا تھا۔ اس سیاسی جمود و کشمکش کے زمانہ میں عالم و مدبر پوپ ہلڈی برانڈ ۱۰۷۳ء پوپ گریگوری ہفتم کے نام سے مسند نشین ہوا۔

گریگوری اعظم

گریگوری ہفتم پاپائے روم کے ساتھ مختلف خدمات کرنے کی وجہ سے تجربہ کار مدبر تھا۔ یہ دیہاتی نجار کا نازک مزاج فرزند تھا اور عموماً بیمار رہتا تھا تاہم وہ ایک روشن دماغ آدمی تھا۔ اس کی روح جوش و غیرت سے معمور تھی اس کا مقولہ تھا کہ "راستبازی کو بھول جانا روح کے جہاز کو غرق آب کر دینے کے مترادف ہے۔" وہ حقانیت کے لئے بشپوں اور شہزادوں کی پروانہ کرتا تھا۔ اس نے پوپیت کو خاک سے اٹھا کر رفعتِ اعلیٰ پر پہنچایا۔ اس نے زندگی کے کچھ ایام راہب خانہ کلونی میں بسر کئے سو وہ خدام کو اپنی مانند فاقہ کش۔ پابند ضبط اور محنت کش دیکھنے کا متمنی تھا۔ وہ خدام دین کی شادی۔ بیرون از علاقہ مسکن گزینی۔ بدعات

شمعونیت اور کلیسیائی بدعنوانیوں کے خلاف جہاد کر رہا ہے۔ وہ کلیسیا کی نااتفاقی کو ایک آنکھ نہ دیکھ سکتا تھا۔ سو صاف ظاہر ہے کہ اس کی زندگی میں تین مقاصد کی تکمیل تھی کہ:-

۱- پوپ کی ممتازیت کو تسلیم کیا جائے۔

۲- کلیسیا کو سلطنت سے افضل سمجھا جائے۔

۳- کلیسیا میں امن قائم ہو۔

پوپیت کی فضیلت میں اس کا یہ مقصد مضمر تھا کہ امن عامہ و یگانگت کلیسیا میں صرف ہمی برقرار رہ سکتی ہے کہ اگر ہر ملک کی کلیسیا ایک واحد سر کو جو دنیا میں مسیح خداوند کا خلیفہ ہے مان لے اور تسلیم کرے۔ یوں رومی کلیسیا کے روحانی ناظم دنیوی حاکموں کی ہدایت کر سکیں گے۔ اور وہ ان کے تابع فرمان ہوں گے۔ سو اس طرح کلیسیا سلطنت سے بالاتر ہو گی اور پوپ کلیسیا سے۔ یہ خیال شارلیمن اعظم اور لیو سوم کے متضاد تھا۔ ان کا مقصد تو یہ تھا کہ سلطنت و کلیسیا دونوں یکساں و متوازی ہیں۔ دونوں اعلےٰ ہیں لیکن گریگوری ہفتم اپنے عہد میں پوپ کی ممتازیت اور کلیسیا کی فضیلت کی دُھن میں لگا تھا، گرچہ اُس کو اپنی شان و شکوہ مطلوب نہ تھی۔ وہ جمہوریت پسند اور مظلوموں کا دوست تھا تو بھی پوپ کو مطلق العنان۔ مختار کل دیکھنے کا خواہشمند تھا۔ کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ سپین۔ اسکندریہ۔ روم۔ انگلستان اور دیگر ممالک مقدس پطرس کو وراثت میں بخش دیئے گئے ہیں۔ عوام اُس کے ساتھ تھے، کیونکہ وہ غاصبانہ حاکموں سے چھٹکارا پانا چاہتے تھے۔ عوام کی تائید حاصل کرنے اور انہیں دامن گیر بنانے کے لئے اُس نے رومی سنڈ میں خدام الدین کے نکاح کے خلاف قوانین بنائے اور ان کو نافذ کرنے کے لئے ایک وفد جرمنی بھیجا۔ شادی شدہ خادمانِ دین اور اُن کے حمائتی سرکاری افسروں نے مخالفت کی۔ لیکن پوپ نے قوی ہاتھ سے سب کو دبا دیا اور شادی شدہ کو معزول کر دیا۔ جماعتوں کو خدام کے خلاف بغاوت کی ترغیب دی جنہوں نے اُن کی منکوحہ بیویاں چھین لیں، اور طرح طرح سے ایذائیں پہنچائیں۔ شمعونیت کے خلاف قانون وضع کئے گئے اور خادم دین کا جاگیردار کی تعظیم کرنا۔ منظوری یا رسم دخل یابی لینا منع کیا گیا۔

رسم دخل یابی

(INVESTITURE)

رسم دخل یابی عہدہ پر متعین کرنے کے حق و اختیار کو کہتے ہیں۔ ہلڈی براانڈ گریگوری ہفتم نے کسی غیر تقرر یافتہ سے مقدس عہدہ حاصل کرنے کی مخالفت کی جس سے گریگوری ہفتم اور ہنری چہارم میں جھگڑا برپا ہُوا اور یہی قضیہ گیارہویں صدی میں امر متنازعہ رہا۔ دستور یہ تھا کہ متوسط زمانہ کا بادشاہ کسی نواب سے حب حلف وفاداری لیتا تھا تو خود ایک جھنڈا اُسے پیش کرتا تھا جو اس بات کا نشان تھا کہ شاہ خود امیر و جاگیر کا محافظ ہے۔ اس وقت جرمنی میں کلیسیا کی بہت جاگیر تھی اور جب ہر ملک میں بشپ وسیع جاگیر کے مالک بن گئے تو یہ لازمی سمجھا گیا کہ وُہ بادشاہ کے سامنے حلف و... ...داری اٹھائیں اور بادشاہ سے اُس کے عوض میں انگوٹھی اور عصا لیں۔ گ... ...گوری کو یہ پسند نہ آیا۔ اُس نے سمجھا کہ اس طریق سے ظاہر ہے کہ ... کہ کلیسیا ہے ... ...بشپ عام مجمع میں دنیوی شاہ سے اختیار لیتا ہے نہ ... ...ربیل کوئی شخص بادشاہ کی منظوری کے بغیر کسی کلیسیائی عہدہ کو ... نہیں کرسکتا۔ دنیوی طاقتوں سے ٹکر لینے کا یہ نتیجہ ہُوا کہ دنیوی حاکم رَیونا کے ناظم اعلیٰ نے صدر اُسقف کی ترغیب سے پاپائے رُوم کو گرفتار کیا اور قید خانہ میں ڈال دیا۔ لوگوں میں غم و غصّہ کی آگ بھڑک اُٹھی۔ اُنہوں نے پوپ کو رہا کیا اور مجرم کو خاطر خواہ سزا دی۔ اُدھر ہنری چہارم نے ورمز پہ سِنڈ منعقد کی اور گریگوری ہفتم کی معزولی کا حکمنامہ جاری کر دیا۔ پوپ نے قیصر ہنری چہارم کو کلیسیا سے خارج کر دیا۔ یہ خبر بجلی کی طرح تمام ممالک میں پھیل گئی۔ امیر وزیر خارج شدہ قیصر سے پہلوتہی کرنے لگے۔ پوپ نے تمام رعایا کے خلاف بغاوت اور اُس کی سرکوبی کی اجازت دے دی۔ اعلان کیا کہ وُہ آئندہ سال آگزبرگ میں اپنی عدالت مرتب کر کے قیصر کو رسمی طور پر معزول کر دیگا۔ ہنری چہارم ترساں و لرزاں ہُوا۔ اُس نے پوپ سے معافی کی ٹھانی۔ سو کوہ الپس کو عبور کر کے ماہ جنوری میں بمقام کانوسا پہنچا۔ جہاں پوپ عارضی طور پر سکونت پذیر تھا۔ قیصر ہنری چہارم تین دن تک خوف و ہراس۔ بھوک و پیاس اور برف باری میں زندگی اور موت کی کشمکش میں تین دن تک محل کے دروازہ پر کھڑا رہا۔ تب پوپ کا دل نرم ہُوا۔ خارج نامہ منسوخ کیا گیا اور عارضی صلح کا عہد و پیمان لیا گیا۔ چند ماہ کے بعد جرمن سرکاری انتخابیہ مجلس نے قیصر روڈلف کو چُن لیا کہ وُہ قیصر ہنری چہارم کی جگہ بادشاہ ہو۔ پوپ

دو سال چپ سادھے غیر جانبدار رہا لیکن تیسرے سال قطعی فیصلہ دے دیا کہ ہنری چہارم کو خارج سمجھا جائے اور روڈلف کو قیصر تسلیم کیا جائے۔ ہنری چہارم نے مخالف کلیمنٹ سوم ۱۰۸۰ء کو مقرر کر لیا اور روڈلف کو شکست دے کر رُوم کو اپنے محاصرہ میں لے لیا۔ رابرٹ نے رومی محاصرہ توڑا لیکن شہر رُوما میں لُوٹ مچ گئی۔ فوج میں زیادہ تعداد مُسلم سارسانیوں کی تھی جنہیں مسیحیت سے بالکل اُنس نہ تھا۔ شہر روم تاراج کیا گیا۔ مکان گرا دیئے گئے۔ پوپ رابرٹ کے ہمراہ شہر رُوما سے بھاگ گیا اور ملک بدری کی حالت میں ۱۰۸۶ء میں مر گیا۔ جلاوطنی میں عموماً وُہ کہتا تھا "میں نے راستی سے محبت اور بدی سے نفرت کی اِس لئے میں جلاوطنی میں مرتا ہُوں"۔ رسم دخل یابی کا آخری فیصلہ ۱۱۲۲ء میں ورمز کے مقام پر ہُوا جب ہنری پنجم نے پوپ کالکسٹس دوم سے اِس شرط پر صلح کر لی کہ وُہ بشپوں کو انگوٹھی نہیں دیں گے۔ کیونکہ وُہ رُوحانی عہدہ کے مختار نہیں بلکہ محض عصا پیش کریں گے۔ اِس بنا پر کہ وُہ جاگیردار ہیں۔

مقدّس انیسلم آرچ بشپ کنٹربری

(ST ANSELM)

انگلستان کے انیسلم آرچ بشپ کنٹربری، شاہ ولیم روفس اور ہنری اوّل کے ایام میں تنازع دخل یابی زیر بحث تھا۔ انیسلم لمبارڈ تھا جو اُسٹا میں پیدا ہُوا اور لین فرینک کے بعد آرچ بشپ کے ممتاز عہدہ پر متعین ہُوا۔ یہ انگلستان میں مشہور و معرُوف ہستی تھا کیونکہ راہب خانوں کی اصلاح کے سلسلہ میں اکثر یہ انگلستان آتا رہتا تھا۔ ۱۰۹۲ء میں آرچ بشپ کی مسند کو خالی پڑے تین سال گزر چکے تھے۔ شاہ ولیم رُوفس عہدہ پُری سے پہلو تہی کرتا تھا کیونکہ صُوبہ کی کلیسیائی آمدنی شاہی خزانہ میں آ رہی تھی۔ اتفاقاً ولیم رُوفس گلوسسٹر میں بیمار پڑ گیا اور حالتِ نزع میں اعتراف سُننے اور اعلان مغفرت کے لئے مقدّس انیسلم اُس کی چارپائی کے پاس کھڑا تھا۔ ولیم رُوفس نے انیسلم کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ "مَیں تمہیں مقدس شخص سمجھ کر آرچ بشپ کے عُہدہ کا عصا دیتا ہُوں"۔ انیسلم نے پس و پیش کے بعد عصا کو یہ کہتے ہُوئے لیا "تم نے لاغر بھیڑ کو نہ سدھائے ہُوئے بیل کے ساتھ جوتا ہے۔ چاہیئے کہ دونوں مضبوط بیل ہوں"۔ انیسلم کی زندگی کے امن پسندانہ ایام ختم ہو گئے۔ کلیسیائی آزادی کی مُہم انیسلم نے پھر شروع

کر دی۔ مقابلہ زبردست بادشاہ سے تھا۔ ولیم رُوفس صحت یاب ہو چکا تھا۔ اُس کا رویہ مطلق العنان تھا۔ انیسلم یہ سوچتا تھا کہ ولیم رُوفس لاغر و ناتواں بھیڑ ہے مگر وُہ غلطی میں مبتلا تھا۔ کیونکہ انیسلم نے جب درباری بدعنوانیوں اور بداخلاقیوں کو شاہ ولیم پر ظاہر کیا تو اُس نے ناک بھوں چڑھالیں اور ہر تدبیر اصلاح کی مخالفت شروع کر دی۔ کونسل کے انعقاد کی اجازت نہ دی اور نہ ہی آرچ بشپ کے عرض وحال کو سُننے کی زحمت گوارا کی۔ وجہ صرف یہ تھی کہ جب کوئی بشپی عہدہ خالی ہوتا تھا تو صوبہ وجاگیر کی آمدنی بادشاہی خزانہ میں جاتی تھی۔ وُہ چاہتا تھا کہ "بشپ مریں اور میرا پیٹ بھرے اور بشپ یہ چاہتے تھے کہ بادشاہ ختم ہو اور ہمارا دامنِ حرص دراز ہو" سو معاملہ سیاسی جمُود کے باعث جوُں کا توُں رہ گیا۔

چنانچہ رُوم کی مسندِ پوپیّت پر دو حریف وحاسد پوپ دعویدار ہُوئے۔ اربن دوم جو ہلڈی برانڈ گریگوری ہفتم کا جانشین تھا اور دوسرا وِلبرٹ رِیونا کا آرچ بشپ جس کو قیصر ہنری چہارم نے ہلڈی برانڈ کے مقابلہ میں کھڑا کیا تھا۔ یہ اپنے آپ کو کلیمنٹ سوم کہتا تھا۔ اس تنازعہ کا اثر انگلستان پر بھی ہوا کیونکہ انیسلم نے اربن دوم کی حمایت کی اور شاہ ولیم رُوفس نے اِس پر زور دیا کہ یہ بادشاہ پر منحصر ہے کہ وُہ رعیت کو بتائے کہ کس پوپ کو قبُول کیا جائے۔ آخرکار وُہ خود تو پوپ اربن دوم کے حق میں ہو گیا لیکن اس امر میں بضد رہا کہ جو دعویٰ حق قبولیتِ پوپیّت اُس کے والد نے پیش کیا تھا وُہ بدستور قائم رہیگا۔

۱۰۹۷ء میں انیسلم رُوما گیا کیونکہ انگلستان میں وُہ پریشان خاطر رہتا تھا۔ پوپ اربن دوم نے اِسے بخوشی قبُول کیا۔ اور عزت افزائی میں یُوں کہا کہ "تُو دُوسری دُنیا کا پوپ ہے۔" رُوما میں تسلّی بخش انتظام وقیام کے وسیلہ وُہ مطالعہ کتب میں مشغول ہو گیا اور ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام تھا "کیوں خُدا انسان بنا۔" اس کے قیام رُوم کے دوران میں ولیم رُوفس جنگل میں اتفاقاً شکاری کے تیر سے مرگیا۔ شاہ ہنری اوّل نے انیسلم کو واپس کنٹربری بلا لیا اور ۱۱۰۷ء میں قضیۂ دخل یابی کا فیصلہ ورمز کے قضیہ کے مطابق ہو گیا۔ شاہ ہنری اوّل نے منظور کیا کہ کوئی غیر تقرر یافتہ شخص بشپ یا خادم الدین کو عصا یا انگوٹھی پیش نہ کرے گا اور آرچ بشپ مقدس انیسلم نے قبُول کیا کہ وُہ اپنی جاگیر کے سلسلہ میں بادشاہ کی فوجی امداد میں تابع فرمان ہوگا اور وقت آنے پر ہر طرح سے

بادشاہ۔ملک اور قوم کی سیاسی خدمت کرے گا۔ دو برس کے بعد انیسلم خداوند میں سو گیا، اور کنٹربری کیتھڈرل میں دفن کیا گیا۔لیکن اُس کی کلیسیائی عزّت و ناموس میں جد وجہد کی وجہ سے یہ مقولہ مشہور ہو گیا" کہ بڈو اُت اینٹیلیگم"۔"مَیں ایمان رکھتا ہوں اُس پر جس کو مَیں سمجھتا ہوں"

نکولس بریک سپیئر پوپ ہیڈریان ۱۱۵۴ء (NICOLAS BRAKESPEARE)

یہ انگلستان کے غریب خاندان میں پیدا ہُوا اور راہب بن کر فرانس اور اٹلی کے علاقوں میں گھومتا رہا۔اس کی ذہانت وجوشِ تبلیغ دیکھ کر کارڈینیل بنایا گیا اور ناروے و سویڈن کی کلیسیاؤں کو منظم کرنے کے لئے بھیجا گیا جہاں اس کی محنت وکاوش پھلدار ثابت ہُوئی۔ ۱۱۵۴ء میں پاپائے رُوم کی مسند کے لئے منتخب کیا گیا اور رسم تقدس پر اِس نے اپنا نام ہیڈریان چہارم رکھا۔یہی صرف واحد انگریز ہے جو کبھی رُوما میں عہدہ پوپیت پر سرفراز ہُوا تھا۔یہ جیّد عالم۔ باارادہ۔ راستباز اور زبردست ناظم تھا۔ ہلڈے براںڈ کی تمام خوبیاں اِس میں پائی جاتی تھیں لیکن اِس کا مخالف زبردست جابر آدمی شاہ فریڈرک اوّل تھا جو اپنی سُرخ داڑھی کے باعث "باربرُوسا" کہلاتا تھا۔ یہ بھی بہادر سورما۔ ہر دل عزیز۔ بلند اخلاق و بلند حوصلہ اور صلیبی مہم میں حصہ لینے والوں میں پیش پیش تھا۔ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ شاہ اور پوپ کی ملاقات کسی راہ پر اتفاقاً ہوئی۔پوپ ہیڈریان اپنے گھوڑے سے اتر پڑا اور ایسے ہی بادشاہ نے بھی کیا لیکن بادشاہ ۔ سابقہ دستور کے مطابق پوپ کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر کھڑا نہ ہُوا۔ یہ معمولی بات تو تھی تو بھی باربروسا نے اِس میں پوپ کی فضیلت کو دیکھا۔ اس عجیب حرکت کو بھانپتے ہُوئے پوپ نے شاہ کو آداب عرض کا بوسہ لینے سے منع کیا۔ سو عزّت و توقیر کا تنازعہ شروع ہو گیا اور دونوں ذمہ دار ہستیاں اپنے آپ کو سلطنت رُوم کے ناظمِ اعلیٰ سمجھتے تھے۔ یہ تنازعہ پوپ ہیڈریان کی موت کے ساتھ ۱۱۵۹ء میں سپرد گور ہو کر ختم ہو گیا۔

مقدس تھامس بیکٹ آرچ بشپ کنٹربری (THOMOS'A BECKET)

انگلستان میں بارھویں صدی کا مشہور مصلح اور کلیسیائی بحالیات کا دورہ رکھنے والا شخص تھامس بیکٹ

تھا۔ وہ لنڈن میں ۱۱۱۸ء میں گلبرٹ بیکٹ متموّل تاجر کے ہاں پیدا ہوا۔ لنڈن و پیرس میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد نوشتہ جات کی حفاظت کی آسامی پر مامور ہوا جس کی وجہ سے اس کا تعارف آرچ بشپ تھیوبالڈ سے ہوا جس نے اِسے تعلیم یافتہ اور خوبصورت جوان سمجھتے ہوئے اپنے علاقائی دورہ میں ساتھ رکھا۔ یہ تھیوبالڈ کے ساتھ رُوم اور ٹُولونا بھی گیا۔ وہاں مسائل و ضابطۂ کلیسیا سیکھ کر ۱۱۵۴ء میں خادم کے درجہ کے لئے اس کا تقرر ہوا اور واپسی پر آرچ ڈیکن کنٹربری بنایا گیا۔ ۳۷ برس کی عُمر میں وہ انگلستان کا چانسلر بنا۔ شاہ ہنری دوم اِسے دل سے چاہتا تھا عموماً کہا جاتا تھا کہ شاہ اور بیکٹ کا "ایک دل اور ایک ہی دماغ تھا"۔ یہ اب بادشاہ کا نائب اور کلیسیا و سلطنت کی تحریرات کا محافظ تھا۔ بادشاہ اِس سے چودہ برس چھوٹا تھا اِس لئے بادشاہ اُمورِ سلطنت میں اِس سے مشورہ لیا کرتا تھا۔ ۱۱۵۹ء میں جب ہنری دوم نے ٹُولُوزی کا محاصرہ کیا تو یہ اُس کے ساتھ جنگ میں شریک تھا۔ سفیرِ انگلستان کی حیثیت میں اِسے ہنری اوّل کے بڑے بیٹے کی منگنی لوئیس ہفتم کی بیٹی کے ساتھ تعین کرنے کے سلسلہ میں فرانس جانا پڑا لیکن جس شان و شکوہ سے یہ فرانس پہنچا۔ وہاں کے اُمراء عوام ورطۂ حیرت میں پڑ گئے اور ہر طرف سے یہ صدا آتی تھی کہ "اگر انگریز چانسلر کی یہ شان ہے تو بادشاہ کیسا ہوگا"؟ بیکٹ شان و شکوہ کو پسند کرتا تھا۔ جب ۱۱۶۲ء میں شاہ ہنری کو خوش کرنے کی غرض سے انگریز بشپوں نے تھیوبالڈ کی جگہ بیکٹ کا نام پیش کیا تو یہ اُداس ہو گیا کیونکہ یہ نہ چاہتا تھا کہ شان و شکوہ کے ساتھ وہ اِس خداداد مقدس عُہدہ کی صحیح ترجمانی کر سکے گا۔ وہ یہ بھی سمجھتا تھا کہ آرچ بشپ کی حیثیت میں اُسے کلیسیائی حکمت عملی میں شاہ ہنری اوّل کے خلاف ضرور ہونا پڑے گا، اِس لئے اُس نے شاہ کو افسوسناک لہجہ میں کہا "میں تمہیں بیشتر جتا دیتا ہوں کہ اگر یہ خیال وقُوع پذیر ہُوا تو ہماری دوستی جلد نفرت میں بدل جائے گی"۔ عیدِ نزول کے بعد پہلے اتوار کو تھامس بیکٹ آرچ بشپ بنا۔ اُس نے آرچ بشپ ہوتے ہی اعلان کیا کہ عیدِ نزول کے ۸ دن بعد مقدس ثالوث کا میلہ ہو۔ چنانچہ آج تک انگلیکانی کلیسیا کے لوگ یہ عید مناتے ہیں۔

بیکٹ میں نبیانہ رُوح تھی اور آرچ بشپ ہوتے ہی اُس نے اپنی طرزِ رہائش

پوشاک و خوراک میں اہم تبدیلی کر دی۔ وہ ریاضت کش زاہد بن گیا اور امیرانہ لباس کے نیچے کمّی کا لبادہ پہن لیا تاکہ اُسے دُکھ دیتا ہے۔ عموماً وہ روزہ رکھتا اور تمام خوشی وانبساط کے دستوروں کو چھوڑ دیا۔ وہ کلیسیائی بداخلاقی۔ غربت اور بیماروں کی فکر میں ہر وقت مستغرق رہنے لگا۔ اس نے چانسلری کو خیرباد کہہ دیا یہ سوچتے ہوئے کہ چانسلر اور بشپ کی خدمت ساتھ ساتھ نہیں ہو سکتی ۔ ہنری دوم کو یہ طرزِ عمل ناگوار گزرا اور ایک سال نہ گزرنے پایا تھا کہ دونوں ایک دوسرے کے سخت مخالف ہو گئے۔

شاہ ہنری دوم نے چاہا کہ کلیسیا کے خادمانِ دین میں راست بازی وانصاف ہو، کیونکہ ولیم فرینک کی وساطت سے کلیسیائی تعزیری انجمنیں بن چکی تھیں لیکن اب وہ دُکھ و قباحت کا باعث تھیں۔ بشپ و پادری اگر قصوروار ہوتے تو وہ محض کلیسیائی تعزیری انجمن کے رُوبرُو پیش ہو سکتے تھے۔ اور خادمانِ دین کے متعلقین نوکر۔ گورکن اور راہب بھی اسی زمرہ میں شمار ہوتے تھے۔ سو خادم اور نوکر عموماً کلیسیائی سزا سے نذر و نیاز کے باعث بچ جاتے تھے لیکن اس کا نتیجہ یہ تھا کہ کئی خادم الدین، نوکر اور راہب ڈاکو بن چکے تھے جن سے امنِ عامہ میں شدید خطرہ محسوس کیا جا رہا تھا۔

آرچ بشپ بیکٹ اپنے خادمانِ دین کی حمایت میں ڈھول پیٹتا تھا کہ یہ سرکاری عدالت میں جواب دہ نہیں ہو سکتے" اور کوئی میرے مسوح کو ہاتھ نہیں لگا سکتا بادشاہ نے ۱۱۶۴ء میں کونسل کلیریڈان منعقد کر کے مندرجہ ذیل قرار دادیں منظور کیں۔

۱۔ ملزم خادم الدین عام سرکاری عدالت میں پیش ہو۔

۲۔ کلیسیائی تعزیری انجمن اُس کی حفاظت نہ کرے۔

۳۔ بشپ بادشاہ کی اجازت بغیر کسی دُوسرے ملک میں نہ جائے۔

۴۔ کلیسیا کے خالی صُوبہ یا علاقہ کی آمدنی شاہی خزانہ میں جائے۔

۵۔ انتخاب کے بعد خالی جگہ پُری کے لئے پیش کردہ شخص کی منظوری بادشاہ سے لی جائے۔

۶۔ متعیّن شخص بادشاہ کی واجبی تعظیم کرے۔

آرچ بشپ نے ان باتوں کو قبول نہ کیا اور کہا کہ یہ کلیسیائی آزادی پر حملہ ہے سو تنازعہ تو قیر و حرص نے ۱۱۶۴ء-۱۱۷۰ء تک طول پکڑا۔ مقدس بیکٹ فرانس چلا گیا

اور حالتِ گمنامی میں پھرتا رہا۔ پوپ نے اِس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لے کر دونوں شاہ و آرچ بشپ میں دوستانہ مصالحت پیدا کر دی ۔ بیکٹ اِس شرط پر واپس انگلستان جانے کو رضامند ہو گیا کہ ہر دو فریق اپنے اپنے اصُول پر بدستور قائم رہیں گے۔ لیکن بیکٹ کی آمد سے قبل شاہ ہنری ایک اور غلطی کر بیٹھا۔ وُہ یہ تھی کہ اُس نے حینِ حیات ہی چاہا کہ اُس کے بیٹے کی رسم تاجپوشی ۱۴ جون ۱۱۷۰ئہ کو ہو سو اِس نے راجر آرچ بشپ یارک۔ سلسبری اور لنڈن کے بشپ، صاحبان کو اِس رسم تاجپوشی کی تقریب میں مدعو کیا۔ شہزادہ بیکٹ کا شاگرد تھا اور اِس تقریبِ خاص میں کنٹربری کے آرچ بشپ کے حقوق پامال ہو رہے تھے ۔ مقدّس بیکٹ نے یہ معاملہ پاپائے رُوم کے رُوبرُو برائے غور و خوض پیش کیا جس نے حقوق کنٹربری کے پیشِ نظر راجر آرچ بشپ کنٹربری اور دیگر دو بشپوں کا اخراج نامہ بدست مقدس بیکٹ بھیج دیا۔

اُمرا بیکٹ کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے لیکن عوام دل سے چاہتے تھے جب بیکٹ کا قدم انگلستان کے شہر کنٹربری میں پڑا تو عوام نے نعرے لگائے ۔ خدّام اور عوام کے نعروں سے گلی و کوچہ میں عمارات اور محل کے در و دیوار گونج اُٹھے۔ یہی صدا ہر طرف سے سُنائی دیتی تھی "مبارک ہے وُہ جو خُداوند کے نام میں آتا ہے" لیکن اس شور و غل میں مقدّس بیکٹ جانتا تھا کہ انگلستان میں قید و مصیبت بلکہ موت اس کیلئے تیار ہے۔ کچھ دن قیام کے بعد اِس نے کلیسیائی اخراج نامہ تینوں بشپوں کے ہاں بھیج دیا۔ وُہ اخراج نامہ کو دیکھتے ہی آگ بگولہ ہو گئے اور بادشاہ کے ہاں پہنچے جو جنگل کی شکارگاہ میں بڑا دن منا رہا تھا۔ اُنہوں نے تمام واقعہ بیان کیا تو بادشاہ تلملایا اور غصہ میں کہا "جب تک تھامس بیکٹ زندہ ہے، نہ تم کو بھلے دن دیکھنے نصیب ہوں گے نہ مضبوط سلطنت نہ سطان زندگی۔ میں نے اپنے دربار میں بے شرم ڈرپوک لوگ پال رکھے ہیں۔ کوئی اِن میں سے اُس متلوّن مزاج شخص کی سرکوبی نہیں کر سکتا" یہ سُنتے ہی چار بہادر رجینلڈ فیزرہ۔ ولیم ڈی ٹارسی۔ ہیف ڈی مورڈوے اور رچرڈ لی برٹن سرحدوں کو عبور کر کے دو ہی دن کے بعد آرچ بشپ کے ہاں پہنچ گئے اور اُسے کہا کہ وُہ تینوں بشپوں کے لئے مغفرت نامہ جاری کرے ۔ مقدّس بیکٹ نے کہا کہ میں نے اِنہیں خارج نہیں کیا تم پوپ کے پاس جاؤ۔ وُہ نہایت برانگیختہ ہو گئے ۔ مقدّس بیکٹ کو علم

تھا کہ یہ اُس کی جان کے درپے ہیں - آرچ بشپ دوپہر کی عبادت کے لئے کیتھڈرل میں گیا تو خادم نے بڑے دروازہ کو قفل لگانا چاہا۔ لیکن مقدس بیکٹ نے کہا کہ "میں خُدا کے گھر کو قلعہ نہیں بنانا چاہتا" سو ان چار برانگیختہ مردوں نے الطار کے سامنے خُداوند کی حضوری میں اِس مردِ خدا کو تلواروں سے ختم کر دیا۔ راہب ایڈورڈ گرِم جو آرچ بشپ کو بچاتا ہُوا زخمی ہُوا اُس نے مقدس بیکٹ کے آخری الفاظ سُنے وہ یہ تھے کہ "خداوند یسُوع کے نام میں اور کلیسیا کی حفاظت و آزادی کے لئے میں مرنے کو خُوش ہوں"۔ جب وہ مرا تو دیکھا گیا کہ اُس کی قیمتی پوشاک کے نیچے کمبل کا لبادہ ہے۔ اُس کی سادگی و راستبازی اُس کی موت کے وسیلہ سے چمک اُٹھی اور کلیسیا نے اُسے مقدس مانا۔ ۱۱۷۲ء میں ہنری دوم کو مطیع ہونا پڑا اور اُس نے روزہ رکھ کر اور آنسو بہا کر ریاضت کی تاکہ مقدس بیکٹ کے خُون سے وہ پاک ہو۔ مقدس بیکٹ کی موت کے ردِ عمل میں کونسل کلیریڈن کی تمام قرار داد منسوخ کر دی گئیں۔ لین فرینک کی قرارداد قائم رہی اور کلیسیائی وقار مزید ترقی کرتا گیا۔

سسٹرسیئن ضابطہ (THE CISTERCIAN ORDER)

راہب خانوں کی اصلاح گیارہویں اور بارہویں صدی میں پھر کی گئی۔ مقدس کارتھوسیس نے ۱۰۸۴ء میں جدید ضابطہ قائم کیا جس میں راہب اپنی کوٹھری میں خاموش پڑا رہتا تھا۔ وہ کھانا کھاتا اور کام کرتا تھا۔ فونٹیورالٹ کا ضابطہ خواتین کے لئے تھا اور پریمان سٹراٹنشتین کو مقدس نار برٹ نے ۱۱۱۹ء میں قائم کیا۔ ان کے علاوہ مُقننوں کی جماعتیں تھیں جن میں بعض تو راہب خانوں میں قیام پذیر تھے اور بعض جو دُنیادار کہلاتے تھے وہ کیتھڈرل کے نزدیک رہتے تھے۔ وہ راہبانہ قسم سے بے نیاز تھے اور ڈین وچیپٹر کہلاتے تھے۔ دُعا و نمازکی باقاعدگی اُن کا مشغلہ تھا۔ ۱۱۳۱ء میں گلبرٹ اوسیمپرینگھم نے جو لنکن شائر کے نواب کا فرزند تھا گلبرٹائن ضابطہ جاری کیا۔ یہی راہبی ضابطہ ہے جس کی بنا انگلستان میں پڑی۔ اس میں مرد و زن۔ بھائی بہن کی مانند رہتے تھے۔ اور اپنی ریاضت۔ عبادت۔ پاکیزگی و اخلاق کے باعث قابلِ تعظیم سمجھے جاتے تھے۔

فوجی ضوابط بھی تھے جن سے نیم سپاہیانہ و راہبانہ زندگی بسر ہوتی تھی۔ اُن کی

ابتدا کا سبب صلیبی مہمات تھیں۔ راہبی فوج کا نشان سفید چوغہ پر سُرخ صلیب تھا۔ وُہ یروشلم کی مقدس قبر کے پاسبان تھے لیکن طبیا نہ ضابطہ مقدس یُوحنا یروشلیمی کا مُرید تھا جن کا نشان کالے چوغہ پر سفید صلیب تھا۔ مقدّس قبر کے زائرین کی راہ میں حفاظت کرنا اُن کی زندگی کا اوّلین مقصد تھا اور جو زائر بیمار ہوتا تھا اُسکی بیمار پُرسی کرنا اور ادویات کی بہم رسانی اور ہر ممکن مدد دینا اُن کا فرض تھا۔

ضابطہ سائٹکس کی شہرت کا باعث ایک اور انگریز سٹیفن ہارڈنگ تھا جو مقدس بینیڈکٹ کے ضابطہ کی سادگی کو سختی سے اپنانے کا خواہشمند تھا۔ اِس ضابطہ کا بانی رابرٹ راہب خانہ نوترے دیلے دی مُولیسُم کا راہب تھا۔ وُہ مُولیسُم کی قباحت و بدعنوانیوں سے دل برداشتہ ہو گیا اور ۱۰۹۸ء میں بیس راہبوں کے ہمراہ ویران دلدلی علاقہ سائٹکس میں جاگزیں ہوا۔ ان ساتھیوں میں معزز سٹیفن ہارڈنگ بھی تھا۔ ۱۰۹۹ء میں پوپ اربن دوم نے رابرٹ کو حکم دیا کہ وُہ مولیسم واپس چلا جائے۔ اُس کے جانے کے بعد میر راہب البرک بنا اور پھر ۱۱۰۹ء میں سٹیفن ہارڈنگ مقرر کیا گیا۔

یہ ضابطہ سِسٹرشیّین کہلاتا تھا کیونکہ دلدلوں کی وجہ ہی سے وُہ جگہ سائٹکس دلدل کہلاتی تھی۔ اور یہ لوگ اپنی بولی میں اِسے سِسٹرشیّین یعنی گندے جوہڑ کہتے تھے چنانچہ ان کی زبان کے مطابق اِس ضابطہ کا نام پڑ گیا۔ اس کا لائحہ عمل سادگی۔ غریبی۔ نفس کشی اور عبادت تھا۔ سردیوں میں ماسوا اتوار کے وُہ محض ایک دفعہ ہی دن میں کھاتے تھے اور گرمیوں میں کام کی کثرت کے باعث ماسوا بُدھ اور جمعہ کے وُہ دن میں دو دفعہ کھانا کھاتے تھے۔ لیکن مچھلی۔ گوشت اور انڈے سے بالکل پرہیز کرتے تھے۔

ضابطہ کلُونی نے دستکاری و فن کاری سے اجتناب کرتے ہُوئے زیادہ وقت دُعا و دھیان میں صرف کیا لیکن سائٹکس یا سِسٹرشیّین برادر بینیڈکٹائی دستُور کے مطابق چار گھنٹے دُعا و نماز میں صرف کرنے کے بعد کام میں مشغول ہو جاتے تھے۔ ضابطہ کے قواعد و مسائل کو ازبر کرنا ان کا کام نہ تھا۔ وُہ کھیت میں محنت و مُشقت اُٹھا کر اپنی پرورش کرتے تھے۔ بعض اِن میں دولت مند زمیندار بن گئے اور ان کے وسیلہ

سے زراعتی امورِ کاشت میں کافی تبدیلیاں ہوئیں اور ایسے ہی تیرھویں صدی میں یہ اُون کی تجارت میں زبردست تاجر بن گئے۔

یہ بارھویں صدی کے پیورٹین 'بھائی خالصہ جی' تھے۔ کلُونی کے خلاف اِن کی عمارتیں بالکل سادہ تھیں۔ نقش و نگار سے مزین اشیاء اُن کی پسند طبع نہ تھیں۔ وُہ ہیرے جواہرات کی مُرصّع صلیبوں کو نہ دیکھنا چاہتے تھے۔ اُن کی اپنی صلیب سونے وچاندی کی نہیں بلکہ عام لکڑی کی ہوتی تھی۔ یہ بلا رنگ اُونی چوغہ پہنتے تھے جو اُنہیں بینیڈکٹائی ضابطہ سے مُمیّز کرتا تھا۔ مقدس برنارڈ کلیرووکس نے کہا کہ صنعتی نقش و نگار خوبصورت بُت ہیں جو انسان کو خُدا سے دُور کر دیتے ہیں اور کمزور ایمان والے وُدُنیا دارانہ خیال کے پرستار میں رُوحانی زندگی کو پیدا کرنے میں مفید ثابت نہیں ہوتے۔ بعض اس خوبصورتی میں یکسو ہوکر عبادت کرسکتے ہیں۔ لیکن یہ یاد رہے اکثر لوگ کمزور ایمان والے ہیں اِس لئے سادگی وعمُومیت کی زیادہ ضرورت ہے۔

خشک خالصہ پن کا مطلب یہ بھی نہ تھا کہ اُن کی عمارتیں سادگی کے باعث بد زیب تھیں۔ بلکہ سادگی عمارت کو دیدہ زیب بناتی تھی۔ فرانس میں پونٹگنی کا گرجہ سادگی وکُشادگی میں اتنا دِل آویز تھا کہ تین آرچ بشپ تھامس بیکٹ۔ سٹیفن لانگٹن اور مقدس ایڈمنڈ رچ ملک بدری کے زمانہ میں یہاں ہی پناہ گزیں رہے۔ سسٹرشیئین ۱۱۲۸ء میں انگلستان میں وارد ہُوئے جب ولیم گِفرڈ ونچسٹر کے بشپ صاحب نے صُوبہ سری میں ویورلی کے مقام پر ایک راہب خانہ کی بنا ڈالی۔ اس کے بعد یہ ضابطہ ٹنٹرن۔ فونٹنز۔ فرنس۔ رائی وکس اور نیٹلی میں قائم ہوگیا۔ یہ ضابطہ راہبانہ زندگی کا آئینہ دار تھا جس میں ریاکاری کو دخل نہ تھا بلکہ جوش، غیرت اور جذبہ —— میں یہ بڑھتا ہی جاتا تھا۔

مُقدّس برنارڈ کلیرووُ
(ST. BERNARD CLAIR VAUX)

۱۱۱۳ء میں بائیس سالہ جوان برنارڈ تیس ۳۰ ہمراہیوں کے ساتھ جس میں اُس کا چچا اور چار بھائی بھی شامل تھے سسٹکس یاسسٹرشیئین کے راہب خانہ کے دروازہ پر جا کھڑا ہُوا اور دروازہ پہ دستک دی۔ اندر سے ایک راہب نے آکر کہا کہ تُم یہاں کیوں آئے ہو؟ برنارڈ نے جواب دیا۔

"خداوند یسوع کے ساتھ مصلوب ہونے کو"۔ مقدس برنارڈ اِس جگہ فاقہ و ریاضت میں حد سے زیادہ محو ہوگیا۔ اِس کے جسمانی قویٰ نے اِسے جواب دے دیا۔ دلدلی علاقہ کی صعوبتوں نے مزید کاری ضرب لگائی تو بھی پاکیزگی عقلمندی اور قوتِ ارادی کے باعث یہ اپنے بھائیوں سے گوئے سبقت لے گیا۔

دو سال کے بعد میر راہب سٹیفن ہارڈنگ نے اِسے تیسرے راہب خانہ کلیرود کا میر راہب منتخب کیا جو اس جگہ سے نوّے میل دُور تھا سو حکم کے تابع وہاں چلا گیا اور پندرہ برس مطالعہ، تبلیغ و نفس کشی میں وہاں گزارے۔ اِس کی طبیعت خوبصورتی کو پسند نہ کرتی تھی وُہ گرد و پیش کی اشیا سے بے نیاز و بے پروا تھا۔ وُہ کبھی نہ سوچتا تھا کہ کس نوعیت کا کھانا کھا رہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک دفعہ وُہ جھیل لوسرن کے خوبصورت مناظر میں سے گُزر رہا تھا لیکن ایک دفعہ بھی اُس نے کسی قدرتی خوبصورتی کی تعریف میں زبان نہ کھولی تو بھی وُہ خشک زاہد نہ تھا کہ نہ وُہ کسی کو پیار کرے اور نہ اُس سے کوئی محبت رکھے۔ بلکہ اُس کی عوام سے محبت اور ذوق و مذاق لوگوں کو گرویدہ کر لیتے تھے۔ اُس کے چہرہ سے محبت کی کشش نمایاں تھی اُس کا لباس سادہ تھا اور وُہ مرصع اور چمکدار چھتروں سے پرہیز کرتا تھا۔ یہی باعث ہے کہ سسٹر یسٹین باوجودیکہ انتہائی ریاضت کش ہوتے ہیں تو بھی صاف اُجلے کپڑے پہنتے ہیں۔

شدتِ ریاضت کے باعث مقدس برنارڈ کا جسم لطیف نہ ہوکر نڈھال ہوگیا۔ اِس لئے پوپ نے حکم دیا کہ وُہ راہب خانہ سے علیحدہ ہوکر آرام کرے۔ لیکن اِس کی طبیعت میں آرام کہاں؟ اِن ایام میں صلاح و مشورت اور تنبیہ کے خطوط بزرگوں بشپوں اور پوپ کو لکھتا رہا۔ جہاں سے یہ گزرتا لوگ ٹھہر جاتے اور اُس سے برکت لیتے تھے۔ سن ۱۱۳۰ء میں جب پوپیت کی مسند پر جھگڑا پیدا ہُوا تو اِس کی کوشش سے انوسنٹ دوم پوپ بنایا گیا۔ پوپ یوجینیس سوم کے کہنے کے مطابق اس نے فرانس اور جرمنی میں دورہ کر کے صلیبی جہاد کی منادی کی۔ یہ شاہی و کلیسیائی کونسلوں کا صدر ہوتا تھا اور بدعتیوں کا جانی دشمن تھا۔ اِس کی زندگی متضاد صفات کی مجموعہ تھی۔ ۱۱۵۳ء میں باسٹھ سال کا ہوکر مر گیا۔ تمام یورپ اُس کی قدر و عزت کرتا تھا۔ بعض ڈرتے لیکن زیادہ اُسے دل سے چاہتے تھے۔

کارتھوسین ضابطہ
(CARTHSIAN ORDER)

یہ ضابطہ مقدّس برنارڈ کے ضابطہ سے کچھ قبل قائم ہُوا۔ لیکن اپنی انتہائی ریاضت کے باعث زیادہ پھیل نہ سکا۔ اِس ضابطہ کا بانی بُرونو (BRUNO) تھا جو کالون (COLOGNE) دارالعلوم کا جرمن عالم تھا اور ریمز (REIMS) میں وُہ کیتھڈرل سکول میں معلم بھی رہا جہاں سے اُس نے والے اربن دوم کو تعلیم دی۔ وُہ ریمز کو چھوڑ کر گرے نوبل (GRENOBLE) میں تخلیہ میں دُعا و ریاضت کے لئے چلا گیا اور ۱۰۸۴ء میں ایک قریب تر گاؤں کارتوسیا (CARTUSIA) کے قریب راہب خانہ بنا کر ضابطہ کا نام کارتھوسین رکھا۔

بُرونو نے ضابطہ میں یہ تجدید کی کہ ہر راہب اپنی اپنی کوٹھڑی میں علیحدہ رہا کرے اور صرف رات کی عبادت۔ پاک عشا اور خاص عیدوں میں کھانے کے وقت جمع ہوں۔ باقی دِنوں میں وُہ اپنا کھانا خود پکائیں اور عبادت کوٹھڑی کے اندر کرتے رہیں۔ ان کی کوٹھڑی کے ساتھ ایک چھوٹا سا صحن ہوتا جس میں وُہ اپنے لئے سبزی پیدا کر سکتے تھے اور جنگل جو قریب ہی تھا اُس سے لکڑی چُن لاتے تھے۔ ایک دُوسرے کا چہرہ دیکھنا اور بولنا منع تھا۔ اگر کوئی بیمار ہو جاتا تو اُس کو کوٹھڑی کی دیوار کے سوراخ میں سے کھانا دیا جاتا تھا۔ اگر رشتہ دار ملنے کو آتا تو وُہ باہر دیوار کے سوراخ سے ذرا ہٹ کر کہ چہرہ نہ دیکھ سکے۔ بات چیت قلیل وقت کے لئے کر سکتا تھا۔ منزلِ ریاضت نہایت کٹھن اور پُر آشوب تھی۔ جب کوئی مر جاتا تو وُہ اُنہیں کپڑوں میں دفن کر دیا جاتا تھا۔ بُرونو ۱۱۰۱ء میں اٹلی میں ایسا راہب خانہ قائم کرنے کے بعد راہئ ملکِ بقا ہُوا لیکن اُس کی موت کے بعد یورپ میں کئی جگہ ایسے راہب خانے قائم ہو گئے۔ اِس ضابطہ نے کئی عالم بھی پیدا کئے جن میں خصوصاً لوڈالفس (LUDOLPHUS) سکسنی (SAXONY) کا کتاب بنام مسیح کی زندگی کا مصنف ہونے کے باعث بہت مشہور رہے۔

انگلستان میں ۱۲۰۰ء میں اِس ضابطہ کا مشہور شخص سینٹ ہیو (ST. HAUGH) لنکن کا بشپ تھا۔ یہ برگنڈیائی نواب کا فرزند تھا۔ اِس کا والد اِس کی والدہ کی وفات کے بعد اپنے اِس لڑکے سمیت کارتوسیا کے راہب خانہ میں داخل ہو گیا اور دُعا و ریاضت میں یہ دونوں محو ہو گئے۔ ہیو جب اُنیس برس کا ہو گیا تو میر راہب نے اِس کو ایک گاؤں

کے گرجے کا ناظم مقرر کر دیا۔ لیکن اِس زندگی سے اُس کا دل بھر گیا۔ وُہ چاہتا تھا کہ وُہ ایسی رُوحانی فضا میں رہے جو بادلوں سے اُوپر اور خُدا کے قریب تر ہو۔ لوگوں نے سمجھایا کہ وُہ زاہد جو بلند چٹانوں پر رہتے ہیں۔ وُہ چٹانوں سے زیادہ سخت ہیں اور اُنہیں اپنے بدن پر کوئی رحم و ترس نہیں آتا تاہم ریاضت کی طرف اِس کا میلان ہوتا گیا چنانچہ ۱۱۶۰ء میں کارتھوسیلین میں شریک ہو گیا اور دس سال کی محنت و ریاضت کے بعد راہب خانہ کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ بادشاہ ہنری دوم کی درخواست پر ۱۱۷۵ء میں سمرسٹ کے علاقہ کے گاؤں وتھام (WITHAM) میں راہب خانہ قائم کیا جس کے باعث شاہ سے اچھّے خاصے مراسم ہو گئے لیکن وُہ شاہ کو بعض اسقفی حلقے خالی رکھنے پر تادیب کرتا رہا۔ تس پر بھی بادشاہ نے لنکن (LINCOLN) کا بشپ نامزد کیا کیونکہ وُہ ریاضت۔ پاکیزگی و انصرام کلیسیا میں اِس لائق تھا۔ فصل کے ایّام میں وُہ واپس راہب خانہ وتھام میں چلا جاتا تھا اور وہاں اپنے بھائی راہبوں کے ساتھ سادگی سے رہتا تھا۔ اِس نے بچوّں کو جو راستہ میں مستحکم ہونے کے لئے لائے جاتے تھے کبھی گھوڑے پر سوار ہوتے ہُوئے مستحکم نہ کیا بلکہ وُہ گھوڑے سے نیچے اُتر کر نہایت ادب و سنجیدگی سے اپنے دونوں ہاتھ بچوّں کے سر پر رکھ کر اُنہیں مستحکم کرتا تھا۔ کسانوں اور حیوانوں سے اُسے بہت اُنس و دلچسپی تھی۔ اِن کی صلاح و بہبُود میں اِس نے کافی کچھ کیا۔

آسٹن ضابطہ
(AUSTIN CANON)

بارہویں صدی میں خادمانِ دین کے انتظام و انصرام میں تحریک تجدید پیدا ہُوئی جس کو عمُوماً مقدّس اگسٹین کے اسم گرامی سے متعلق کیا جاتا ہے۔

جو خادمانِ دین انتظام و ضبط میں رہتے تھے وُہ (AUSTIN CANON) کے نام سے موسوم کئے جاتے تھے۔ یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ یہ تحریک تجدید ضبط کسی واحد شخص نے یک دم اپنی جدتِ طبع سے پیدا نہیں کی بلکہ تبدریج بڑھتی اور ترقی کرتی گئی۔ ۸۱۷ء کی کونسل (AIX-LA-CHAPELLE ایکس۔لا۔چاپلے) سے قبل معبد خانوں کے لئے زمینی عطیہ جات کا محض مقصد ایک واحد خادم الدین کی بسر اوقات کرتا تھا۔ لیکن لورین (LORRAINE) کے کیتھڈرل اور گرجوں سے تحریک تقسیم زمینی عطیہ برائے خادمانِ دین پھوٹ نکلی سو زیادہ خادمانِ دین ایک ہی معبد اللہ میں مختلف خدمتوں پر ممتاز کئے گئے۔ واتھم (WALTHAM) کے گرجا ہولی کراس میں خادمانِ دین کینن

بنائے گئے اور ایک سردار خادم (PROVOST) مقرر کیا گیا اور پوڑکٹ کیتھڈرل سے عالم بلائے گئے، تاکہ وہ خادمانِ دین کو درس و تعلیم دیا کریں۔ ۱۰۷۱ء میں یہ لازمی ٹھہرا کہ اسقف صاحبان باغ یا زمین کا کچھ حصہ بطور تنخواہ خادمانِ دین کو نہ دیا کریں، بلکہ وہ تمام خادمانِ دین کے لئے وقف ہو۔ جب یہ دیکھا گیا کہ بعض دفعہ اس میں الجھن پیدا کر دی جاتی تھی تو گرجوں کے بنانے والے مربیوں نے اپنا دستور یہ بنانا شروع کر لیا اور یوں تین دستور رائج ہو گئے۔ لیکن زیادہ موزوں نظام خدمت جس میں خادمانِ دین کے مختلف عہدے متصوّر تھے اور ساتھ ہی ساتھ ان کے عہدہ و خدمت کے مطابق جاگیر کی تقسیم تھی ضابطۂ آسٹن کہلانے لگا۔ بارھویں صدی کے بعد خادمانِ دین اس ضابطہ کے تابع خدمت زیادہ پسند کرنے لگے اور چھوٹے دیہاتی گرجوں کے لئے بڑے گرجوں کے خادمانِ دین اپنے شریکِ خدمت کو متعین کرنے لگے لیکن راہبانہ طریقِ زندگی پر بہت زور دیا گیا۔ خادم الدین قانوناً رات کو اپنے کمرہ سے باہر کسی مریض کو پاک عشا دینے کے لئے بھی نہیں ٹھہر سکتا تھا اور پاسبانی خدمت کو فروغ دینے کے لئے وہ تعلیم و تدریس اور مقدّس کتب نویسی میں مشغول رہتے تھے۔ تقرر یافتہ راہب خادم الدین اور غیر تقرر یافتہ راہب کہلاتا تھا۔ بارھویں صدی کے بعد ہر راہب کو خادم الدین کا درجہ دیا گیا۔ ویلز (WELLS) کے اسقف نے خادمانِ دین کے اکٹھا رہنے کے لئے وسیع کمرے بنوائے۔ ایڈورڈ دی کنفسر (CONFESSOR) نے ویسٹ منسٹر (WEST MINSTER) میں بینیڈکٹائی طرز پر راہب خانہ قائم کیا اور نارمن بشپوں نے اس کی بہت حمایت کی کہ جاگیر گرجا سردار خادم ڈین۔ چانسلر۔ خزانچی اور پاسبانِ گرجا میں تقسیم ہو اور بینیڈکٹائی ضابطہ کو اپنایا جائے جب لین فرانک (LANFRANC) آرچ بشپ کنٹربری بنائے گئے تو آسٹن ضابطہ کے تابع خادمانِ دین چیسٹر (CHECHESTER) اگزیٹر (EXETER) ہرفرڈ۔ لیچ فیلڈ۔ لنکن سینٹ پال سالسبری (SALSBURY) ولز اور یارک (YORK) میں خدمت کرتے تھے لیکن بینیڈکٹائی صورت میں کنٹربری۔ باتھ۔ کوونٹری (COVENTRY) ڈرہم (DURHAM) ایلی۔ ناروچ۔ روچسٹر۔ ونچسٹر۔ ورسسٹر (WORCESTER) ڈھالے گئے۔ جہاں جہاں آسٹن ضابطہ نافذ العمل تھا وہ کیتھڈرل گرجا سمجھا جانے لگا۔ کیتھڈرل کے ساتھ

ہسپتال اور مدرسے بھی بنائے گئے جن میں دو یا تین خادمانِ دین خدمت کے لئے مقرر کئے جاتے تھے۔ گلبرٹ (GILBERT) نے مستورات کے لئے کیتھڈرل کے صحن میں علیحدہ کمرے بنوائے اور گرجا میں عبادت کے لئے انہیں علیحدہ جگہ دی۔ راہب اُن کی دُعا و عبادت میں راہنمائی کرتے تھے۔ مستورات ضابطہ میں سسٹر (SISTER) اور نن (NUN) کے دستور یہ میں رہتی تھیں۔ یورپ میں کئی مصلحین نے ضابطہ سٹن کے ساتھ کچھ اپنے قوانین ایزاد کرکے راہب خانے اور گرجے بنائے۔ پیرس میں ایبے آف سینٹ وکٹر (ABBEY OF ST VICTOR) نوترے دام (NOTRE DAME) کے کیتھڈرل سکول کا مقابلہ کرتا تھا۔ سو نظم و تعلیم کیلئے یہ ضابطہ موزوں ٹھہرا۔

پریمانسٹراٹنسین ضابطہ

(PREMONSTRATENSIAN ORDER)

اس ضابطہ کو نار برٹ آف خانٹیسن (NORBERT OF XANTEN) نے قائم کیا۔ یہ بہت امیر آدمی تھا اور اپنی ساری جاگیر اس ضابطہ کے نام وقف کر دی۔ اس نے ۱۱۲۰ء میں لوئن (LOAN) کے جنگل میں راہب خانہ تعمیر کیا اور فرشتہ سے ہدایت پاکر اُس راہب خانہ کا نام "پریماسٹرے" (PREMONSTRE) رکھا۔ نار برٹ مقدس برنارڈ کا بہت مداح تھا اس لئے اِس نے اپنے اِس راہب خانہ میں سسٹرسیس ضابطہ کو اپنا لیا اور راہبوں کو تلقین کی کہ وہ اُن کی مانند سفید چوغہ پہنا کریں۔ یہ راہب پاسبانوں کی طرح منادی کرنے تعلیم دینے اور اعتراف سُننے میں مشغول رہتے تھے۔ جب نار برٹ ۱۱۲۶ء میں آرچ بشپ میگڈی برگ (MAGDEBURG) بنا تو اُس نے دُنیا دارانہ خادمانِ دین کو ہدایت کی کہ وہ پریمانسٹراٹنسین ضابطہ کو اپنائیں لیکن اُنہوں نے انکار کر دیا۔ ۱۳۳۹ء میں تمام راہب خانوں اور ضابطوں کو ایک نظام میں کرتے ہوئے پاپائے رُوم نے منظوری کا حکم صادر فرمایا تب سے یہ سب ضابطے کلیسیائی بحالی میں بلا قید و بند خدمت کرتے رہے۔

نواں باب

صلیبی مُہمّات

(CRUSADES)

اُٹھو، دیکھو! مرا برباد منظر دیکھنے والو!
مری آبادیوں میں بربادیوں کا پھر سیلاب آیا

صلیبی مُہمات بظاہراً مذہبی جنگ تھی تاکہ مقدس یروشلیم (مرکزِ اتحادِ مسیحیت) کو سلجوقی ترکوں سے جو ۱۰۷۰ء میں قابض ہو چکے تھے۔ اُن کے بربریت و نفرت پسند ظلم سے آزاد کرایا جائے۔ کیونکہ زائرین بے رحم قوم کے وحشیانہ برتاؤ سے نالاں تھے ان کی بربری وحشت کے واقعات منکسر المزاج مسیحی دُنیا میں قابلِ برداشت نہ تھے۔ مذہبی شیدائیوں کے دل آٹھ آٹھ آنسو روتے تھے اور وُہ اِس تڑپ میں تھے کہ کب وُہ موقع ملے کہ ہم بربریت پسند اور متکبر المزاج قوم کی پیاس اپنے خون سے دُور کر کے اُنہیں بتا دیں کہ شیدائے صلیب مرکزِ صلیب پر پروانہ وار مرمٹتے ہیں تاکہ ہر زمانہ میں اتحاد۔ اُخوت اور حلم کا سبق دیں۔

سلجوقی ترکوں کے حملہ کا دباؤ بیزنطینی سلطنت کے مرکز پر روز بروز بڑھتا ہی جاتا تھا۔ یہ وُہ جگہ تھی جہاں مقدسہ صوفیا کا گرجا اپنی شان میں یکتا اور مشرقی مسیحیت کا محافظ و علمبردار تھا۔ کلیسیا امن سے اپنی محدود جگہ میں قیام پذیر تھی اور دیگر اقوام و مذاہب کی پناہ گاہ تھی لیکن نئے سلجوقی شاہان ۱۰۶۰–۸۹۲ء نے جور و استبداد کی حدیں توڑ دیں۔ خلیفہ ہارون الرشید (۷۸۶ - ۸۰۹) نے خلافتِ عباسیہ کے دوران میں ملکہ ایرینی اور چارلس اعظم کو اجازت نامہ کی رو سے مسیحیوں کو مقدس مزار کی زیارت کرنے کی اجازت دے دی لیکن ۱۰۰۹ء میں سلطان حکیم نے مزار پر تعمیر شدہ گرجہ گرا کر عالمِ مسیحیت میں نفرت و کدورت کے جذبہ کو مشتعل کر دیا جس کے

بعد سلطان حکیم کے فرزند نے قیصر قسطنطنیہ سے اتحاد و امن کا معاہدہ کر لیا۔ اور اگرچہ گرجا دوبارہ تعمیر کیا گیا، لیکن ۱۰۶۳ء میں جب سلجوقی طغرل وارسلان نے اپنی حکومت قائم کر لی تو متبرک مقاموں کے منہدم ہونے اور زائرین کے رسوا ہونے کا خطرہ دوبارہ پیدا ہو گیا۔ شاہ سٹیفن کے مسیحی ہونے کے باعث سلطنتِ ہنگری کا راستہ زائرین کے لئے کھل چکا تھا لیکن زائرین پر جزیہ زیارت کی دھمکی نے اُن کی رہی سہی اُمید خاک میں ملا دی۔ کیونکہ متحمل مزاج عربوں کو ترکوں اور منگولوں نے معزول کر دیا۔ اور ۱۰۵۵ء میں بغداد پر بھی قابض ہو گئے تھے جس سے بیزنطانی سلطنت کی سرحدوں اور مسیحی عالم کو زیادہ خطرہ ہو گیا۔ بربری ہوا و ہوس کے پرستاروں نے یونانی شاہ کو مانزیکرٹ (MANZIKERT) کے رزم میں ۱۰۷۱ء میں شکست دی اور ارمینیا اور سریا پر بھی قابض ہو گئے۔ ۱۰۷۸ء میں یروشلم اُن کے ہاتھ آیا۔ ۱۰۸۴ء میں انطاکیہ جو مشرقی سلطنت کی آخری پناہ گاہ تھی اپنے احاطہ اختیار میں لے لیا۔ وہ تمام مقدس جگہوں پر قابض ہو گئے۔ مسیحی تبرکات و عمارات کی حفاظت کیا اُن کو دیکھنا پسند نہ کرتے تھے۔ مسیحی اُنہیں ایک آنکھ نہ بھاتے تھے۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ اس لئے اپنے کلیسیائی بدن کے اعضا کو دُکھ میں دیکھ کر یورپی مسیحیوں میں نفرت و حقارت کا جذبہ بر بام اوج پہنچ گیا۔ گو یہ وقت نہ تھا کہ وہ مقابلہ میں جنگ کرتے کیونکہ نارمن ۱۰۷۲ء میں سسلی پر قابض ہو چکے تھے جس سے مسیحیوں کی سیاسی و اقتصادی حالت خستہ ہو چکی تھی۔ کلیسیائی تفریق نے رہی سہی طاقت کھو دی تھی اور مسافت کی دوری ہر درجہ مانع تھی تو بھی حلیم خداوند یسوع مسیح کے پرستار ظلم کے شعلوں سے کھیلنے کے لئے مجبوراً لپک پڑے۔ گناہ کے چند روزہ لطف اٹھانے کی نسبت خدا کی اُمت کے ساتھ بدسلوکی اور لعن طعن کو برداشت نہ کر سکنے پر مجبور تھے۔ سیاسی طاقت پر نہیں بلکہ محبت کے تڑپتے ہوئے دل سے کمزوری میں زور آور بنے۔ شیروں کے منہ بند کئے۔ آگ کی تیزی کو بجھایا۔ تلوار کی دھار سے بچ نکلے۔ دُشمن کی فوجوں کو مار بھگایا بعض مار کھاتے کھاتے مر گئے مگر رہائی منظور نہ کی۔ تاکہ اُن کو بہتر قیامت نصیب ہو۔ بعض ٹھٹھوں میں اڑائے جانے اور کوڑے کھانے، بلکہ زنجیروں میں باندھے جانے اور قید میں پڑنے سے آزمائے گئے۔ سنگسار کئے گئے



چرچ آف دی ہولی سپلکر جو ۳۲۶ء میں شاہ کانسٹنٹائن نے
یروشیلم میں تعمیر کیا اور جسے ۱۰۹۹ء میں صلیب برداروں
نے دوبارہ بحال کیا۔

آرے سے چیرے گئے۔ آزمائش میں پڑے۔ تلوار سے مارے گئے۔ صلیبی محبت کا چوغہ پہنے محتاج ہیں بدسلوکی کی حالت میں جنگلوں۔ پہاڑوں۔ غاروں اور زمین کے گڑھوں کو پھاندتے آئے تاکہ مسیحی بھائیوں کے ساتھ اتحاد و وفا کی گواہی دیں۔ گو اُن کو وعدہ کی ہوئی چیز نہ ملی تو بھی انھوں نے شہادت کے خون سے مسیحی محبت و وفا پر مہر لگادی ؎

جب جوش پہ طوفاں ہوتا ہے منجدھار میں کشتی ہوتی ہے
ہر ڈوبنے والے کے لب پہ اللہ کا نام آجاتا ہے
جو نامِ وفا پر مرتا ہے جو جامِ شہادت پیتا ہے،
اِس بندۂ مومن کو ثاقبؔ اک تازہ پیام آجاتا ہے

مشرقی شاہ نے پوپ گریگوری ہفتم سے مدد کی التجا کی تاکہ قسطنطنیہ میں حفاظتی جتھہ موجود رہے اور اُس نے مدد دی۔ اربن دوم کو شاہ الکسیئس کومنس نے مزید مدد کے لئے عرض کی سو چند یونانی افراد وفد کی صورت میں پیاسنزا پہنچ گئے اور اربن دوم کے روبرو گذارش کی کہ اُن کی ہر ممکن طریق سے مدد کی جائے۔ اربن دوم نے کہا کہ بیزنطانی کے وُہ خطے جو سلجوقیوں کے قبضہ میں ہیں اُن کی نسبت تو کچھ نہیں کیا جا سکتا لیکن مقدس جگہوں کو واپس لینا ہم پر فرضِ اوّلین ہے، خصوصاً مرکزِ مسیحیت یروشلیم اور بیت المقدس کو۔ جہاں خداوند یسُوع نے تبلیغ کی۔ معجزات کئے۔ اور کھوئے ہوؤں کو ڈھونڈنے اور بچانے کے لئے اپنی جان تک دے دی۔ وہیں مقدس یعقوب کلیسیا کا پہلا بشپ مقرر ہُوا اور یہ فیصلہ مشتہر کیا۔ کہ جو غیر قوموں میں سے خُدا کی طرف رجوع ہوتے ہیں ہم اُن کو تکلیف نہ دیں۔ مگر اُن کو لکھ بھیجیں کہ بتوں کی مکروہات اور حرامکاری اور گلا گھونٹے ہُوئے جانوروں اور لہو سے پرہیز کریں۔ پہلی دس صدیوں میں خداوند یسُوع مسیح کی سلطنت میں یروشلیم۔ انطاکیہ برطانیہ گال مصر۔ سکندریہ۔ افسس۔ سمرنہ۔ پرگمن۔ تھواتیرہ۔ سردیس فلاڈلفیہ اور لودیکیہ فرانس۔ سسلی۔ اٹلی۔ روس۔ سکنڈے نیویا جرمن اور قسطنطنیہ شامل تھے۔ صلیبی پرچم امن وسکون کا علم بردار ان جگہوں پر لہرا رہا تھا لیکن۔ ساراسانی اور سلجوقی اقوام نے اپنی وحشیانہ بربریت، نفرت وحقارت۔ تعصب، وتنگ ظرفی کی وجہ سے

مسیحیت کو مٹانے اور ہوس ملک گیری اور مرض جوع الارض کی وجہ سے جنگ و قتال کرکے یروشلیم۔ انطاکیہ و سریا پر ۱۰۸۴ء میں قابض ہو گئے چنانچہ یروشلیم کو جو انبیاء کی خدمتگاہ اور مسیحی مقدسین و عوام کی زیارت گاہ ہے پنجۂ استبداد سے بچانا اربن دوم نے لازمی سمجھا اور یہی وجہ جنگ ٹھہری جو ۱۷۰ برس تک متواتر ہوتی رہی۔

صلیبی معرکہ کی منادی پوپ اربن دوم نے ۱۰۹۵ء میں کونسل کلیر مونٹ میں کی جس میں فرانسیسی بشپ حاضر تھے۔ دوران تقریر میں پوپ نے کلیسیا و اُمرا پر اخوت۔ حفاظت مقدس شہر اور تبرکات کی حرمت کا بوجھ ڈالا اور کہا کہ کوئی چیز تمہیں اس انعام سے محروم نہ رکھے۔ جان دینے تک وفادار رہو تو تم کو زندگی کا تاج ملے گا۔ سو عوام فتح۔ لوٹ اور ابدی انعام کے جوش میں نعرے لگانے لگے کہ ڈیوس وُولٹ (DEUS VULT) "خدا چاہتا ہے" سو مجاہدانِ صلیب رضاکارانہ سفید صلیب کا عہدی نشان لئے معصوم بچوں کے جتھوں کے ہمراہ غیر منظم طور پر چل دیئے۔ پوپ نے فرانسیسی بشپ کو تعین کیا کہ وہ ان کو منظم کر کے لے جائیں لیکن وہ بلا انتظام و ضبط بے یار و مددگار چلے گئے۔ بھوک۔ پیاس اور تھکان کی وجہ سے ہنگری یا ایشیا کوچک میں ختم ہو گئے۔ ان کے ولولہ انگیز جوشِ شہادت کو دیکھ کر بشپوں۔ مقدسوں اور راہبوں نے صلیبی مہم کی راستی اور اہمیت پر تقاریر کیں۔ راہب پیٹر ہرمٹ اور والٹر لیک پینی نے اپنی اشک آور تقاریر سے مہم کو ہوا دی اور مقدس برنارڈ کلیر وکس نے فرانس اور جرمنی میں دوسری صلیبی مہم کا اشتہار دیا۔ ایک دفعہ اُس نے اپنے کپڑے پھاڑے اور اُن کی صلیبیں بنا کر مجاہدوں میں تقسیم کر دیں۔ ۱۲۵۳ء میں مقدس رچرڈ بشپ چیچسٹر جنوبی انگلستان میں صلیبی مہم پر تقریر کرتا ہوا مر گیا۔ ان مقدس لوگوں کی زندگیوں کے بارے میں کسی کو شبہ نہیں کیونکہ وہ اُس زمانہ میں اپنے مقصد میں صحیح تھے لیکن وہ دُوربینی سے ناآشنا تھے یعنی اگر اللہ سے وصل چاہتے ہیں تو ہر خاص و عام سے صلح کریں اور مسلمانوں کو طاقت و زور سے نہیں بلکہ خداوند کی فروتنی اور حلیم رُوح کے ذریعہ سے فرانسیس آسیسی اور ریمانڈ لل کی مانند خداوند کے لئے جیت لیں۔

بیت المقدس یروشلیم مرکزِ مسیحیت کو حضرت عمر فاروق خلیفہ دوم نے

۱۶ سنہ میں فتح کر لیا تھا اور تمام مقدس مقامات اپنی تحویل میں لے لئے تھے۔ حاکمِ شہر افتخار الدولہ تھا اور جنگجو سپہ سالار ابوشجاع یروشلیم کا ناظمِ اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ دوسری سلطنت قونیہ میں تھی جس پر سلجوقی ترک قزل ارسلان حکمران تھا۔ وہ نہایت بہادر اور سنگ دل مدبّر تھا۔ جوشِ اسلام میں ۱۰۹۵ سنہ اور ۱۰۹۶ سنہ دو سال میں دو دفعہ یہ لشکرِ جرّار لے کر مسیحیوں پر چڑھا اور وہ مظالم کئے کہ زمین اور آسمان لرز اُٹھے، فرشتے کانپ گئے انسانیت تھرا گئی۔ لاکھوں مسیحی ڈھیر ہوئے۔ اس کی ہیبت مسیحیوں کے دل پر کچھ ایسی چھا گئی کہ اُس کا نام سُنتے ہی دم بخود ہو جاتے تھے عورتیں اپنے ضدی اور رونے والے بچّوں کو یہ کہہ کر چپ کرایا کرتی تھیں۔ ہشش قزل ارسلان۔ سنہ ۱۰۹۲ء میں پیٹر دی ہرمٹ جب بیت المقدس کی زیارت کو گیا تو اُس نے جور و استبداد کے واقعات بیان کئے تو دیرینہ یاد تازہ ہو گئی چنانچہ مسیحی بہادر سورما تیار ہو گئے تاکہ وہ مقدس جگہ کو آزاد کرائیں۔

پہلے منظم جہادی جتھہ میں کوئی بادشاہ نہ تھا۔ بلکہ اُمرا و رؤسا نے اس میں شرکت کی۔ کیونکہ پوپ نے شاہ فلپ فرانس۔ شاہ ولیم انگلینڈ اور ہنری چہارم جرمنی کو کلیسیا سے خارج ہونے کا فتویٰ دے دیا تھا۔ سو اُمرا میں سے گاڈفرے بولون۔ بالڈون برادر گاڈفرے۔ رابرٹ نارمنڈی کا تاجدار۔ ریمانڈ تالوسی مسیحی بہادر صلیبی سپاہیوں کو ساتھ لے کر چل پڑے۔ وہ سمجھتے تھے کہ خداوند کے مقصد کو پورا کرنے جا رہے ہیں۔ اِس لئے فرانس سے جہاز کے بادبان کھولتے اور چپّو ہلاتے ہی اُنہوں نے زبور ۹۵ گایا اور اِسی رُوح میں اُنہوں نے ہر سختی کو برداشت کیا۔ سنہ ۱۰۹۷ء میں وہ نگایاہ پر قابض ہو گئے اور انطاکیہ کو اسلام کے دستِ بُرد سے بچا لیا اور یکم جولائی سنہ ۱۰۹۹ء کو بیت المقدس اپنے محاصرہ میں لے لیا۔ مسیحی لوگوں میں مقدس مقامات کو دیکھ کر جن کا ذکر وہ انجیل مقدس میں پڑھتے تھے جوش اور جذبہ سر فروشی حد سے بڑھ گیا۔ ہر مسیحی اپنے وجود کو بھول گیا۔ موت کے خوف و خدشہ سے وہ بے نیاز ہو گئے۔ اُدھر ابو شجاع سپہ سالار نے مقابلہ کی تیاری کی۔ اور منبر پر کھڑے ہو کر کہا: "آج ہم اِس مسجدِ مبارک میں اِس لئے جمع ہوئے ہیں۔ کہ واقعات پر تبصرہ کریں اور خدا سے فتحیابی کی دُعا مانگیں۔ عیسائیوں کی جمعیت تقریباً

ایک لاکھ ہوگئی ہے اور ابھی ان کے لشکروں کی آمد بدستور جاری ہے۔ اُن کے ساتھ فادر۔ عورتیں اور بچے بھی صلیبی جہاد میں ہیں۔ لیکن لڑنے والوں کی تعداد ایک لاکھ ہے۔ انہوں نے ہمارے شہر کا محاصرہ نہایت سختی سے کیا ہے۔ اِن کا خیال ہے کہ ہم محاصرہ سے تنگ آکر شہر ان کے حوالے کر دیں گے۔ اِس میں شبہ نہیں کہ ہماری حالت روز بروز ابتر ہوتی جاتی ہے۔ سامان کی قلت۔ رسد کی کمیابی اور ہماری بے احتیاطی ایک روز ہمیں لے ڈوبے گی۔"

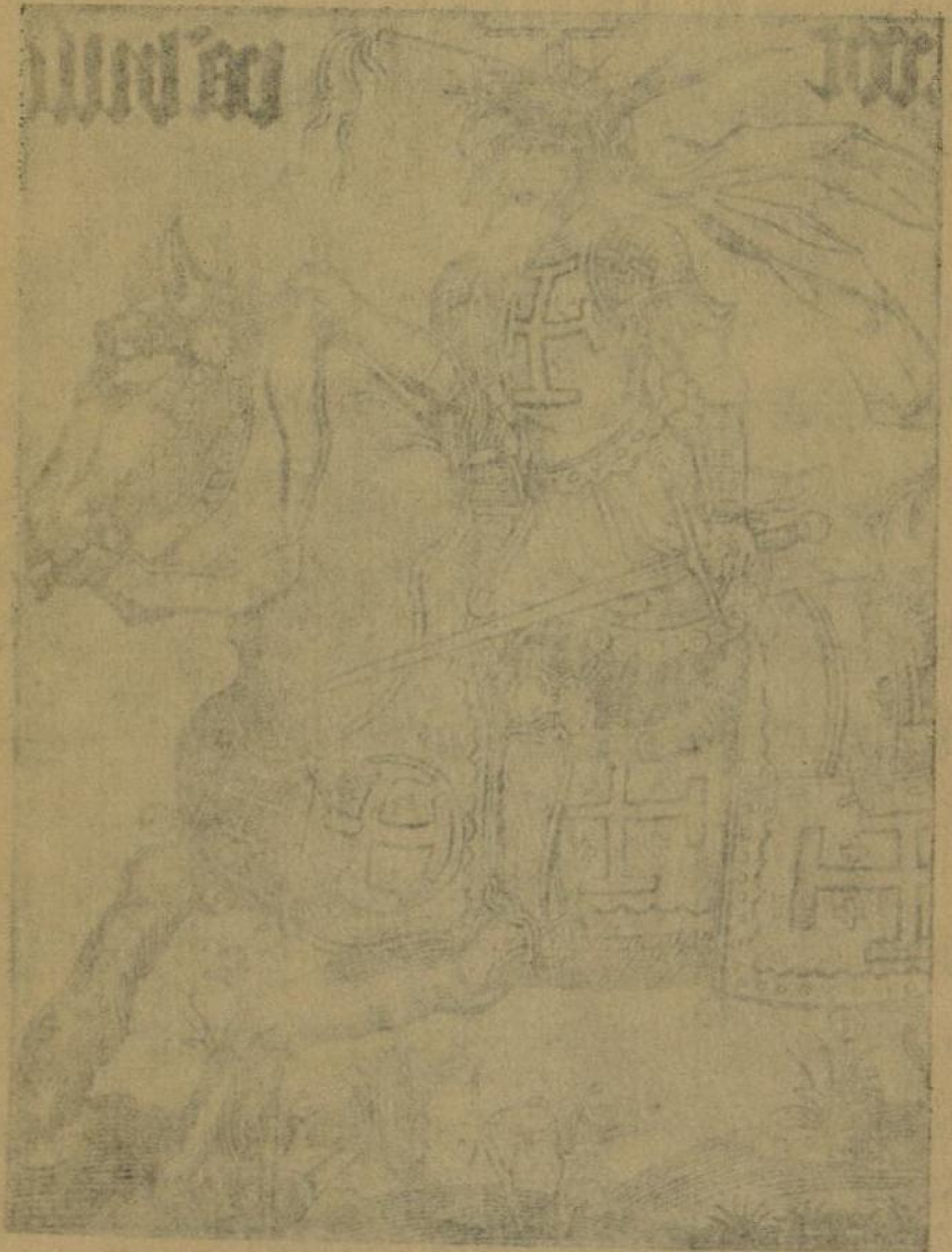
محاصرہ روز بروز تنگ ہو رہا تھا۔ مسیحیوں میں خواہش جنگ نہ تھی بلکہ یہ کہ ناظم شہر افتخار الدولہ اِن سے امن و اتحاد کا عہد کرے اور اسے آزاد شہر قرار دے۔ لیکن جب کوئی پیش کش نہ ہوئی تو انہوں نے حملہ کیا اور ایثار نفس عاجز مسیحی منجنیق برجوں کی آڑ میں۔ آہنی کلوں سے دُور افتاد پتھروں کی زد و کوب سے بچتے اور سینہ و پیشانی پر تیروں کو پیوست کرتے ہوئے آگے بڑھتے گئے جونہی کہ وُہ فصیل کے قریب پہنچے تیل۔ رال اور گندھک اُن پر پھینک کر روئی کے گالوں کے وسیلہ سے آگ لگا دی گئی تو بھی پروانہ وار جلتے مرتے بڑھتے ہی گئے اور مسلمانوں کو شکست دے کر ۱۰۹۹ء میں یروشلیم پر مسلط ہو گئے۔

گاڈفرے بُولُون نے شاہ یروشلیم کہلانے سے انکار کیا بلکہ اُس نے "محافظ مزار" کا لقب اختیار کیا۔ مسیحیوں و مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کو قائم کیا اور ہر ایک سے برادرانہ محبت سے پیش آیا۔ اُس نے دین کے بارے میں کوئی سختی نہ کی۔ ہر فرد و بشر امن سے اپنی زندگی بسر کرتا تھا۔ ۱۱۰۰ء میں وُہ خداوند میں سو گیا اور اس کے بعد رئیس بالڈون اڈیسوی یروشلیم کے لاطینی علاقہ کا بادشاہ بنا۔

دُوسری صلیبی مہم کا سبب مُوصل کی سارسانی حکومت تھی جو اسلام کو ہر ممکن طریق میں مضبوط و بلند کرنے کے درپے تھی۔ اُنہوں نے میسوپتامیہ فتح کر کے لاطینی و اطالوی علاقوں کی طرف یورش کی۔ ۱۱۴۴ء میں اڈیسہ فتح کر لیا۔ جہاں کا فرمانروا اطالوی شاہ تیرہ سالہ طفلک تھا۔ سو پوپ یوجنیس سوم اور مقدس برنارڈ نے شاہ لوئیس ہفتم فرانس اور مغربی سلطنت کے شاہ کانرڈ سوم کو اس بے رحمانہ حرکت کی تادیب کے لئے اکسایا۔ ۱۱۴۷ء کو یونانی مسیحی شاہ کی سازش۔ غداری اور



گاڈ فرے شاہ یروشیلم



حسد پر فتح پاتے ہوئے بہت مُشکل راستوں سے گزر کر دمشق کے باغوں کے قریب پہنچ گئے۔ کیا معلوم تھا کہ سارسانی افواج اِن باغوں میں چھُپ کر گھات میں بیٹھی ہے تب دونوں طرف سے ڈٹ کر مقابلہ ہُوا اور یہ دمشق پر قابض ہوئے بغیر واپس لوٹ آئے۔

تیسری صلیبی مہم کا سبب غازی صلاح الدین تھا جو امیر دمشق کا باجگزار تھا۔ لیکن موقع پاکر وُہ خود امیر دمشق کی سلطنت پر قابض ہو گیا۔ اور ۱۱۸۶ء میں سارسانی مسلمانوں کو متحد کر کے جنگ کا اعلان کر دیا اور بیت المقدس یروشلیم پر حملہ کر کے ماہ اکتوبر ۱۱۸۷ء میں قابض ہو گیا۔ شاہ فریڈرک باربروسا، شاہ رچرڈ اوّل انگلستان اور فرانسیسی شاہ فلپ اگسٹس نے ۱۱۸۹ء میں متحدہ محاذ سے جنگ کی ٹھانی تاکہ بیت المقدس کو دوبارہ اپنے قبضہ میں لے لیویں لیکن سب کوششیں رائیگاں گئیں کیونکہ اِن کی طاقت کو شاہ فریڈرک باربروسا کے اتفاقاً ایشیا کوچک کے دریا کو عبور کرتے ہوئے ڈوب کر مرنے سے زک پہنچی۔ شاہ فلپ اگسٹس حسد و نفاق میں واپس لوٹ گیا۔ صرف شاہ رچرڈ شیر دل نے اکرے پر قبضہ کر کے اُسے قلعہ بند کر لیا۔ کیونکہ رچرڈ نے جنگ کی بہت تیاری کی تھی۔ ہر مُلک و صوبہ و عہدہ وُہ اُس جنگ کو جاری رکھنے میں بیچنے کو تیار تھا۔ وزیر اعظم کا عہدہ تین ہزار پونڈ میں بیچ دیا۔ اس نے کہا کہ اگر مُجھے کوئی اتنا متموّل شخص ملے تو مَیں لنڈن کو بھی بیچنے سے دریغ نہیں کرونگا۔ یہ جنگ تین برس تک جاری رہی۔ سو آخرکار ۱۱۹۲ء میں اجازت نامہ زیارت پر صلح کر کے اور یروشلیم کو پہاڑ کی چوٹی سے دیکھکر حسرت لے کر واپس لوٹا اور جب وُہ جرمنی سے گزر رہا تھا تو اُس کو قید کر لیا گیا جس کی وجہ سے کثیر رقم فدیہ میں انگلستان سے اکٹھی کر کے دی گئی۔ انگلستان مالی طور پر کمزور ہو کر جنگِ مقدس کا خیال چھوڑ بیٹھا۔ اِس کے بھائی جان نے یہ افواہ مشہور کر دی تھی کہ شاہ رچرڈ مر چکا ہے اور وُہ خود بادشاہ بن بیٹھا۔ شاہ فرانس انگریزی مقبوضات نارمنڈی اور اکویٹائن کو اپنے حلقہ میں لینے کی فکر میں سرگرداں تھا اور جان نے آرچ بشپ لانگٹن کی تقدیس میں پوپ کی مخالفت کی تھی اور کہا تھا کہ اگر لانگٹن یہاں انگلستان آئے گا تو مَیں خدام الدین کی تمام املاک و جاگیر ضبط کر لونگا۔ پوپ نے کلیسیائی اخراج کی دھمکی دی اور کہا کہ شاہِ جان

انگلستان کے ملک میں عبادت، جنازہ اور بپتسمہ نہ کیا جائے۔ حالت بالکل دگرگوں ہو گئی۔ کلیسیا میں انتشار اور سلطنت میں بدنظمی مانع صلیبی مہم ہوئی۔

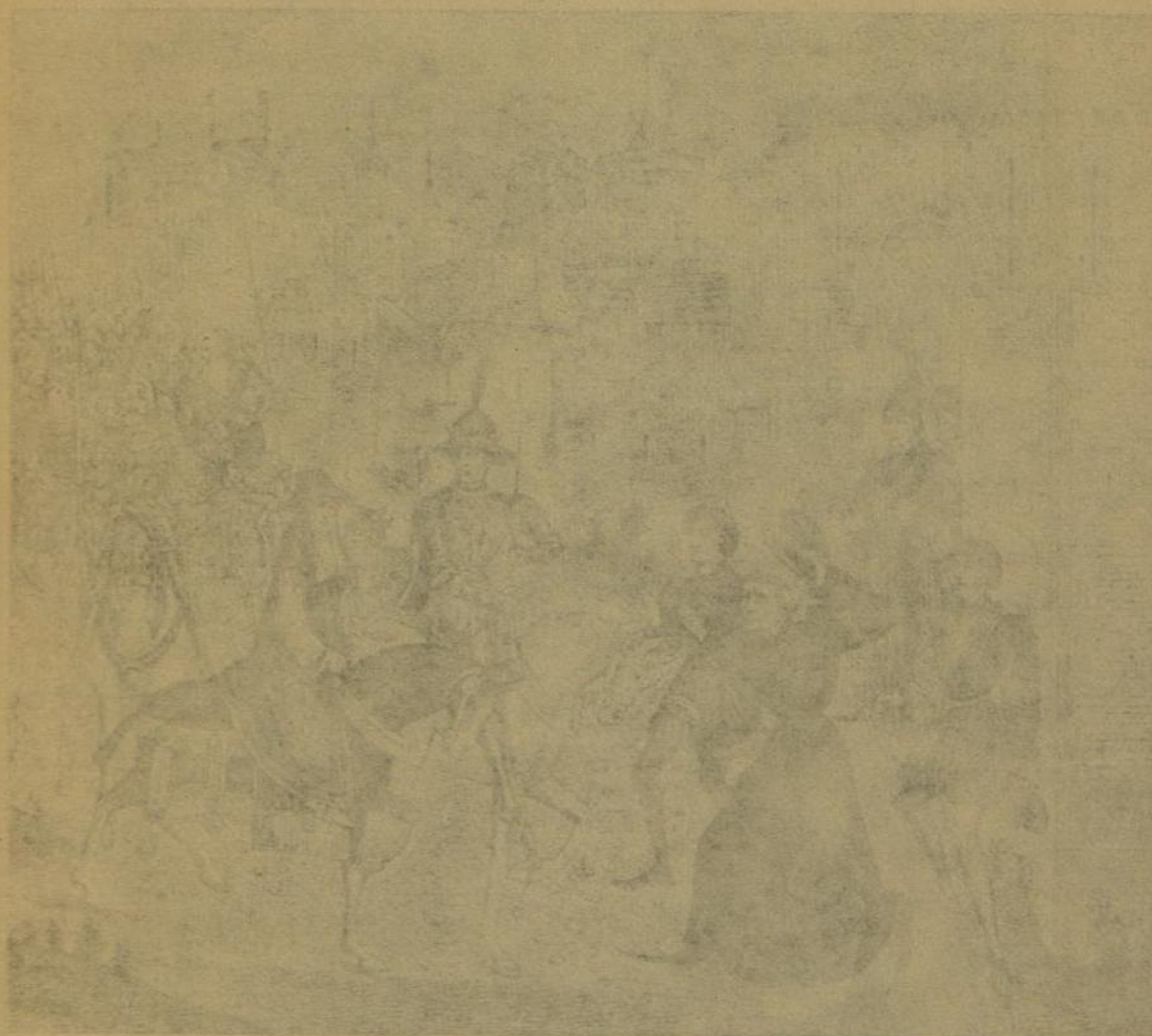
چوتھی صلیبی مہم کا سرغنہ مشہور واعظ پوپ انوسنٹ سوم تھا۔ اس صلیبی مہم میں شہزادے شریک ہوئے لیکن شہزادوں میں ملک گیری کی ہوس تھی اور وہ فوجی حکومت کو قائم کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے انہوں نے بے پناہ بلغار میں نہ مسیحی دیکھا نہ مسلمان جو شہر زد میں آیا اُس پر قبضہ کر لیا۔ انہوں نے مشہور مسیحی تاجروں کے شہر وینس پر دھاوا بول دیا۔ اور سنہ ۱۲۰۱ء میں وہ مصر کی طرف لپکے اور وہاں تاخت و تاراج کیا۔ سنہ ۱۲۰۳ء میں وہ مسیحی سلطنت کے دارالخلافہ قسطنطنیہ پر رومی سلطنت قائم کرنے کے لئے قابض ہو گئے۔ سنہ ۱۲۰۴ء میں یونانی مسیحیوں کو لوٹا گو وہ کسی دوسرے مسیحی بادشاہ کو نہ دیکھنا چاہتے تھے۔ سو مشرقی مسیحی انہیں مسلمانوں سے بدترین سمجھنے لگے، کیونکہ نہ صرف یہ مسیحیوں کو دکھ دیتے تھے بلکہ اپنے مقصد سے دور ہٹ گئے تھے اور قسطنطنیہ پر سنہ ۱۲۶۱ء تک اطالوی لوگ حکومت کرتے رہے جس سے مغربی اور مشرقی کلیسیاؤں میں مکمل جدائی ہو گئی اور کلیسیاءِ مشرق نے اب تک اس جرم کو معاف نہیں کیا۔ سنہ ۱۲۶۱ء میں قیصرِ مشرق نے جنیوا کے باشندوں کی وساطت سے پھر قسطنطنیہ کو فتح کیا اور چونکہ سلطنت و کلیسیا کمزور ہو گئی تھی اس لئے مسلمان حکومتِ ترکی قائم ہو گئی جس سے مشرقی مسیحیت کو بہت دھکا لگا۔

سنہ ۱۲۱۶ء میں پانچویں صلیبی مہم کا حکم لیٹرن کی کونسل سے صادر ہوا اور فلسطین کی بجائے مصر پر حملہ کی تجویز ہوئی۔ لیکن جنگی دمیہ پر لڑائی جاری رہی، پوپ اور قیصر کے درمیان تنازع بھی جاری رہا۔ آخر پوپ نے قیصر کو کلیسیا سے خارج کر دیا۔ لیکن قیصر فریڈرک ثانی نے حاکم مصر کے ساتھ معاہدہ کر لیا جس کی رو سے یروشلیم، بیت لحم اور ناصرت مسیحیوں کو دے دیئے گئے۔ سنہ ۱۲۴۴ء میں منگولوں نے یورپ پر حملہ کر دیا جس کے نتیجہ میں یہ شہر پھر مسیحیوں کے ہاتھ سے نکل گئے۔

چھٹی صلیبی مہم کا محرک مقدس لوئس شاہ فرانس تھا اور اس کا بہادر بھائی اور سپہ سالار چارلس انجو بھی مہم میں شریک تھا۔ سنہ ۱۲۴۸ء میں انہوں نے مصر پر حملہ کیا اور ڈیمیاٹا پر قابض ہو کر قاہرہ کی طرف بڑھے لیکن شکست فاش کھائی اور دونوں



مقدس شاہ لوئس صلیبی جنگ کے لئے تیار ہے



قید کر لئے گئے۔ سو فدیہ دے کر واپس لوٹ آئے۔

ساتویں صلیبی مہم میں مقدس لوئس شاہ فرانس بالکل اکیلا تھا۔ اس نے شہر ٹیونس پر حملہ کیا اور رزم گاہ میں ۱۲۷۰ء میں یروشلیم یروشلیم۔ یروشلیم کہتے ہوئے جان بحق ہوا۔ ادھر غازی صلاح الدین کے "مملوک خاندان" یعنی خاندان غلاماں نے سلطنت کی عنان اپنے ہاتھ میں لے لی اور انہوں نے فلسطین میں منگولوں کی ریاست اور مسیحی مقبوضات پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح سے ۱۲۹۱ء میں یروشلیم کی مسیحی ریاست کا خاتمہ ہو گیا۔

شاہا! زورِ زماں تیری کماں، ٹوٹی کہاں

صلیبی مہمات کی نسبت عوام میں دو قسم کے خیالات ہیں بعض لوگ تو ان کو مسیحی مجاہدہ کے تقوے کا بہترین رومان سمجھتے ہیں۔ برعکس اس کے بعض ایسے ہیں جن کی رائے میں صلیبی جنگیں ایسے واقعات ہیں جن میں انسانی جہالت اور کلیسیائی شرارت بدرجہ کمال نظر آتی ہے۔ یہ دونوں خیالات بالکل درست نہیں ہیں۔ صلیبی معرکہ یورپ کی قومی بیداری کا نتیجہ تھا۔ فلسطین کی اہمیت مجاہدین کی نظر میں نہ صرف مذہبی تھی بلکہ سیاسی اور تجارتی نوعیت کی بھی تھی۔ فلسطین مشرقی ممالک میں مغرب کی حکومت قائم کرنے اور تجارتی منڈیاں کھولنے کی ایک کنجی تھی جسے یورپ اپنے قبضہ میں کرنا چاہتا تھا۔ اور فلسطین ہی مصر کو دوبارہ حاصل کرنے کے لئے حملہ کا صدر مقام ہو سکتا تھا تاکہ قبضہ میں لا کر عربی اور قبطی مسیحیوں کو ظلم واستبداد کی آہنی زنجیروں سے آزاد کیا جائے اور ان کے لئے مسیحی دنیا کی اخوت ووفا کا مظاہرہ کیا جائے تاہم یہ صلیبی معرکہ اس لئے کامیاب نہ ہوا کیونکہ:-

۱۔ کلیسیا میں نفاقِ عظیم تھا۔

۲۔ پوپ اور قیصر میں اختلاف رائے تھی۔

۳۔ تجارتی انجمنوں میں منڈیوں کے بارے میں حسد و اختلاف تھا۔

۴۔ شاہانِ یورپ میں خود غرضی تھی۔

۵۔ چنگیز خاں منگول نے چین و تبت پر قبضہ کرنے کے بعد مشرقی یورپ پر حملہ کیا اور روس پر قابض ہو گیا۔ جس کی وجہ سے ہنگریہ، ایران اور شام کو اپنے حلقۂ اختیار

میں لے لیا۔ لیکن تیمرلنگ کے وسیلہ سے مسلم تنظیم و اتحاد زیادہ مضبوط ہو گیا۔

۶۔ نسطورین مسیحی چونکہ بدعتی قرار دیئے گئے تھے انہوں نے حملہ آوروں کو خوش آمدید کہا اور ہر طرح سے غداری کی۔

۷۔ فرانسیسی، قانون دانوں اور علماء نے جہاد کی ناکامی پر مکالے تحریر کرکے عجیب و غریب توجیہات پیش کیں نئی نئی تراکیب تجویز کیں کہ ہر ملک کی وردی میں فرق ہو، ملکی جھنڈا ساتھ ہو اور انہوں نے ملک کے اندر سے رضاکارانہ ورا ہبانہ تنظیم کو جو فوجی جماعت کی شکل میں جہاد صلیب میں پیش پیش تھے یہ سمجھتے ہوئے کہ اس کے بعد یہ فرانس کے تخت کو زیروزبر کر دیں گے اور فوجی حکومت قائم کریں گے ان کا قلع قمع کرنے کے لئے فرانس میں جال بچھا دیا اور پوپ کی بے وفائی و نااتفاقی سے فائدہ اٹھا کر انہیں نیست و نابود کر دیا یوں فوجی زور کم ہو گیا اور ملکوں میں نفاق کی روح پیدا ہو گئی۔

۸۔ منگول مسلمان ہو گئے اور انہیں شکست دینا ناممکن تھا۔

۹۔ پوپی اسیری کے زمانہ کے نفاق کے گھاؤ ابھی تازہ ہی تھے اور یورپی کلیسیا میں یگانگت نہ تھی۔

۱۰۔ انگلستان اور فرانس کے درمیان صد سالہ جنگ شروع ہو گئی، کیونکہ فرانسیسی بحری ڈاکو انگلستان کی سرحدات کو تاخت و تاراج کرتے رہتے تھے۔ اور انگریزوں کے خلاف سکاٹ لینڈ اور ویلز کی مدد کرتے تھے سو حالت یہ ہو گئی۔ ع

تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

۱۱۔ عثمانی ترکوں کے نزول نے جہاد صلیب پر آخری چوٹ لگائی اور مسیحیوں کو جہاد کی بجائے اپنی استحکامت کی فکر پڑ گئی اور صلیبی معرکہ ختم ہو گیا لیکن کلیسیا میں جو ردِ عمل و نتائج پیدا ہوئے وہ خالی از دلچسپی نہیں ہیں:۔

(۱)

لاطینی کلیسیا کی عظمت کا سکہ بیزنطانی سلطنت اور مشرقی کلیسیا پر سے اٹھ گیا کیونکہ صلیبی محاذ کی وسعت سوریا اور فلسطین کی سرحدات کے ساتھ ساتھ تھی اور

یروشلیم سے اطالوی ضبط و انصرام کرتے تھے۔ مفتوح شہروں میں لاطینی بشپ تعینات کئے جاتے تھے۔ پادری و راہب سب اطالوی تھے لیکن جب صلیبی جہاد کا زمانہ گزر گیا تو اطالوی بشپوں کو نکال کر مشرقی بشپ و پادری تعینات کئے گئے۔

(۲)

فوجی محکمہ میں دو نئے ضابطے پیدا ہوئے۔ غازی فوج (KNIGHT TEMPLAR) اور طبیانہ فوج (HOSPITALLERS) دونوں مہم جو تھے۔ فوجی ضابطہ میں ہر شریک کو غربت، پاکیزگی اور تابعداری کا حلف اُٹھانا پڑتا تھا اور جو مقام رہائش کے لئے مقرر کیا جاتا تھا وہیں رہتے اور اپنی فوجی زندگی سے ملک فلسطین کی حفاظت کرتے تھے۔ طبیانہ فوج ۱۰۲۳ء میں بنی تھی جبکہ آمیلفی نے یروشلیم میں غریب اور بیمار اطالوی زائرین کے لئے شفاخانہ قائم کیا۔ یورپ میں بہت شفاخانے تھے جو صلیبی جہاد میں مفید ثابت ہوئے۔ ۱۱۱۳ء میں شفاخانوں کے ناظم جیرارڈ کو پوپی فرمان کے وسیلہ سے سیریا اور مغربی یورپ سے عطیہ جات کے حصول کا حق ملا۔ ۱۱۱۸ء میں غازی ڈومفائن مقرر ہوا جس کے عہد میں غازی طبیانہ فوج کا ضابطہ مقرر ہوا۔ اس نے اپنے ضابطہ کو فوجی بنا لیا جس میں بہادر فوجی پادری اور برادر شریک ہو گئے۔ ان کے گھر فلسطین کی حفاظتی فوج کی تیاری گاہ تھے۔ ہر ایک گھرانے کا سردار سپہ سالار کہلاتا تھا۔ جب مقدس سرزمین ان کے ہاتھ سے نکل گئی تو یہ رُوڈس میں اور بعد میں مالٹا میں آباد ہو گئے۔ اور سارسانیوں کے مقابلہ میں سیریا اور سپین میں بھی انہوں نے جنگ کی۔

غازی فوج کو برگنڈیائی بہادر ہیف ڈی پاین نے قائم کیا جو دیگر بہادروں کے ساتھ یروشلیم کی راہ میں حفاظت کرتا تھا۔ ۱۱۱۸ء میں شاہ اطالوی نے انہیں یروشلیم میں سلیمان کی ہیکل کے اندر جگہ دے دی۔ اور ۱۱۲۳ء میں پوپ نے ان کے ضابطہ کو قبول کر لیا۔ یہ ضابطہ مقدس برنارڈ کے مشورہ سے وجود میں آیا تھا۔ اس ضابطہ کی رُو سے بہادر غازی مشترکہ طور پر ایک میر سپہ سالار کے تابع رہتے تھے۔ وہ نہ زیادہ بولتے اور نہ ہنستے تھے۔ انہوں نے بہادروں کے پرانے مشغلے جوا، شکار بازی، مذاق و دل لگی اور رومان پسندی سب ترک کر دیئے تھے۔ وہ سبک قدم تیز رفتار گھوڑے

رکھتے اور ہر وقت محاذِ جنگ اور فتح کی تجاویز سوچتے رہتے تھے۔ وہ جنگ میں مردانہ وار شیر کی طرح لڑتے تھے لیکن گھر میں وہ ضابطہ کے ماتحت بھیڑوں کی مانند رہتے تھے۔ وہ مسیح خداوند کے پرستاروں کے دشمنوں کے مقابلہ میں سخت اور تند خو تھے۔ لیکن مسیحیوں پر مہربان اور نرم دل تھے جب کبھی وہ جنگ کے میدان میں اُترتے تو دشمن کی افواج کی تعداد نہ پوچھتے تھے۔ وہ اپنے سفید کپڑوں پر سُرخ صلیب لگاتے تھے۔ یہی صلیبِ احمر ہے جو موجودہ "طبی امداد" کرنے والوں کا مقدس نشان بن چکی ہے۔ اس غازی راہبانہ فوج کے مراکز سریا اور یورپ میں تھے۔ اس ضابطہ کے "اچھے" مقاصد اور کامیاب نتائج کے باعث عوام نے زمین اور قیمتی اسباب بطور تحائف اُن لوگوں کو دیئے جس سے یہ متمول ہو کر عیش و عشرت میں پڑ کر بدنام ہو گئے۔

صلیبی معرکہ نے فنِ عمارت پر بہت کم اثر کیا۔ بعض جنگی بہادروں کو جنگ میں بہادری کے صلہ میں جاگیریں عطا ہوئیں اور انہوں نے مشرقی نمونہ پر گول ٹیمپل کراسنگ (TEMPLE CROSSING) ٹیمپل کوُلی (TEMPLE COWLEY) ٹیمپل کُومب (TEMPLE COOMBE) مقدس مزار کا گرجا اور کیمبرج کی عمارات تعمیر کیں۔ ان عطیہ جات کی وجہ سے عوام میں حسد کی رُوح پیدا ہوئی تو ۱۳۱۲ء میں انہیں ضبط کر لیا گیا۔ ان فوجی ضابطوں کے علاوہ ٹیوٹانی غازی ضابطہ بھی تھا جو آگرے کے محاصرہ ۱۱۹۰ء کے وقت جرمن بہادروں نے جو فریڈرک بار برُوسا کے ساتھ آئے تھے قائم کیا تھا۔ انہوں نے تیرھویں صدی میں بلے دین پروشین اور لیتھونینس کے ساتھ جنگ لڑی۔ ایسے ہی تھامس بیکٹ کے بہادروں نے بھی جو آگرے میں تھے مُور کو سپین سے نکالنے کی انتہائی کوشش کی۔

(۳)

یروشلیم میں لاطینی سلطنت دیر تک قائم نہ رہی کیونکہ چوتھی صلیبی جنگ کی وجہ سے یونانی شاہ میکائیل پیلوگیس (MICHAEL PALAEOGUS) کی قسطنطنیہ میں دوبارہ رسمِ تاجپوشی ہوئی اور لاطینی سلطنت محض سنہ ۱۲۰۴-۱۲۶۱ء تک قائم رہی۔ انوسنیٹ سوم نے بھی صلیبی جنگ میں راہب خانوں اور گرجوں کے تاخت و تاراج کو انتہائی بُرائی قرار دیا۔ لیکن جب کونٹ فلانڈرز شاہ نبا اور اطالوی پتری یارک

مُقدس صوفیا کے گرجے قسطنطنیہ پر متعین ہوا تو پوپ نے نیم رضامندگی کا اظہار کیا۔ سلطنت تعلقہ داروں میں تقسیم ہو گئی۔ تھامس مورسینی (THOMAS MOROSINI) مشرقی لاطینی سلطنت کا مذہبی سردار مقرر ہوا۔ لیکن لاطینی سلطنت کے قیام و دباؤ کی وجہ سے بھی اُن کا مشرقی سلطنت پر کوئی خاص نمایاں اثر نہ ہوا۔ ان صلیبی جہادوں میں پاپائے رُوم کا عزت و وقار بڑھ گیا کیونکہ نہ صرف اربن دوم نے پہلے جہاد کی حمایت کی بلکہ تمام صلیبی جہادوں میں یورپی تعلقہ داروں و اُمرا سے بڑھ چڑھ کر شوق ظاہر کیا تاکہ مقدس سرزمین کی حفاظت کی جائے۔ جب مسلم اتحاد نے مسیحیوں کو بڑھنے سے روک دیا، تو پاپائے رُوم نے مسیحیت کو یک جان کرنے کی انتہائی کوشش کی جس سے ان کا وقار بڑھ گیا۔ پوپ ناظم و فارع تھے، اور فوجی ضابطے ان کے ماتحت تھے۔ صلیبی قسم کا توڑنا پوپ کے مغفرت نامہ سے ہی ہو سکتا تھا۔ دیگر اُنہیں صلیبی جہاد میں جنگی ٹیکس سے کافی آمدنی ہوئی اور جتنے بشپ صلیبی جہاد میں شریک ہوئے تھے وہاں کی صوبائی اور جاگیری آمدنی انہیں کے خزانہ کو پُر کرتی تھی سو ہر طرح سے اُن کی عزت بڑھتی گئی۔

(۴)

مغفرت نامہ کی تقسیم صلیبی جہاد کے ایام میں بہت بڑھ گئی۔ اس سے گناہ کی دُنیوی سزا بھی دُور کرنا مقصود تھا۔ کلیسیا میں زمانہ قدیم سے یہ دستور چلا آتا تھا کہ تائب اقرارِ عام کے بعد پاک شراکت میں لیا جاتا تھا۔ سزا کونسل کی طرف سے مقرر ہوتی تھی لیکن معافی نامہ بشپ دیتا تھا۔ اس دُنیوی تادیب کی وُسعت بعض دفعہ بیس برس تک ہوتی تھی۔ تائب خاص عاجزانہ لباس پہنتا۔ گرجے میں علیحدہ بیٹھتا۔ پاک شراکت سے باہر رہتا اور صرف روٹی و پانی پر گزارہ کر کے ریاضت و نفس کُشی میں محو رہتا تھا۔ تائب غازی۔ طبیبانہ اور خدائی ضابطوں میں شریک نہ ہو سکتا تھا۔ اور کہا جاتا تھا کہ تائب کے گناہ محض خداوند یسوع مسیح کی صفات و ثواب سے دور ہوتے ہیں۔ لیکن تو بھی تنبیہ (PENANCE) ضروری ہے۔ تاکہ تائب کو تسلی ہو کہ اُس کے گناہ بخشے جا رہے ہیں۔ اگر تائب مقررہ معیادِ تنبیہ سے قبل گزر جاتا تو تصور کیا جاتا تھا کہ اس کی روح اعراف میں دُھلنے اور پاک ہونے کے لئے گئی ہے۔ لیکن نویں صدی میں مقدسوں کے ثواب کے وسیلہ سے بھی گناہ بخشے جانے لگے۔ آرچ بشپ اگبرٹ یارک نے ایک تائب کو کہا کہ وہ

بارہ گھنٹے گھٹنوں پر رہے اور زبورِ پچاس۵۰ بار بار بلند آواز سے کہتا رہے یا ایک سال روزہ رکھے اور چھبیس شلنگ خیرات دے۔ تائب سے سزا کا ادل بدل قبول نہ کیا جاتا تھا۔ بعض حالتوں میں تائب کی مخلصانہ وعاجزانہ رُوح دیکھ کر بشپ کچھ معیاد کی معافی بخش دیتا تھا۔ گیارہویں صدی میں تائب خادم کو قتل کی سزا بھی دی جاتی تھی۔ سنہ ۱۰۶۲ء میں پوپ الگزینڈر نے پوپ صاحبان کے لئے ۲۸ برس سے کم کرکے ۱۴ برس تادیبی معیاد مقرر کی۔ رسولوں کی قبا ئرجہ رُوما میں ہیں اُن کی زیارت کرنا بھی تادیب میں داخل کیا۔ سو ظاہر ہے کہ کونسل کلیر مونٹ سے قبل کوئی کُلّیہ مغفرت نامہ کے متعلق جاری نہ ہُوا تھا۔ سو اوّل بار پوپ اربن دوم نے حکم نافذ کیا کہ "اگر کوئی شخص خلوص نیّت سے (نہ کہ حصُولِ دولت کے لئے) یروشلیم جائے گا تاکہ کلیسیا کے افراد کو آزاد کرے تو اُس کا یہ سفر تمام تعزیری تادیبوں کا بدل سمجھا جائے گا۔" یُوں کُلّیہ مغفرت نامہ کی ابتدا ہوئی۔ سو مقدّس برنارڈ بھی اپنے سامعین کو دُوسرے جہاد کی تلقین کرتا ہُوا کہا کرتا تھا کہ "اگر تم صلیبی معرکہ میں صلیب اُٹھاؤ تو تم کو تمام گناہوں سے مغفرت ہو گی۔" یُوں مغفرت ناموں کی تجارت شرُوع ہو گئی۔

تیرھویں صدی میں مغفرت ناموں کو بُرا سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے سنہ ۱۲۱۵ء کی چوتھی لیٹرن کونسل میں بشپوں کو ہدایت ہُوئی کہ وہ ایک سال سے زائد المعیاد مغفرت نامہ نہ دیں۔ یہ مغفرت نامہ نئے گرجہ کی تقدیس کے موقع پر دیا جائے لیکن سالانہ عیدوں کے موقع پر حاضرین کو چالیس دن کے لئے چالیس یومیہ مغفرت نامہ بار بار دیا جا سکتا تھا۔ کیونکہ یہ چالیس دن کا روزہ تھا جو اعراف سے بچنے کے لئے رکھا جاتا تھا۔ یُوں مغفرت نامہ کی تجارت بڑھتی رہی حتیٰ کہ مُصلح لُوتھر نے اِسے بیخ و بُن سے نہ اُکھاڑ دیا۔

(۵)

صلیبی معرکے کی وجہ سے یورپ میں مُختلف بدعات پھیل گئیں۔ بعض جگہ سارسانیوں و عثمانیوں کے آباد ہونے سے بھی ملک میں بدعت پھیلی جیسا کہ مانی کی بدعت (MANICHAEAN) جس میں دو اصل اصُول نیکی و بدی متوازی مانے گئے۔ شمالی اٹلی اور گال میں بھی یہ خیالات پھیل گئے۔ مقدّس پولُوس کے پرستاروں نے پولُوسی و مانی بدعت کو متحدانہ پیش کیا اور بُوگملز "خُدا کے دوستوں" نے بلگریا میں مانی بدعت کو پھیلایا اور

بارہویں صدی کے اختتام پر ایلبیجنیز (ALBIGENES) کے سبب فرانس بھی مانی بدعت کی لہر کی لپیٹ میں آگیا۔ ایلبیجنیز نے تعلیم دی کہ ریاضت وضبط کی ضرورت نہیں کیونکہ نہ کوئی دوزخ ہے نہ بہشت لیکن وہ جن کو زندگی حاصل ہو اور مطمئن ہو جائیں وہ جلال کو پہنچتے ہیں اور باقی لوگ اسی زمین پر اواگون کے چکر میں جہنم لیتے رہتے ہیں :-

من چوں سبزہ بارہا روئیدہ ام
یک صد و ہفتاد قالب دیدہ ام

تصوف میں اس عقیدہ کا اخلاقی پہلو فحش ہے کیونکہ راستبازی تناسخ میں مادی ونفسانی خواہشات سے علیحدگی ہے اور عقد عظیم برائی ہے لیکن باوجود اس کے وہ ہر شریک جماعت کو دل کھول کر مادی ونفسانی خواہشات میں پڑنے کی تلقین کرتے تھے بشرطیکہ وہ قبل از موت کانسالا منیٹم یا اطمینان نامہ لے لیوے۔ انگلینڈ میں اس بدعت کا اثر نہ ہوا لیکن ۱۱۶۶ء میں دلو کا تھری (CATHARI) بدعتیوں پر فتویٰ لگایا گیا اور وہ آکسفورڈ میں تازیانوں سے پیٹے گئے اور شہر سے باہر جنگل و ویرانہ اور برف باری میں ہانک دیئے گئے تاکہ وہ مر جائیں مگر کاتھری بدعتیوں کے وسیلہ سے اس تعلیم کا اثر شمالی اٹلی میں ہو گیا۔ لفظ کاتھارائے (KATHAROI) مشرقی لفظ ہے جو فرانسیسی واطالوی بدعتیوں کے لئے بھی استعمال ہوتا تھا۔ چونکہ ان کا مرکز فرانس میں قصبہ البی تھا، اس لئے ایلبیجنیز فرانسیسی بدعتوں کو کہا گیا جب کاتھری دریائے رائین کے ساتھ ساتھ جرمنی میں پھیل گئے تو ان کا نام کیٹزر (KETZER) "بدعتی" پڑ گیا۔ ان کی تعلیم یہ تھی کہ خدا دنیا کا نیک اصول ہے، اور اس نے نیا عہد نامہ عطا کیا ہے۔ یہوواہ جو بد اصول ہے اس نے دنیا پیدا کی اور عہد نامہ عتیق دیا تھا۔ ان کے شرکا میں دو درجے تھے، مومن اور کامل۔ مومن وہ ہے جو ابتداً ان تعلیمات کو قبول کر لیتے تھے لیکن کامل وہ تھے جو کانسالا منیٹم (CONSOLAMENTUM) لیتے تھے۔ اس رسم میں مقدس یوحنا کی انجیل سر پر رکھی جاتی تھی اور ماضی وحال کے گناہ بخشے جاتے تھے۔ یہ رسم زندگی میں ایک ہی بار کی جاتی تھی۔ اس لئے عموماً اسے بوقت نزع کرتے تھے لیکن جو اس رسم کے وسیلہ سے اپنی حین حیات ہی میں کامل بن جاتے تھے وہ بالکل گوشت نہ کھاتے تھے، شادی اور دولت

کو گناہ سمجھتے تھے۔ وہ ساکرامنٹ ۔ گرجے ۔ تبرکات کی پرستش اور بت دائگی تعظیم کو بدی کا مظہر سمجھتے تھے۔ وہ دنیوی و روحانی اختیار و ضبط سے آزاد تھے اور خود کشی مذہبی رسم کے طور پر کرتے تھے جس کا نام "اینڈ تورا" برداشت کرنا تھا۔ وہ خود ہی اپنی جان کو ختم کر دیتے تھے۔

کاتھری کا علم فرانس میں ۱۰۲۲ء میں ہوا اور لمبارڈی میں ۱۰۳۲ء میں۔ یہاں سے یہ دیگر اضلاع و دیہات میں ۱۲۰۰ء میں پھیل گئے۔ کونٹ ریمانڈ ٹولوسی (RYMOND TOULOUSE) و دیگر کئی صلیبی مہم کے بہادر ان کی جماعت میں شریک ہو گئے تھے۔ پوپ انوسینٹ سوم نے ان کے خلاف بھی صلیبی مہم جاری کر دی۔ کیونکہ کونٹ ریمانڈ ٹولوسی نے بعض گرجوں اور اُن کی املاک پر ناجائز قبضہ بھی کر لیا تھا۔ ۱۲۰۷ء میں اُس نے گرجوں کو واپس دینے سے انکار کر دیا۔ سو اِس کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا لہٰذا وہ ملک بدر کر دیا گیا اور پوپ کے فتوے کے تابع وہ مطعون قرار دیا گیا۔ شاہ فلپ کو کہا گیا کہ وہ کونٹ ریمانڈ ٹولوسی کی سرکوبی کرے جو ساراسانیوں سے زیادہ خطرناک ہے۔ سو شاہ فرانس فلپ نے بیس برس تک ان کے خلاف مہم جاری رکھی ۔ کونٹ نے تو ۱۲۰۹ء ہی میں توبہ کر لی مگر نتیجہ اس صلیبی مہم کا یہ ہوا کہ فرانس اِن کے قبضہ میں آ گیا لیکن تبدیلیٔ ایمان و خیالات میں نمایاں کامیابی نہ ہوئی۔ مقدس ڈومینک کے تبلیغی اور تفتیش کے طریقہ کو جاری کیا گیا اور کئی کاتھری بدعتی تفتیش کے وسیلہ سے سپرد آگ ہوئے جس سے کلیسیا میں پھر الٰہی قربت و پاکیزگی کا احساس و شعور پیدا ہو گیا۔

(۶)

صلیبی مہمات کا دیہاتی عوام پر یہ اثر ہوا کہ تجارت کو فروغ حاصل ہوا اور انہوں نے اِس سے بہت فائدہ اُٹھایا۔ گرجے سونے و چاندی سے مرصع کر دیئے گئے۔ کپڑے، کتابیں اور سونے و چاندی کے برتن گرجوں میں رکھے گئے۔ تبرکات مشرق سے مغرب میں لائے گئے۔ کوڑھیوں کے لئے ہسپتال قائم کئے گئے۔ حج یروشلیم اُن کی عادت بن گئی۔ گو مشرقی کلیسیائی خیالات و رسومات کا اثر مغربی کلیسیا کے ذہن میں نمایاں تھا تو بھی اُن کے تکبرانہ و فاتحانہ انداز میں گھر نہ کر سکا اور وہ جوں کے توں

ہی رہے۔

اِن صلیبی معرکوں سے دل برداشتہ ہوکر ریمان لُل نے بشارتی مہم کا جدید طریقہ جاری کیا۔

ریمان لُل ۱۲۳۵ء-۱۳۱۵ء (RAIMON LULL)

تیرھویں صدی میں سارسانی حکومت نصف سپین پر قابض ہوچکی تھی اور اٹھارویں صدی تک اُن کا تسلط قائم رہا۔ شمالی افریقہ کے قبطی مسیحی جو پوپ نے بدعتی قرار دیکر کلیسیا سے خارج کر دیئے تھے، وُہ بھی اپنی کلیسیائی زندگی کو ستم اور سماجی مشکلات کے تحت قائم نہ رکھ سکے۔ اِن دنوں اسلام مشرق کی طرف پھیل رہا تھا۔ منگول اور ہندوستان کے عوام اِس سے متاثر ہو رہے تھے۔ مسیحیوں پر ہندوستان میں بھی ظلم وستم ڈھائے گئے چنانچہ کلیسیائی زندگی نے اپنا آخری سہارا جنوبی ہندوستان میں پایا اسلام کا قبضہ تعلیم کے مراکز دمشق اور اسکندریہ پر ہوچکا تھا اور انہی دو دارالعلوم کے باعث اِن کی تہذیب کو چار چاند لگے۔ انہوں نے کُتب یُونانی اور تعلیم ارسطو کا ترجمہ عربی میں کیا اور یُوں اسکندریہ کے دارالعلوم ریاضی۔ نجوم طبابت ومنطق کے محافظ بن گئے اور یہاں سے یہ علم وفن عربی مدرسوں کے وسیلہ سے یورپ میں پہنچ گیا۔ کارڈوا کا دارالعلوم یورپ کی ذہنی وعلمی ترقی کا مرکز تھا، سو ریمان لُل نے سمجھ لیا کہ سارسانیوں میں تبلیغ کے لئے علم وتجربہ کی بہت ضرورت ہے۔ وُہ عربی تعلیمات۔ مسیحی الٰہیات اور بیان الارض پڑھنے میں مشغول ہوگیا۔ ریمان لُل —————— نے پاما کے فرانسسکن گرجے میں مقدس فرانسیس کا رُوحوں کو خُدا کے پاس لانے اور ہر خطرہ میں سلطان کو مسیح خداوند کی محبت کا پیغام دینے کو سُنا ہوا تھا چنانچہ اِس کے خیال نے بھی تبلیغی ارادہ کی شکل پکڑ لی۔ نو سال کی تعلیمی محنت و جذبۂ شوق تبلیغ سے وُہ ایک لائق مبلغ بن گیا تاکہ سارسانیوں میں جائے اور جس جگہ مسیح خُداوند کا پیغام نہیں پہنچا وہاں پہنچائے۔ پینسٹھ ۶۵ برس کی عمر یا ۱۲۹۱ء کو وُہ شمالی افریقہ میں چل نکلا۔ مُلکی حالت مخدوش تھی۔ اگرسے پر دوبارہ تسلط کی وجہ سے سارسانی مسیحیوں پر شادیانہ بجا رہے تھے۔ چونکہ سپین سے مُور نکالے جا رہے تھے اِس لئے وُہ سپین کے مسیحیوں کے خلاف نفرت و قہر سے بھرے پڑے تھے تاہم پر شکستہ

خاطر نہ ہوا اور اپنی زندگی کا مقصد و مقولہ یہ بنا لیا کہ :-

اشکباری میں بھی بشارت دُوں گا۔

دُعا محبت سے اور اپنی زندگی کی قربانی سے بھی۔

اس مقولہ کے علاوہ اُسے زندگی میں ایک اور سبق ابھی سیکھنا ضروری تھا اور وُہ تھا بُردباری کا ایک دن جب یہ اپنے سارسانی خادم سے عربی پڑھ رہا تھا تو دورانِ مطالعہ میں دینی بحث شروع ہو گئی جس پر سارسانی خادم نے مسیح خُداوند کی ذات ستودہ کے بارے میں سخت سُست کہا۔ یہ بہادر نواب تھا خون غُصّہ سے اُبلنے لگا اور خادم کے وُہ چپت رسید کی کہ وُہ قلابازیاں کھاتا ہُوا گرا مگر خادم نے غصہ کی وحشت میں نواب کے چھرا گھونپ دیا۔ اِس زخم کی وجہ سے کئی دن بسترِ علالت پر سوچتے سوچتے وُہ اس نتیجہ پر پہنچا "کہ مجھے اپنی خودی پر بھی قابُو پانا ضرُوری ہے تاکہ بُردباری اور عجز کی طاقت مجھ میں پیدا ہو جائے جو بشارت کے لئے ضرُوری ہے"۔

سارسانیوں کے مُلک مصر میں جانے کے لئے اُسے جینوا سے جہاز پر سوار ہونا تھا۔ جنیوا کے متموّل تاجر اُس کے مجنونانہ ارادہ کو دیوانگی سے تعبیر کرتے تھے اور اُنھوں نے ہر ممکن کوشش کی کہ یہ نواب اپنے عجیب ارادہ سے باز آئے۔ محبت سے بشارت دینے کا تخیّل اُن کے خواب و خیال سے باہر تھا۔ وُہ تو جنگ کے خواہاں، دلدادہ اور پرستار تھے۔ لیکن یہ جذبۂ تبلیغ میں پہاڑوں۔ وادیوں۔ غاروں۔ جنگلوں کو پھاندتا ہُوا محبت کی دیوانگی میں بڑھا چلا جاتا تھا۔

چنانچہ وُہ جہاز میں سوار ہو کر ٹیونس پہنچ گیا، اور گلی کوچہ میں گشت لگاتا ہُوا وُہ ایک مسجد کے قریب جانکلا جہاں کئی سفید ریش علما قرآن خوانی اور مسائل دین کی تنقیح میں مشغول تھے۔ وُہ نو وارد شخص سے متحیّر ہُوئے لیکن اُس نے علیک و سلیک کے بعد یُوں کہا "مَیں خُداوند یسُوع مسیح اور حضرت محمدؐ کی تعلیمات اللہ کے بارے میں بتانے آیا ہُوں۔ اگر تم یہ ثابت کر دو کہ حضرت محمدؐ رسول اللہ ہیں تو میں اُن کا پیرو کار ہو جاؤں گا۔" مُسلم علما نے دعوٰیِ نبوتِ حضرت محمدؐ پر یہ آیت پیش کی۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

ریمان لُل نے تصوّرِ خدا پر ایسی تقریر کی اور بتایا کہ یہ کلمہ دلیل نفی ہے جس میں

تصورِ خُدا مفقود ہے، کیونکہ کبھی نفی کا تصور انسانی دماغ میں نہیں آسکتا۔ نہیں ہے اللہ۔ اللہ کی مثبتی تعریف نہیں ہے سو ہم کس طرح سے اللہ کے وجود وصفات اور کردار کو پہچانیں لیکن سورت اخلاص میں مرقوم ہے کہ "کہو کہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اُس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ وُہ کسی سے پیدا ہُوا۔ اور نہ کوئی اُس کے برابر ہے" اور سورۃ الجن آیت ۳ میں لکھا ہے "ہمارے پروردگار کی بڑی اونچی شان ہے کہ اُس نے نہ تو کسی کو اپنی جورُو بنایا اور نہ کسی کو بیٹا بیٹی" سورۃ انعام ۱۰۰۔۱۰۱ "اِن لوگوں نے بے جانے بُوجھے خُدا کے لئے بیٹے اور بیٹیاں اپنی طرف سے تراش لیں۔ خُدا کی نسبت جیسی جیسی باتیں یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔ وُہ اِن سے پاک اور بالاتر ہے۔ وُہ آسمان و زمین کا مُوجد ہے اُس کی اولاد کیوں ہونے لگی جب کہ کبھی اُس کی جورُو ہی نہیں ہُوئی" یہ دلائل خُدا کے تصوّرِ نفی سے مترشح ہیں۔ کیونکہ بیٹا پیدا کرنا ایک جسمانی فعل ہے جو انسان کی فطرتِ حیوانی کے تقاضہ پر مبنی ہے۔ خُدا تعالےٰ کل اقتضا سے بے نیاز ہے اُس کی طرف ایسے فعل کو منسُوب کرنا واقعی اُس کی ہتک ہے۔ حق بات موافق انجیل مقدس یہ ہے کہ حضرت مریمؑ ایک بندی خُدا کی تھیں اور بیوی خُدا ہرگز نہیں تھیں۔ خُداوند یسوع مسیح کلمۃ اللہ نے جامۂ انسانیّت کا ظہُور اُس میں کیا۔ قبل از ظہُور جامہ انسانیت اُس کا شخصی ظہور اللہ تعالےٰ کے ساتھ ازل سے تھا اور اس ظہُور ازلی کو کلمۃ اللہ اس لئے کہتے ہیں کیونکہ کلمہ سے مقصد عقلی و باطنی ظاہر ہوتا ہے سو ظہُورِ شخصی ازلی اللہ تعالےٰ سے اُس کی باطنی اُلوہیت کے عقلی مقاصد ظاہر ہوتے ہیں پس یاد رہے کہ کلمۃ اللہ سے ازلی اللہ کا ظہُورِ شخصی مُراد ہے اور یہ ظہُورِ شخصی ازل سے ابد الآباد تک نور و عقل باطنی سے عقل و منوّر ہے۔ یہ ہے خدا شخص واحد جس کو سارا عالم تسلیم کرتا ہے نہ کہ وحدتِ محضہ تنکا، بلا صفات ہے۔ اللہ تعالےٰ عاقل نہیں ہے بلکہ عقل محض اور وُہ عالم نہیں ہے اور نہ منوّر ہے بلکہ علم محض اور نورِ محض ہے۔ غرض یہ کہ اگر خدا کوئی شخص واحد علیحدہ نہیں ہے بلکہ اُس کی شخصیت رنگا رنگ کی بیشمار صورتوں سے اِس عالم میں ظاہر ہوتی ہے۔ مثلاً فرشتوں انبیائے اولیاء اور آدمیوں و جانوروں وغیرہ میں تو مطلب یہ ہُوا کہ یہ تصوّر ہمہ اوست ہے سو اِن صورتوں سے قطع نظر کرکے اصلی مقصد یہ ظاہر ہوتا ہے کہ چونکہ عقل اور

نورِ باطنی میں اور شخص عاقل اور منوّر میں امتیاز حقیقی ہے، خواہ اِس امتیاز کو کپڑے اور اُس کی سفیدی سے خواہ کسی اور تشبیہ سے بیان کریں اور چونکہ عقل اور نورِ باطنی مرتبہ اوّلیت۔ مبدئیت اور ابوّیت کا رکھتا ہے اور شخص عاقل اور منوّر مرتبہ ثانیت معلومیت اور ابنیّت کا رکھتا ہے اِس واسطے خُدا تعالےٰ کہ مبداء الوہیت باطنی ہے باپ کہلایا اور اُس کا ازلی شخصی ظہورِ کلمہ بیٹا کہلایا، سو اصل ابوّیت اور ابنیّت کا یہی مطلب ہے۔

واضح ہو کہ نورِ عقلی باطنی خدا میں اور نورِ عقلی باطنی انسان میں فرقِ عظیم ہے اوّل تو یہ کہ نورِ عقلی باطنی خُدا میں غیر محدود ہے اور انسان میں محدود۔ دوم یہ کہ انسان میں ہو سکتا ہے کہ وہ موافق احکام اپنے نورِ عقلی باطنی کے نہ چلے بلکہ سرکشی کرے چنانچہ ایسا ہی آدم سے ہُوا کہ وہ خود اور اُس کی ساری اولاد بنی آدم نورِ عقلی باطنی عطیہ خُدا سے منحرف ہوئے اور گناہ کیا اور جنت باغ عدن سے مردود اور مصیبت و ہلاکت میں گرفتار ہوئے۔ اِس حالتِ انسانی میں ممکن نہیں ہے کہ آدمی کو حیاتِ ابدی حاصل ہو اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر نورِ عقلی باطنی انسان میں زیادہ بھی ہوتا تو بھی وہ ابدی حیات کے لائق نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ جب تھوڑے سے نورِ عقلی باطنی کے احکام کی فرمانبرداری نہیں کی تو کیا ممکن ہے کہ بہت سے نورِ عقلی باطنی کے احکام کی تابعداری کرے۔ علم زیادہ ہونے سے لازم نہیں آتا کہ آدمی اُس پر عمل بھی کرے پس ظاہر ہے کہ انسان کو حیاتِ ابدی حاصل ہونے کی یہ تدبیر باقی رہی کہ اللہ تعالےٰ کسی حکمت سے اُس کے سارے گناہوں کا کفارہ دے تاکہ اُس کے عدل و حکومت میں فرق نہ آوے اور اُس کی طبیعت کو بالکلیہ بدل دے تاکہ وہ آئندہ کو اپنے نورِ عقلی باطنی کے احکام کو ایسا عزیز رکھے جیسا کہ خُداوند تعالےٰ خود اپنے احکام کو عزیز رکھتا ہے۔ یہ حیاتِ ابدی ہے۔ اِس سے ظاہر ہے کہ نورِ عقلی باطنی کے اللہ تعالےٰ میں طبعی محبت کی تحریکِ کامل ہے جس کو زوال نہیں۔ اِس طبعی تحریکِ محبت کاملہ باطنی اللہ تعالےٰ کو رُوح حیات۔ رُوح حق اور رُوح امین اور رُوح القدس کہا گیا ہے۔ انسان میں طبعی محبت کی تحریک کامل نہیں اور وہ اُس میں بھی قائم نہیں رہا۔ آدم نے تقاضئے محبت کو نہ مانا اور حیات ابدی سے

محروم ہُوا۔ سواب خلاصہ یہ ہے کہ اب اُس مبداء الوہیت سے مُراد ہے جو نورِ عقلی باطنی اللہ تعالےٰ میں ہے اور اُس سے کل علوم ہدایات واحکام مستخرج ہیں۔ ابن یا کلمہ اللہ تعالےٰ کا ظہورِ شخصی ہے جو اُس کے متکلم ہونے اور عمل کرنے کا وسیلہ ہے۔ رُوح القدس وُہ ازلی مُشخص محبّت کاملہ اللہ تعالےٰ کی ہے جسے وُہ طبعاً عزیز رکھتا ہے۔ یہ تصوّرِ خُدا اور تثلیث فی التوحید ہے۔ اور اس میں خُدا کی تمام صفات انتظام نجات۔ پاکیزگی عالم کا انتظام منکشف ہے۔ کلمۃ اللہ اور مکاشفہ مسیح ہے جس کا اعلان ہے کہ اے تُم جو تھکے اور بوجھ سے دبے ہو میرے پاس آؤ میں تُم کو نجات دُوں گا۔ ہر ایک گھٹنا اُسی کے سامنے جھکے گا اور ہر ایک زبان اقرار کرے گی کہ یسُوع مسیح خداوند ہے۔

ریمان لل کی اس تقریر کو عوام خوشی سے سُنتے رہے لیکن ایک مولوی صاحب نے جا کر سلطان ٹیونس کو خبر دی کہ ہمارے درمیان ایک عالم آیا ہے جو بڑا خطرناک ہے۔ یہ سُنتے ہی سپاہیوں کو حکم ہُوا کہ اُسے پکڑ کر حوالات میں بند کر دیں اور اُس کا اظہار لیں۔ سپاہی آئے مذاق اُڑایا اور زدو کوب کرتے ہُوئے لے گئے اور حوالات میں بند کر دیا لیکن دُوسرے دن ایک خُدا ترس عالم شرح سلطان کے پاس پہنچا اور اُس نے کہا کہ یہ آدمی عالم ہے اور اگر آپ اِس کی جان بخشی کریں تو شاید یہ مسلم ہو جائے اور ہمارے ایمان کا زبردست محافظ ثابت ہو۔ سو سلطان نے از راہِ کرم اُسے چھوڑ دیا تاہم حکم دیا کہ سپاہیوں کا دستہ اِسے بندرگاہ پر لے جائے اور وہاں سے یہ شخص اپنے وطن کو چلا جائے لیکن جب ریمان لل سپاہیوں کی وساطت سے بندرگاہ پر پہنچ گیا تو یہ آنکھ بچا کر جنگل کو بھاگ گیا اور دیگر قبائل میں کئی ماہ تک خدمت کرتا رہا۔ کئی برس تک وُہ ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ شہروں میں خدمت کرتا رہا۔ وہاں کئی خطرات تھے۔ بحری ڈاکو۔ گھنے جنگل۔ ملکی چور۔ جنگلی درندے۔ متعصّب افراد نہ دن کو چین نہ رات کو آرام۔ تو بھی یہ اسّی سالہ سفید ریش پیر کہن پیرانہ سالی اور کمزوری میں خدمت کرتا رہا۔ ایک روز خلیج بُوگیا کے اُس شہر کو جہاں وُہ ایک دفعہ قید ہُوا تھا چلا گیا تاکہ شوقین لوگوں کو ایمان میں مستحکم کرے۔ وُہ سنگِ زینہ سے چڑھتے ہُوئے شہر میں داخل ہُوا اور جا کر اپنے ایک دوست کے ہاں چھپ

گیا کئی ماہ تک اِسی حالت میں تعلیم دیتا رہا آخر اسے محسوس ہُوا کہ وُہ علانیہ منادی کرے۔ سو وُہ دفعتہً منڈی پہنچا اور بلند آواز سے خُدا کی محبت۔ رحمت اور کفارہ پر منادی کرتا رہا۔ ہجوم میں بعض دوست اور دشمن سب سُن رہے تھے۔ یک دم ہجوم میں شور و غوغا پیدا ہُوا اور فتنہ پرور لوگ ریمان لَلّ کو کشاں کشاں شہر کے باہر لے گئے اور پتھراؤ کرکے اُس کی زندگی کو شہادت کا جام پلا دیا۔ متّی ۵: ۹ میں خُداوند یسُوع فرماتا ہے :-

"مُبارک ہیں وُہ جو راستبازی کے سبب ستائے گئے ہیں کیونکہ آسمان کی بادشاہی اُن ہی کی ہے۔ جب میرے سبب سے لوگ تمہیں لعن طعن کریں گے اور ستائیں گے اور ہر طرح کی بُری باتیں تُمہاری نسبت ناحق کہیں گے تو تُم مبارک ہوگے۔ خوشی کرنا اور نہایت شادمان ہونا کیونکہ آسمان پر تمہارا اجر بڑا ہے اسلئے کہ لوگوں نے اُن نبیوں کو بھی جو تُم سے پہلے تھے اِسی طرح ستایا تھا۔"

جو کرے اقرارِ یسُوع عام خلقت میں پکار
جان لو دُنیا میں وُہ سب سے دلاور ہوگیا

رُوح کی تلوار سے جو نہ لڑے شیطان سے
ہیچ ہے ایسا بشر گرچہ تناور ہوگیا

جس نے چھوڑا واسطے یسُوع کے گھر بار دریدہ
لائقِ جنت ہُوا منظور داور ہوگیا

ہے مبارک حال اُس کا جو کہ ہو دل کا غریب
کیا ہُوا فاقہ کشی سے یا گداگر ہوگیا

مالکِ جنت یسُوع ہے آبِ حیواں بھی یسُوع
گھونٹ اِک جس نے پیا وُہ پاک و طاہر ہوگیا

ریمان لَلّ نے ایک کتاب "محبُوب و محبُوبہ" لکھ کر مسیحیوں میں تصوّف و ریاضت کی تلقین کی اور مسیحیوں میں تبلیغی جوش کو پیدا کیا کہ مسلمانوں کو محبت کی ڈوریوں سے خُداوند کے قدموں میں لائیں۔ اِس نے خُداوند کے لئے بڑا کام کیا اور اُسی کے جلال کے لئے وُہ جیا۔

دسواں باب

پوپ اِنوسنٹ سوم

(POPE INNOCENT III, THE ZENITH OF POPAEY)

عظمتِ پوپیّت

پوپ اِنوسینٹ سوم کے کارنامے بہترین رُومان ہیں۔ اس نے پوپ گریگوری ہفتم اور بونیفس ہشتم کی مانند پاپائیت کو اعلیٰ منزلت پر پہنچا دیا اور دعوئی پاپائیت کو یہاں تک عظمت بخشی کہ پاپائیت کا نہ صرف کلیسیا پر بلکہ یورپ کے تمام حاکموں۔ اختیار والوں۔ بادشاہوں اور ریاستوں پر نادری حکم کا سکّہ بیٹھ گیا اور چونکہ سلطنتوں میں قومی جذبہ کی وجہ سے اتفاق اور افراتفری اور بدحواسی پھیلی ہوئی تھی لہٰذا اس نے اپنی قابلیت کے استعمال سے حکمتِ عملی میں بلند رتبہ حاصل کر لیا۔

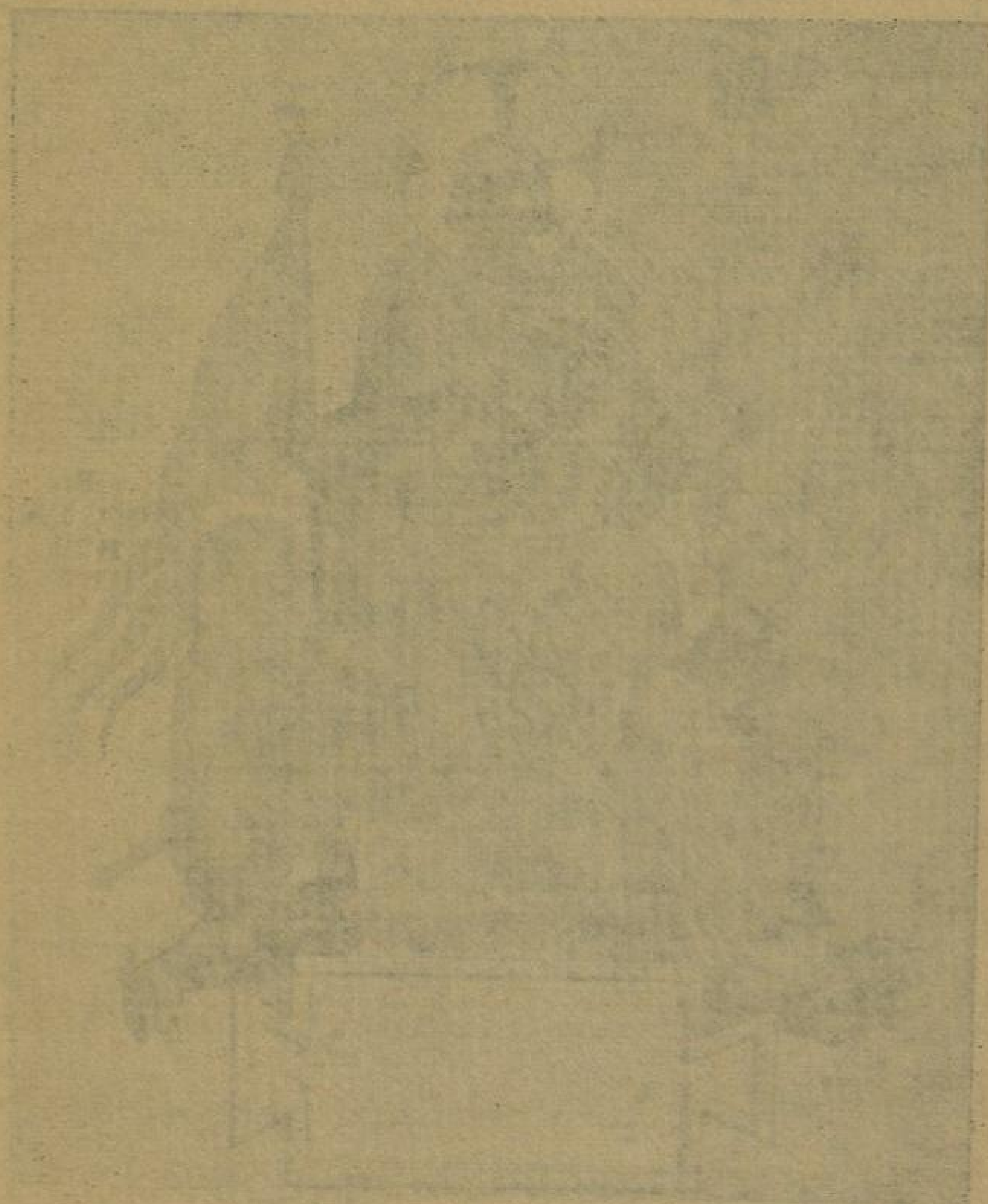
اِنوسینٹ رُومی شاہی خاندان سے تھا۔ عالمِ شباب میں پیرس کے دارالعلوم میں علمِ الٰہیات سیکھا اور بولون سے قانونی ڈگری حاصل کی لہٰذا اس نے ادبیات و قانون میں ممتاز حیثیت حاصل کر لی یہ دیکھکر اس کے چچا پوپ کلیمنٹ سوم نے اس کی تیسویں بہار سے قبل کارڈینل کے ممتاز عہدہ پر فائدہ کر دیا۔ اور سینتیس ۳۷ برس کی عمر میں ماہ جنوری ۱۱۹۸ء میں وُہ پاپائے رُوم منتخب ہو گیا شاہ ہنری ششم کو گزرے ابھی چار ماہ ہوئے تھے کہ وُہ نیپل سسلی جنوبی اٹلی اور جرمنی کو اپنی سلطنت میں ملحق کر چکا ہوا تھا وُہ تین سالہ بچہ چھوڑ کر مر گیا جو اُس کا ولی عہد تھا۔ ہنری ششم بار بار وُسا کے دماغ میں تھا کہ وُہ یورپ اور جرمنی کا لاثانی بادشاہ بن جائے۔ ادھر اس خواب کی تعبیر کرنے والا پوپ انوسنٹ سوم تھا جس نے اپنے ارادوں کو ۱۲۱۵ء میں ایک

کونسل میں ظاہر کیا۔ اُس نے دو مقاصد پیش کئے اوّل یہ کہ مقدس کلیسیا کو جو فریڈرک باربوروسا اور اُس کے فرزند ہنری ششم کے قبضہ میں آچکی تھی آزاد کیا جائے اور دوم یہ کہ پوپیت کی سابقہ عزت بحال ہو۔ محبِ وطن اطالوی ہونے کے باعث وُہ اپنے مُلک کو جرمنوں کے اثر سے آزاد کرنا چاہتا تھا۔ وُہ عالم شباب میں تھا اور اُس کے تمام قوائے عقلی مضبوط تھے۔ قانون داں ہونے کے باعث دُنیوی حکومت کا مقصد اُس کے سینہ میں موجزن تھا۔ اس لئے اُس نے چوتھے صلیبی معرکہ کا اجرا کیا۔ ایلبیجینز کی سرکوبی کی اور نئے ضابطہ فرائر کی سرپرستی کی۔ انتخابات کی عنان اپنے ہاتھ میں سنبھال لی۔

پوپ انوسینٹ سوم نے دُنیوی حکومت پر اپنی سرداری کے دعوے کو یُوں ظاہر کیا کہ مقدس کلیسیا بمثل آفتاب ہے اور دُنیوی سلطنت چاند جس طرح سے آفتاب کے بغیر چاند نہیں رہ سکتا اسی طرح کلیسیا کے بغیر دُنیوی سلطنت بے معنی ہے۔ بادشاہ مادی سلطنت پر حکومت کرتا ہے۔ مگر مقدس پطرس کا اختیار ساری دُنیا پر ہے۔ سلطنت انسانی تدابیر اور حکمت عملی سے وجُود میں آتی ہے لیکن کلیسیا حکومتِ الٰہیہ ہے جس میں خداوند یسوع مسیح نے ایک عالمگیر خلیفہ یعنی پوپ کو مقرر کیا ہے اور چونکہ دُنیا کی تمام اشیا بطالت میں گرفتار ہیں اس لئے لازم ہے کہ وُہ یسُوع مسیح کے خلیفہ کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کریں تاکہ ایک ہی گلہ اور ایک ہی گڈریا ہو۔ کوئی بھی بادشاہ صحیح طریق پر حکومت نہیں کر سکتا جب تک کہ وُہ یسُوع کے خلیفہ کا تابع فرمان نہ ہو۔ شہزادے زمین پر حکومت کرتے ہیں لیکن خادمانِ دین رُوحوں پر حکومت کرتے ہیں۔ چونکہ رُوح جسم سے زیادہ قابل قدر ہے لہٰذا اسی طرح کہانت شہنشاہیت پر ممتاز ہے۔ ان پوپی اختیارات کو اس تند زمانہ میں خطرات بھی درپیش تھے کیونکہ ہوہینز ٹسفین (HOHENSTASFEN) خاندان کی حکومت جرمنی اور شمالی اٹلی پر تھی۔ اور سسلی و جنوبی اٹلی کو اُنہوں نے شادیوں کی وجہ سے ملحق کر رکھا تھا۔ اگر ان حالات میں فریڈرک باربوروسا اور اُس کے جانشین اپنی حکومتوں کو دونوں جگہ قائم رکھتے تو پاپائیت جال میں پھنس کر رہ جاتی۔ اِدھر انوسینٹ سوم کے پیش نظر بڑا مقصد یہ تھا کہ وُہ مرکزی اٹلی میں اپنے اختیار کو بلند و بالا کرے چہ دیگر ...



خلیفتہ المسیح ہونے کے تصور میں پوپ
کے روحانی اور مادی اختیارات کا مظاہرہ



صدی میں پاپائیت کا اسیری کے مُلک اویزون (AVIGNON) میں چلا جانا یہ ظاہر کرتا ہے کہ انوسینٹ سوم کو کبھی اِس خطرہ کا وہم و گمان بھی نہ تھا کہ یہ حالت کبھی ہوگی۔ اُس کا تعلق اطالوی سلطنت سے تھا اور اطالوی لوگ ہی پوپ منتخب ہوتے تھے۔ پوپ انوسینٹ سوم نے جرمنی اور سسلی کے اتحاد میں نمایاں حصّہ لیا۔ لیکن بعد کے پوپ صاحبان نے ہوہنسٹافن سے جنگ مول لے لی۔ اور کلیسیا پر زبردست لگان لگایا جس سے کلیسیا دب گئی۔ انگریزوں نے مقدس بیکٹ کی شاہ ہنری دوم کے مقابلہ میں حمایت کی اور شاہ جان کے خلاف سٹیفن لانگٹن (STEPHEN LANGTON) اور پوپ کی مدد کی۔ اور تیرھویں صدی میں جو پوپل معرکہ آرائی فریڈرک دوم اور اُس کے جانشینوں کے خلاف کی گئی اُس سے قومی جذبہ بھڑک اُٹھا جو پوپائیت کے لئے مُہلک ثابت ہُوا۔

جرمنی میں اِس زمانہ میں دس سال تک خانہ جنگی رہی اور پوپ انوسینٹ سوم شاہی حکمتِ عملی سے ثالث رہا اور سنہ ۱۲۱۱ء میں بالغ فریڈرک کو قبول کر کے شاہ فریڈرک دوم کے لقب سے جرمنی کی سلطنت پہ بادشاہ بنایا اور اُس سے یہ وعدہ لیا کہ وُہ سسلی کی جاگیر کو جرمنی سلطنت سے علیحدہ رکھے گا لیکن اُس نے یہ وعدہ قائم نہ رکھا اور اپنے حریف شاہ کو جنگِ بوواِنز (BOUVINES) ۱۲۱۴ء میں شکست فاش دیکر سسلی و اٹلی پر مسلط ہوگیا لیکن جرمنی میں اُس کی طاقت کمزور رہی۔ فریڈرک دوم مشرقی سلطان کی مانند رہنے لگا۔ وُہ ہاتھیوں کا شوقین بن گیا۔ اور لُوسِرا (LUCERA) کے مقام پر حرم سرا بنوائی اور رعیت کے لگان سے اِن حرموں کا خرچ پُورا کرتا رہا۔ صلیبی مہم میں یروشلیم پہنچ کر ایک ہی طرزِ عبادت طریق سے اُس نے مقدس قبر اور مسجد عمر کی زیارت کی۔ ایسا ظاہر ہوتا تھا کہ وُہ دہریہ ہے۔ مغربی تہذیب سے اُس نے بانداز شاعری شکار، طبابت۔ جراحی۔ نظامت۔ بدعتوں کی سرکوبی اور صلیبی مہمات کا ذوق حاصل کیا تھا۔ لیکن اُس کے اخلاق میں علم نجوم پہ بھروسہ دالہانہ طور پر مشرقی تھا۔ عجیب مرکب کردار کا ایک تھا اور سیاسی تخی اُس کے مزاج میں عجیب رنگ پیدا کر رہی تھی۔ فریڈرک دوم کا اتالیق پوپ انوسینٹ سوم تھا جو اطالوی پوپائیت کے لئے بہت مفید تھا۔ کُونٹس ماٹلڈا ٹاسکونی (COUNTOSS MATILDA TASCANY) نے ایک سو سال قبل جو اپنی ملکیت پوپائیت کے حوالہ کر دی تھی، انوسینٹ نے اُس پر

قبضہ کر لیا اور اس ریاست کا نظم و نسق اپنے قبضہ میں لے لیا۔ وہ ٹاسکونی شہروں کی اتحادی انجمن کا سرپرست بن گیا اور کئی لمبارڈ قوم کے شہروں کا محافظ۔ لیکن یہ خیال ہمیشہ جاگزیں رہتا تھا کہ یہ اتحاد تابعداری میں بدل جائے۔ اس نے سپولٹو (SPOLETO) کو پوپی اختیار میں لے لیا۔ رومانا (ROMAANA) اور کمپانا (COMPAANA) سے جرمنی نوابوں کو نکال دیا۔ وہاں اطالوی حکومت قائم کر لی اور روما میں سردار اعلےٰ اور ناظمِ اعلیٰ بن گیا۔ ناظم اعلےٰ شاہ کا نائب ہوتا تھا لیکن یہ نائب نہیں بلکہ یہ شاہ کا معاون بلکہ اس سے بہت بلند و بالا ہو گیا۔ اس نے یورپ کے شاہانِ پرتگال۔ اراگان اور انگلینڈ کو اپنی تعلقہ داری میں لے لیا جس سے متاثر ہو کر نارمن بادشاہوں نے پاپائیت کی تابعداری میں پہلا قدم اٹھایا اور پرتگال نے ان کی تقلید کی لیکن جب پرتگال نے چاہا کہ اپنا سر اس تابعداری سے کھینچے تو یہ امر محال ہو گیا۔ شاہ اراگان ۱۲۰۴ء میں روم پہنچا اور پوپ انوسینٹ سوم نے اس کے سر پر تاج رکھ کر سلطنت کا عصا اور انگوٹھی اسے دی جو اختیار کا نشان تھا۔ شاہ جان انگلستان سے پوپ بیزار تھا کیونکہ وہ علاقائی گرجوں کو خالی رکھ کر کلیسیا کا روپیہ خرد بُرد کرتا رہتا تھا اور وہ آرچ بشپ کنٹربری منتخب کرنے میں اپنا حق پوپ سے زیادہ مقدم سمجھتا تھا لیکن اس نے اسے بھی اپنے تابع فرمان کر کے چھوڑا۔

شاہ جان ہنری دوم کا چہیتا بیٹا تھا۔ ۱۲۰۵ء تک جب تک کہ ہربرٹ والٹر آرچ بشپ کنٹربری فوت نہ ہوا کلیسیا کے ساتھ اس کے تعلقات درست رہے لیکن اس کی موت کے بعد بشپوں اور راہبوں میں نئے آرچ بشپ کے چناؤ پر رسہ کشی شروع ہو گئی۔ شاہ جان نے راہبوں کی فرمائش سے اپنے ایک دوست بشپ آف ناروچ کو جس کو شیطان کا خادم اور بھیڑوں کا پھاڑنے والا کہتے تھے چن لیا لیکن اس چناؤ کے خلاف بشپوں نے روما میں اپیل کی جس پر پوپ انوسینٹ نے قضیہ چناؤ میں مداخلت کرتے ہوئے ایک انگریز سٹیفن لانگٹن (STEPHEN LANGTON) کو جو باجرأت اور راست شخص تھا اور شاہ جان کا مقابلہ کرنے کے لئے موزوں تھا چن لیا۔ شاہ جان نے اس کی قبولیت سے انکار کر دیا جس کا ردِ عمل یہ ہوا کہ پوپ نے ۱۲۰۸ء میں تمام انگلستان پر کلیسیا سے اخراج کا فتوےٰ نافذ کر دیا۔ پانچ برس تک

گرجے بند رہے، اور علانیہ عبادت نہ ہوتی تھی۔ خادم الدین دروازے بند کر کے بپتسمہ دیتے تھے۔ دھرم ماں باپ کی حاضری کا سوال ڈر سے اُٹھ گیا۔ لوگ گرجے کے صحن میں دُعا مانگ سکتے تھے۔ خادمانِ دین بیمار پرسی کر سکتے اور اقرارِ گناہ پہ ماس دے سکتے تھے۔ لیکن جب کوئی مرجاتا تو رسمِ جنازہ نہ کرتے تھے۔ مبارک جمعہ کو وہ صلیب کو گرجے کے صحن سے باہر رکھ دیتے تھے تاکہ لوگ تعظیم کر سکیں چنانچہ شاہ جان نے نتیجتہً یہ حکمت اختیار کی کہ چونکہ خادمانِ دین خدمت نہیں کر رہے اس لئے انہیں عطیہ جات اور اُجرت نہ دی جائے اور یوں وہ کلیسیائی روپیہ سے خزانہ بھرنے لگا۔ پوپ انوسینٹ سوم نے دیکھا کہ فتوے کا خاص نتیجہ نہیں نکلا تو ۱۲۱۲ء میں اُس نے حکم دیا کہ شاہ جان کو معزول کر کے کسی لائق آدمی کو تخت کے لئے پیش کرے اور سرکوبی کے لئے شاہ فلپ آگسٹس فرانس کو مقرر کیا۔ یہ سنتے ہی شاہ جان مطیع ہو گیا اور پندرہ مئی ۱۲۱۲ء کو پوپ کے نمائندہ خصوصی پنڈلف کے رُوبرُو وعدہ کیا کہ خدام الدین کی تمام املاک وقف واپس کر دے گا اور سٹیفن لانگٹن کو بھی قبول کرے گا۔ اب شاہ جان نے سلطنت کی عنان پوپ کے ہاتھ میں دے دی اور پوپ کا معاون ہونے کے باعث رُوما کو ہر سال مقررہ خراج دینا قبول کر لیا۔

۱۲۱۵ء میں شاہ جان نے اپنے تخلیہ کو محسوس کرتے ہوئے ۱۵ جون ۱۲۱۵ء میں اُمرا کا جلسہ سٹینز اور ونڈسر کے درمیان مرغزار میں کیا اور وہاں اپنی تابعداری کے عظیم مسودہ پر دستخط کر کے مُہر ثبت کی۔ اِس مسودہ میں ۶۳ نکات تھے۔ اور یاس کا مقصد عوام میں اور شاہ میں تعاون کی بحالی تھا لیکن یہ حقوق عظیم تبدیلی کا باعث ہوئے۔ امیر، غریب، شہری اور پادریوں کے حقوق کا ذکر کرتے ہوئے بادشاہ نے اقرار کیا کہ وہ رعیت کی عزت و محافظت کرے گا۔ اِس مسودہ کی تعبیر میں سٹیفن لانگٹن نے پیش روی کی اور اُس نے بتایا کہ کلیسیا انگلستان ایک آزاد کلیسیا ہے اور وہ کسی دُوسری کلیسیا کے تابع نہیں۔ چونکہ شاہ جان نے رُوما کی تابعداری کی قسم لی تھی اس لئے اس نے حب الوطن سٹیفن لانگٹن کی شکایت کر دی جس پر وہ معزول کر دیا گیا۔

۱۲۱۵ء میں پوپ انوسینٹ سوم نے لیٹران کی چوتھی کونسل منعقد کی جس میں ۴۱۲ بشپ ۸۰۰ راہب اور کئی سفیر اور ذی قدر نمائندے حاضر تھے۔ ہجوم کا

یہ حالی تھا کہ جب بزرگ بشپ اَیلفی لغزش کھا کر اتفاقاً گر پڑا تو ہجوم کے نیچے دب کر مر گیا۔ اِس کونسل میں پوپ انوسینٹ کو رُوحانی ناظم تسلیم کیا گیا۔ ۷۰ مسائل پیش ہُوئے جو قبول کئے گئے۔ اِن مسائل میں البیجنیانی (ALBEGENIAN) بدعت کا رد کرنا امرِ خاص تھا۔ اِن ۷۰ نکات میں چھ اُمور زیادہ غور طلب یہ ہیں:۔

نسخِ جوہر:۔ پاک عشا میں روٹی اور مے کی ظاہرہ صُورت تو قائم رہتی ہے، لیکن اُن کی ذات و ماہیّت بدل جاتی ہے (یہ خیال ابتدائی کلیسیا کے خیال کے منافی ہے)۔

اعتراف:۔ اوّلاً اعتراف مرضی پر تھا لیکن اِس کونسل میں لازمی قرار دیا گیا۔ یہاں تک کہ جب کوئی مسیحی سنِ تمیز کو پہنچ جاتا تو خادم الدین کے سامنے لازماً اُسے سال میں ایک دفعہ اعتراف کرنا پڑتا تھا اور اگر وُہ عیدالقیامت کے موقع پر شریکِ عشا نہ ہوتا تو وُہ کلیسیا سے خارج کیا جاتا تھا۔ اگر کوئی کسی دُوسرے خادم کے سامنے اقرار کرنا چاہے تو وُہ پہلے اپنے خادم سے اجازت لیتا تھا۔ اعتراف لازمی ٹھہرایا گیا تاکہ بدعتی شخص ظاہر ہو جائے۔

پاسبانی راہب خانہ:۔ بشپ کے لئے ٹھہرایا گیا کہ وُہ اپنے حلقہ میں راہب خانوں کی نگہداشت کریں حکومت کی سختی سے بچائیں اور اُن کو آلودگیوں سے پاک کریں، اور جو کوئی نیا راہب خانہ تعمیر ہو وُہ مجوّزہ ضابطہ کو اپنائے۔

خادمانِ دین:۔ بے شراب نوشی۔ شکار اور جادوگری سے علیحدہ رہیں۔ اور کوئی دُنیوی نفع کا کام اختیار نہ کریں۔ جوآنہ کھیلیں۔ سر کے چاند کو منڈوا ڈالیں۔ نہ بہت لمبے نہ بہت چھوٹے چوغے پہنیں۔ اور نہ سُرخ نہ سبز کپڑے پہنیں۔ ہر طرح کی بے معنی زیبائش سے پرہیز کریں۔

حقوق:۔ کیتھیڈرل کی زمین کا جس سے کیتھیڈرل کے عملہ کی تنخواہ دی جاتی تھی۔ نہ مُنتقل اور نہ اُس کا فرزند وارث سمجھا جائے یعنی زمین موروثی قرار نہ دی جائے۔ بشپ دُعائے شفا اور آدی گی ساکرامنٹ کے لئے کوئی اُجرت نہ لیں اور کوئی شخص کلیسیا میں دو عہدوں پر فائز نہ ہو۔

تبرّکات:۔ خادمانِ دین تبرکات کو فروخت نہ کریں اور نہ روپیہ کے عوض میں

اُنہیں دکھائیں۔

مغفرت نامہ:- بشپ کے مغفرت نامہ دینے کے حق پر پابندی عائد کی گئی۔

پوپ انوسینٹ سوم ۱۲۱۶ء میں خداوند میں سو گیا لیکن اُس کی خود دارانہ و انانیت سے معمور حکمتِ عملی کا اثر زیادہ دیر تک قائم نہ رہا۔ شاہ جان کی موت کے بعد جب شاہ جان کے فرزند ہنری سوم کی رسم تاجپوشی ہوئی تو وہ نو برس تک پوپ کی سرپرستی میں رہا۔ گالو پوپ کا نمائندہ خصوصی ۱۲۱۶-۱۸ء مقامی ناظم اعلیٰ و مشیر اور پنڈلف ۱۲۱۸-۲۱ء اور الڈبون ۱۲۶۵-۶۸ء تک اسی عہدہ پر فائز رہے۔ ان انتخابات میں پوپ کا اقتدار بھی بڑھ گیا۔ انوسینٹ نے یارک کیتھڈرل کی مجلس سے لینزطن کونسل کے لئے منتخب نمائندے کو قبول نہ کیا بلکہ نیا نمائندہ خود رُوما میں چُنا۔ ۱۲۲۸ء میں پاپائے رُوم نے بادشاہ کے منتخب کردہ کنٹربری کے آرچ بشپ کو برطرف کر دیا اور خود نامزدگی کی۔ ۱۲۳۱ء میں تین انتخابات کو غیر قانونی قرار دیا اور راہبوں کو ترغیب دی کہ وہ ایڈمنڈ رچ کے نام کو پیش کریں

ان تمام حالتوں میں فضا مکدر ہو رہی تھی اس لئے جب پوپ نے انگلستان میں اپنے نمائندہ خصوصی کو دہ یکی لینے کے لئے بھیجا تاکہ شاہ فریڈرک دوم کے خلاف جنگ کی جائے اور چھوٹے علاقوں میں بھی اپنے ہی انتخاب کردہ نمائندے بھیجے تو حکومت اور عوام پوپ کے خلاف ہو گئے۔ بغاوتیں ہونے لگیں۔ شاہ جان نے ایک ہزار مارکس سالانہ خراج دینے کا وعدہ کیا جو کئی سالوں سے ادا نہ ہُوا تھا۔ نمائندہ خصوصی نے اس کے لئے شاہ کو تنگ کیا۔ ۱۲۲۹ء میں نمائندہ خصوصی نے ۱/۱۰ حصہ ۱۲۴۰ء میں ۱/۵ حصہ ۱۲۴۶ء میں ملک کے مالیہ اور کلیسیا کی آمدنی کا نصف حصہ مانگا۔ اِس پر طرہ یہ کہ باوجود اس کثیر رقم کے جو رُوم پہنچی اور مُلک کو دیوالیہ بنا گئی تو بھی جب ۱۲۵۰ء میں شاہ ہنری سوم نے صلیبی مہم کی قسم کھائی تو پوپ نے اجازت دی کہ وہ پاسبانوں پر ٹیکس لگائے اور ملک سے اینیٹ (ANNATES) یعنی سالانہ مقررہ رقم وصول کرے۔ چنانچہ سیاسی و معاشرتی بوجھ اور غیر ملکی خود دارانہ سیاسی اثر کی وجہ سے ملک میں پوپ اور تمام بدیشیوں کے خلاف نفرت کا جذبہ بھڑک اُٹھا۔ یہ قومی بیداری پاپائے رُوم کا جُوا اُتار پھینکنے کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔

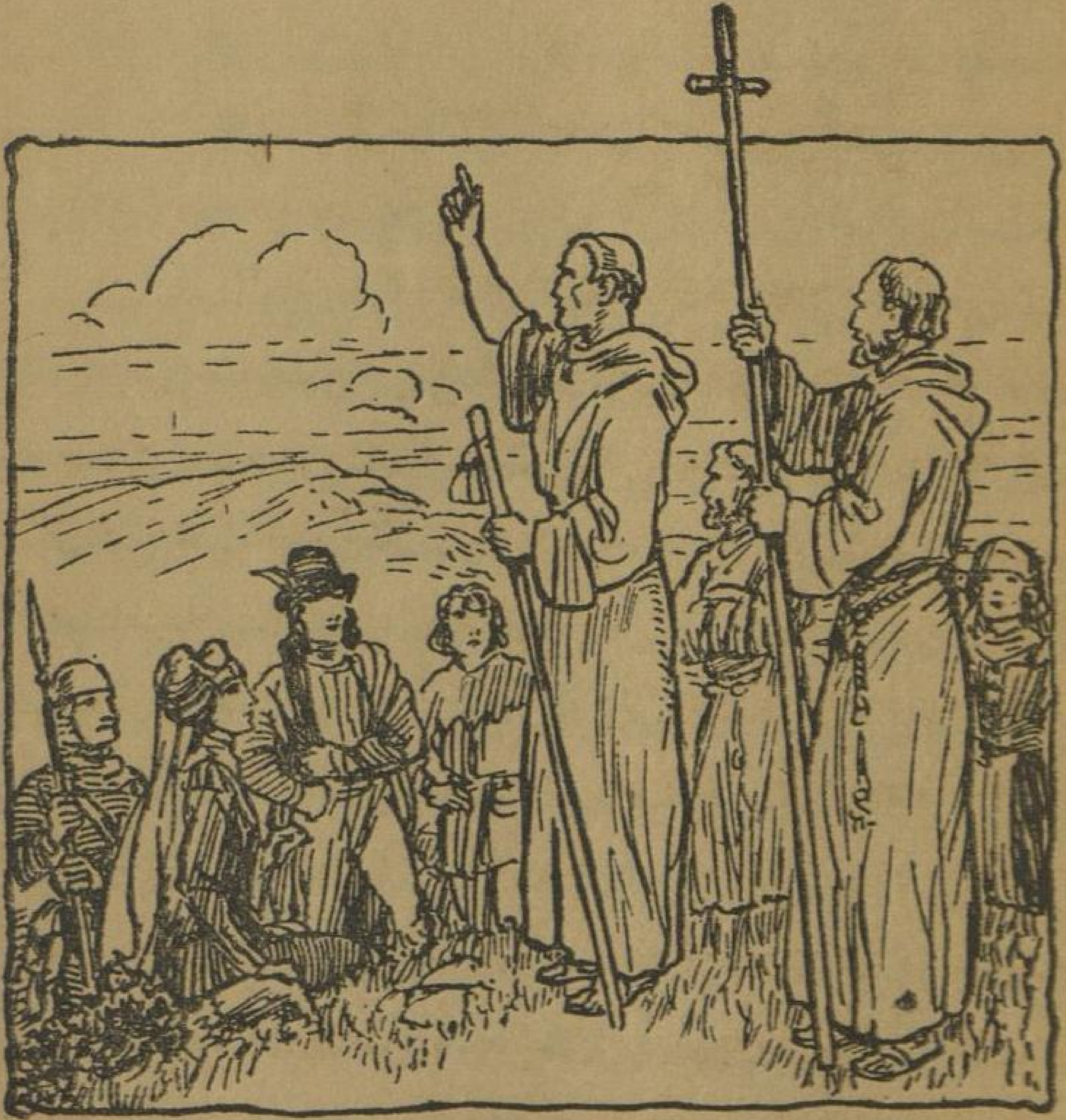
گیارہواں باب

فرانسسکن فرائر

(FRANCISCAN FRIAR)

تیرھویں صدی میں فرانسیس اسیسی (FRANCIS OF ASSISI) (۱۱۸۲ء ۱۲۲۶ء) نے خدمت کی۔ اس وقت زمانہ متوسط کی گھنگور گھٹائیں اُمڈ رہی تھیں۔ نظامِ تعلقہ داری قائم ہو رہا تھا جنگ کی جگہ تجارت رُو بہ ترقی تھی۔ سرکاری نظام میں اوّل مرتبہ پارلیمان جمہوریت کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ نہ صرف یہ زمانہ علم و حکمت د... کے ماہر راجر بیکن (ROGER BACON) اور دارالعلوم (UNIVERSITIES) کی وجہ سے مشہور تھا۔ بلکہ ڈینٹے (DANTE) اور عظیم الشان کیتھڈرل (CATHEDRAL) کی عمارتیں اِس کو حسین ترین بنا رہی تھیں۔ تاہم باوجود اِن تمام اُمور کے کلیسیا میں بشارت کرنے کی اختیار و شناسائی کی رُوح نہ تھی۔ کلیسیا دُنیوی بن چکی تھی اور وہ محض رُوحی رعیت میں بیداری چاہتی تھی۔ مذہب گرجے کے احاطوں کی چار دیواری میں بند تھا اور جو شیلے اشخاص نے راہب خانوں کو آرام گاہ بنا لیا تھا۔ خادمانِ دین سُست اور بے علم تھے اور عوام اُنہیں نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ راہب دُنیا سے تو علیحدہ رہتے تھے لیکن اب وہ عیش و عشرت اور تجارت میں مشغول تھے صرف فرانسسکن فرائر (برادر) کی تحریک ایک بشارتی مہم تھی جو غریب اور بے علم لوگوں کو خداوند کی محبت اور خوشی کی بشارت کا پیغام دیتی تھی۔

صلیبی مہمات قریباً دو سو برس (۱۰۹۶-۱۲۷۳) تک جاری رہیں تھا اور ان سے مشرق و مغرب میں نفرت کی وسیع خلیج پیدا ہو گئی۔ اگرچہ ان کا مقصد تو بظاہر اچھا ہی تھا لیکن بدکرداروں کے توسل نے صلیبی رُوح اور مقصد کو مکدر بنا دیا تھا۔ وہ



فرائر تبلیغ کر رہے ہیں

سارسانیوں کو اپنے اور خداوند کے دشمن سمجھتے تھے اور فوجی جنگ کے وسیلہ سے انہیں قبضہ میں لانا چاہتے تھے۔ یورپ آخری دم تک لڑنے کا خواہشمند تھا لیکن ایسے زمانہ میں فرانسس آسیسی نئی رویت لے کر زمانہ میں واردہوا۔ اُس کا خیال عجیب۔ نرالہ اور سچی تھا۔ اُس نے کہا "سلطان کو فتح کرنے سے کیا فائدہ ہے؟ کیوں نہ اُس کی زندگی تبدیل کی جائے"؟ اور ایسے ہی اِس صدی میں ریمان للی تھا جس کا ذکر ماقبل ہوچکا ہے۔ اُس نے کہا کہ "صرف ایک طریقہ ہے اور وہ یہ کہ ہم "محبت۔ دُعا۔ اشک باری اور اپنی زندگیوں کو قربان کر دینے سے بشارت دیں"

مقدس فرانسس آسیسی شہر آسیسی کے متمول تاجر پیٹر برنارڈون (PETER BARNARDONE) کا فرزند تھا جو نہایت خوشی اور شان وشکوہ سے زندگی بسر کر رہا تھا۔ اُسے فرانسیسی جنگ ناموں ناولوں اور افسانوں سے بے حد اُلفت تھی۔ والد نے بے اندازہ مال ومتاعٔ اِس کے سپرد کر دیا تھا تاکہ یہ شاہی دربار کے نوابوں اور رؤسا میں اپنی دولت وشکوہ کی وجہ سے نام پیدا کرے لیکن ایسے حالات میں بھی اُس کے دل میں غریبوں کے لئے جگہ تھی۔ ایک دفعہ جبکہ یہ منڈی میں کسی تاجر کو ریشمی کپڑے مخمل کمخواب اور جواہرات بیچ رہا تھا تو ایک غریب نے آکر خیرات مانگی لیکن چونکہ یہ مشغول تھا غریب چلا گیا۔ کام ختم کرنے کے بعد اِسے معلوم ہوا کہ بھکاری یہاں نہیں ہے سو وہ اپنا سب کچھ وہیں چھوڑ اُسے ڈھونڈنے کے لئے اِدھر اُدھر ڈھونڈتا رہا جب تک وہ نہ ملا۔ بھکاری کو روپے دے کر کہا "کہ خدا کی محبت کے بدلے میں جو وہ مجھ سے کرتا ہے میں کبھی غریب سے منہ نہ موڑوں گا۔

ایک دفعہ عالم شباب میں دل کی گہرائیوں کے اندر فوجی جذبہ بھڑک اُٹھا اور جنگ میں کارہائے نمایاں دکھانے کے وسیلہ سے جلال وعظمت حاصل کرنے کی خواہش کی وجہ سے فوج میں بھرتی ہوگیا۔ رات کو خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ کوئی شخص اُسے بلا رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ یہ محل دیکھو جس کے اردگرد نیزے۔ تلواریں اور خود نظر آتے ہیں لیکن سب کے اوپر صلیب کا نشان ہے۔ فرانسس نے کہا، یہ خوبصورت اسلحہ کس کے لئے ہے؟ اور اس محل کا مالک کون ہے۔ جواب ملا کہ یہ محل تیرا ہے اور یہ اسلحہ تیرے لئے اور اُن کے لئے ہے جو اس جنگ میں تیری پیروی کریں گے۔

الصبح ہی یہ آسیسی کی گلیوں میں نگہبرانہ گشت کرنے لگا اور دوستوں کو کہتا پھرا کہ میں جانتا ہوں کہ میں ایک دن شہزادہ بنوں گا لیکن دوسری رات اُسے خواب میں آواز آئی کہ کیا تو خداوند یسوع کی جگہ دُنیوی حاکم کی تابعداری کرنا چاہتا ہے؟ اپنے گھر کو واپس چلا جا اور تمہیں بتایا جائے گا کہ تمہیں کیا کرنا ہے۔ سو یہ فوج سے رخصت لے کر اپنے گھر واپس چلا آیا تاکہ بشارتی جہات لڑے۔

نیا مخلوق ہونے کے بعد وُہ ایک دفعہ گھوڑے پر سوار پہاڑی وادیوں میں گشت لگا رہا تھا تاکہ اُسے معلوم ہو کہ خدا اُس سے کیا کام لینا چاہتا ہے۔ اُسے ایک کوڑھی اُدھر آتا نظر آیا۔ اُس نے اپنے گھوڑے کی عنان کھینچی اور کہا کہ مجھے واپس جانا چاہیئے چونکہ صرف وہی گزرگاہ تھی جس میں وُہ کوڑھی آ کھڑا ہُوا تھا۔ اِس لئے تخیلاتی تگ و دو کے بعد وُہ گھوڑے سے اُتر پڑا اور بھاگ کر کوڑھی سے مصافحہ کیا اور اُسے روپے دیئے اور جُھک کر اُسے بوسہ بھی دیا۔ دوسرے دن فرانسس آسیسی کوڑھیوں کے شفاخانہ میں داخل ہو گیا اور اُنہیں محبت دی پیار ہیں" میرے مسیحی بھائیو" کہہ کر پکارتا اور ملتا رہا۔ اب اُس کے دل میں اُمنگ پیدا ہوئی کہ دُنیوی شان وشکوہ چھوڑ کر مسیح خداوند کی خدمت کرے۔ آلٰہی تصوّرات اور بے خودی بڑھتی گئی۔ وُہ سوچنے لگا کہ کامل زندگی کیسے بسر کی جا سکتی ہے۔ ایک دن اُس کے دوستوں نے اُس سے پوچھا" فرانسس کیا تم شادی کرو گے"؟ اُس نے جواب دیا کہ "میں ایک حسین۔ سیرت عورت سے شادی کروں گا جس کو تم نے کبھی نہ دیکھا ہو۔ وُہ دُنیوی خواتین سے حسین ترین اور عقلمندی میں افضل ہے۔ عورت جس کا وُہ ذکر کر رہا تھا" خاتون غربت" تھی سو وُہ اپنی وراثت سے دست بردار ہو گیا اور اپنے قصبہ کے باہر ایک معمر پادری کے ہاں دُعا و ذکر اور غربت کی زندگی بسر کرنی شروع کی جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ بارہ شاگرد اُس کے گرد جمع ہو گئے جن میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔

برادر گائیل جو مقدس پولوس کی مانند تیسرے آسمان تک اُٹھایا گیا۔ برادر فیلپو لانگو جس کو یسعیاہ نبی کی مانند فرشتے نے دہکتے ہُوئے کوئلہ سے اُسکے ہونٹوں کو چھُوا۔ برادر سلوا سنر جو حضرت موسیٰ کی مانند خدا سے ہمکلام ہُوا۔ برادر برنارڈ جو محبت و پاکیزگی میں مقدس یوحنّا کی مانند تھا۔ برادر رُوفینو جس کو خداوند نے مقدس کیا۔

روایت ہے کہ وہ اب تک زندہ ہے۔ جان ڈیلا کا پیلا جس نے فرانسس سے انکار کیا اور اسکریوطی کی مانند اپنے آپ کو پھانسی دی۔

مقدس فرانسس آسیسی کے شاگرد برنارڈ کی زندگی کی تبدیلی کا واقعہ یوں ہے کہ جب فرانسس غربت والی محویت میں اِدھر اُدھر پھر رہا تھا لوگ اُسے پاگل و دیوانہ سمجھ کر مذاق کرتے اور اُس پر پتھر پھینکتے تھے۔ برنارڈ جو آسیسی کا متمول نواب تھا وہ اس تمسخرانہ حالت میں فرانسس کی قوتِ برداشت کو دیکھ کر محوِ حیرت ہوا اور کہا کہ سوائے خدا کی طاقت کے ایسی برداشت نہیں ہو سکتی۔ سو ایک دفعہ اُس نے فرانسس کو کھانے پر مدعو کیا۔ کھانا کھانے کے بعد فرانسس فوراً بستر پر لیٹ گیا اور ظاہر کیا کہ وہ سو گیا ہے۔ ادھر برنارڈ بھی جو اُس کی ریاضت و پاکیزگی کو دیکھنے کا خواہشمند تھا، وہ بھی ظاہراً لیٹ کر خراٹے لینے لگا۔ فرانسس خراٹوں کی آواز سن کر اُٹھا اور یہ معلوم کر کے کہ وہ سو گیا ہے۔ تمام رات روتا اور یہ دُعا مانگتا رہا "میرے خداوند۔ میرے خداوند" اِس کے علاوہ وہ کچھ نہ کہتا تھا۔ برنارڈ نے چراغ کی روشنی میں یہ تمام حرکات دیکھکر روح القدس کے نور سے اپنا دل کھول دیا اور اُس کی زندگی پاکیزہ اور نورانی بن گئی۔ الصبح اُس نے فرانسس سے کہا کہ میں تیرا شاگرد بننا چاہتا ہوں لیکن فرانسس نے کہا یہ نہایت مشکل کام ہے، اس لئے آئیے ہم بشپ صاحب کے ہاں چلیں، اور وہاں ایک رُوحانی خادم الدین ہے، اُس کے رُوبرو خدا سے دُعا و التجا کر کے بائبل مقدس سے اپنے لئے ہدایت پائیں چنانچہ بشپ کے ہاں دُعا و نماز کے بعد تین دفعہ کتاب مقدس کو کھولنے سے تین آیات پیش نظر آئیں۔

متی۔ ۱۹: ۲۱۔ یسوع نے اُس سے کہا اگر تو کامل ہونا چاہتا ہے تو جا اپنا مال و اسباب بیچ کر غریبوں کو دے تو تجھے آسمان پر خزانہ ملے گا پھر آ کر میرے پیچھے ہو لے۔

لوقا ۹: ۳۔ اُن سے کہا کہ راہ کے لئے کچھ نہ لینا۔ نہ لاٹھی۔ نہ جھولی نہ روٹی۔ نہ روپیہ نہ دو دو کُرتے رکھنا۔

مرقس ۸: ۳۴۔ اُس نے بھیڑ کو اپنے شاگردوں سمیت پاس بلا کر اُن سے کہا اگر کوئی میرے پیچھے آنا چاہے تو اپنی خودی سے انکار کرے اور اپنی صلیب اُٹھائے اور میرے پیچھے ہو لے۔

فرانسس نے برنارڈ سے کہا کہ جو کچھ تم نے اب کتاب مقدس سے سنا ہے اُس پر عمل کرو۔ سو برنارڈ نے اپنا سب کچھ بیچ کر اپاہجوں، محتاجوں اور راہب خانوں میں تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ سلواسٹر نے دیکھا کہ برنارڈ اور فرانسس دولت کو فضول تقسیم کر رہے ہیں سو اُس نے فرانسس کے قریب ہو کر للچائے دل سے کہا۔ "فرانسس تم نے وہ پتھر جو گرجے کے لئے خریدے تھے اُس کی قیمت ابھی تک ادا نہیں کی؟ فرانسس نے اُس کے فریب و لالچ پر حیران ہو کر برنارڈ کی روپے سے بھری بوری میں سے روپیہ نکال کر اُس کے دامن کو بھرنا شروع کر دیا اور ہر بار یہ کہتا تھا۔ "کیا اور چاہیئے؟" سلواسٹر کا دل بھر گیا۔ جب شام ہوئی تو اپنی حرص پر نادم و شرمندہ ہوا۔ وہ تین رات متواتر خواب میں دیکھتا رہا کہ فرانسس کے منہ سے سنہری تلوار نکلتی ہے جس کا سر آسمان کو اگر بازو مشرق و مغرب کو چھوتے ہیں۔ اِس رویت سے متحیر ہو کر اُس نے اپنا سب کچھ بیچ دیا اور فرائر بن گیا۔

برنارڈ ایک دفعہ جنگل میں دُعا مانگنے گیا اور اتفاقاً فرانسس بھی اُدھر جا نکلا۔ برنارڈ کی آواز سُن کر اُسے آواز دی اور کہا۔ "برنارڈ اِدھر آؤ۔ اِس اندھے آدمی سے بات چیت کرو"۔ اِدھر برنارڈ اپنا دل عالمِ بالا پر لگا کر محوبت میں تھا۔ اُسے کانوں پڑی آواز سُنائی نہ دیتی تھی۔ فرانسس نے تین بار اُسے پکارا لیکن جب برنارڈ نے کوئی جواب نہ دیا تو بے دل ہو کر واپس چلا آیا۔ راستہ میں اُس نے اپنے ساتھی سے کہا "میرا دل بہت بے چین ہے کیونکہ برنارڈ نے مجھے جواب نہیں دیا۔ میں دُعا مانگنے جاتا ہوں اور خدا سے معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اِسکی وجہ کیا ہے"۔ جب وہ دُعا مانگ رہا تھا تو اُس پر یہ عقدہ کھلا کہ اَے مردِ غمناک۔ تیرا دل رنجیدہ نہ ہو۔ کیا انسان مخلوقِ خدا کے لئے خالق کو چھوڑ دے؟ جب تُو برنارڈ کو بلا رہا تھا تو وہ میرے ساتھ ملاقات اور گفتگو کر رہا تھا۔ اِس لئے وہ نہ تمہارے پاس آسکتا تھا اور نہ گفتگو کر سکتا تھا۔ وہ اتنا بے خود تھا کہ اُس نے تمہارا کوئی لفظ نہیں سُنا"۔ تب فرانسس یہ جواب پاتے ہی واپس لوٹا تاکہ اپنے کئے پر نادم ہو کر معافی مانگے ــــــ برنارڈ اُسے آتے دیکھ کر سجدہ میں گر پڑا۔ فرانسس نے اُسے اُٹھا کر کہا "میں تمہیں اُس وعدۂ تابعداری کی بنا پر کہتا ہوں کہ جو کچھ میں کہوں وہ تم کرو گے۔ اُس نے کہا میں ضرور کروں گا۔ تب فرانسس چاروں شانے

چت زمین پر لیٹ گیا اور برنارڈ سے کہا۔ تین دفعہ ایک پاؤں میرے مُنہ پر اور ایک گلے پر رکھتے ہُوئے گڑ رو اور غصّہ میں مجھ سے کہو۔ "پیٹر برنارڈ کے چھوکرے۔ یہاں لیٹا رہ۔ تجھ میں اتنا غرور کہاں سے آیا۔ کیا تجھے علم نہیں کہ تو جنگلی حیوان ہے " یُوں فرانسس نے اپنی غلطی کی توبہ کی۔ وُہ بے خُود رہتا اور یہ دُعا مانگتا تھا ؎

یارب یہ دُعا ہے مجھے دیوانہ بنا دے
احساسِ خردمندی سے بیگانہ بنا دے
مٹ جاؤں تیرے جلووں کی رنگینی میں ایسا
دُنیا پہ مجھے بھولا ہُوا افسانہ بنا دے

فرانسس اپنے شاگردوں کو دو دو کرکے باہر منادی اور تعلیم کے لئے بھیجا کرتا تھا۔ وُہ روپیہ پیسہ سے جو نذر و نیاز کے طور پر دیا جاتا تھا پرہیز کرتے تھے۔ لہٰذا وُہ مزدوری کرکے پیٹ پالتے تھے اُن کا کوئی اپنا گھر نہ تھا وُہ اِدھر اُدھر فقیروں کی طرح پھرتے رہتے تھے۔ وُہ لوگوں کے گھروں میں رہتے کھیتوں میں کام کرتے اور ساتھ ہی ساتھ منادی کرتے اور تعلیم دیتے تھے۔ وُہ سڑکوں اور چوراہوں پر بلند آواز میں خداوند کی محبّت کے گیت گاتے تھے اور ہر طرف اُن کے خوش طبع ہونے سے عوام ان کی خوشی میں حظ اُٹھاتے تھے۔ فرانسس مخلوقات کی ہر چیز سے محبّت کرتا تھا۔ وُہ کہتا تھا کہ سب لوگ میرے بھائی ہیں۔ پرندوں کو بہن کہہ کر پکارتا تھا اور ایسا ہی سو رینانو کے گاؤں میں درس دیا۔ شہر گبیو میں ایک دفعہ خونخوار بھیڑئیے کو بھائی کہہ کر خدا کی مخلوقات کا خون بہانے سے منع کرکے پالتو بنا دیا۔ وُہ سورج کو بھائی۔ چاند کو بہن۔ ہوا کو بھائی پانی کو بہن کہہ کر اُنکی تعریف کیا کرتا تھا۔

فرانسس نے اپنے شاگردوں کو راہب خانہ میں مقید نہیں کر رکھا تھا۔ اُس نے اُن کو سکھایا کہ وُہ محض اپنی ہی نجات کے لئے فکرمند نہ ہوں بلکہ یہ کہ وُہ خداوند کی محبّت کا پیغام چوراہوں اور گھروں میں دیں۔ عام سادہ دیہاتی زبان میں بشارت دیں کیونکہ کلیسیا کے علما غریب بے علم لوگوں کے پاس تک نہ آتے تھے۔ خادمانِ دین عموماً اَن پڑھ تھے اور بشپ صاحبان کے پاس وقت نہ تھا۔ وُہ ایسا وعظ کرتے تھے جو عوام نہیں سمجھ سکتے تھے۔ اب ایک ہی گروہ تھا جو اپنا روزینہ کما نا، اور مفت

خُداوند کے نام میں خدمت کرنا۔ تھے جب فرانسس اپنے شاگردوں کو لے کر اٹلی گیا تو اُس کی سادگی و تعلیم دیکھ کر لوگوں کی آنکھوں میں خُداوند یسُوع مسیح اور اُس کے شاگردوں کی گلیلی خدمت کی تصویر و نظارہ گھومنے لگا۔ یہ دیکھکر پوپ انوسینٹ نے اُن کے ضابطہ کو منظور کر لیا۔ چنانچہ یہ جماعت فرانسسکن کہلانے لگی۔

۱۲۱۹ء میں فرانسس نے اپنے شاگردوں کو ساتھ لے کر مسلمانوں کو بشارت دینے کے لئے عزم سفر کیا۔ سلطان غازی صلاح الدین مصر پر فرمانروا تھا۔ صرف ایک ہی صورت مصر میں جانے کی تھی اور وہ یہ کہ صلیبی مہم میں شامل ہوں۔ سو یہ سب صلیبی فوج میں بھرتی ہو گئے اور رہنماؤں نے انہیں پانچویں صلیبی جنگ کے لئے مصر کی سرحد پر لا پھینکا چنانچہ یہ اپنی صلیبی فوج سے خفیہ بھاگ گئے اور سارسانی خیموں کی طرف رُخ کیا۔ تند مزاج سرحدی چوکیداروں نے انہیں پکڑا اور مارتے پیٹتے ہوئے صلاح الدین کے پاس لے گئے۔ تب فرانسس نے رُوح القُدس سے معمُور ہو کر یہ زبُور پڑھا۔

"خُداوند میرا چوپان ہے مجھے کمی نہ ہوگی۔ وُہ مجھے ہری ہری چراگاہوں میں بٹھاتا ہے۔ وُہ مجھے راحت کے چشموں کے پاس لے جاتا ہے۔ وُہ میری جان کو بحال کرتا ہے۔ وُہ مجھے اپنے نام کی خاطر صداقت کی راہوں پر لے چلتا ہے، بلکہ خواہ موت کے سایہ کی وادی میں سے میرا گزر ہو میں کسی بلا سے نہیں ڈرُوں گا، کیونکہ تُو میرے ساتھ ہے۔ تیرے عصا اور تیری لاٹھی سے مجھے تسلی ہے۔ تُو میرے دشمنوں کے رُوبرُو میرے آگے دستر خوان بچھاتا ہے۔ تُو نے میرے سر پر تیل ملا ہے۔ میرا پیالہ لبریز ہوتا ہے۔ یقیناً بھلائی اور رحمت عمر بھر میرے ساتھ ساتھ رہے گی، اور میں ہمیشہ خُداوند کے گھر میں سکونت کرُوں گا۔"

اِس کے بعد وُہ یُوں گویا ہُوا:۔ "ہم مسیحی ہیں اور ہمیں کسی نے نہیں بلکہ خُدا نے بھیجا ہے کہ آپ کو اور آپ کی رعیت کو خُداوند کی محبّت کا پیغام دیں۔" اور بلند آواز میں سلطان سے کہا۔

"دیکھو یہ کتنی عجیب بات ہے کہ آسمان سے نُور نے دیکھا کہ تاریکی وظلمت ہے۔ تب اُس نے کہا میں کدھر جاؤں۔ آسمان سے اطمینان

نے دیکھا کہ نیچے جنگ ہی جنگ ہے۔ تب اُس نے کہا میں کدھر جاؤں؟ محبت نے آسمان سے دیکھا کہ نیچے نفرت و دشمنی ہے۔ تب محبت نے کہا میں کدھر جاؤں؟ لیکن باوجود مشکلات کے نور، اطمینان اور محبت اپنے ساتھ حیات ابدی لائے اور وہ حیاتِ ابدی کلمتہ اللہ مجسم ہوا اور ہمارے درمیان رہا۔ اور جتنوں نے اُسے قبول کیا اُس نے اُنہیں خُدا کے فرزند بننے کا حق بخشا یعنی جو اُس کے نام پر ایمان لاتے ہیں۔ وہ نہ خون سے نہ جسم کی خواہش سے نہ انسان کے ارادہ سے بلکہ خُدا سے پیدا ہوئے۔ یہی خُدا کا برّہ ہے جو دُنیا کا گناہ اُٹھا لے جاتا ہے۔ کیونکہ خُدا نے دُنیا سے ایسی محبت رکھی کہ اُس نے اپنا اکلوتا بیٹا بخش دیا تاکہ جو کوئی اُس پر ایمان لائے ہلاک نہ ہو بلکہ ہمیشہ کی زندگی پائے۔ کیونکہ خُدا نے بیٹے کو دُنیا میں اس لئے نہیں بھیجا کہ دُنیا پر سزا کا حکم کرے بلکہ اِس لئے کہ دُنیا اُس کے وسیلہ سے نجات پائے۔ جو اُس پر ایمان لاتا ہے اُس پر سزا کا حکم نہیں ہوتا اور جو اُس پر ایمان نہیں لاتا اُس پر سزا کا حکم ہو چکا اِس لئے کہ وہ خُدا کے اکلوتے بیٹے کے نام پر ایمان نہیں لایا اور سزا کے حکم کا سبب یہ ہے کہ نور دُنیا میں آیا۔ اور آدمیوں نے تاریکی کو نور سے زیادہ پسند کیا، اِس لئے کہ اُن کے کام بُرے تھے۔ کیونکہ جو کوئی بدی کرتا ہے وہ نور سے دشمنی رکھتا ہے اور نور کے پاس نہیں آتا ایسا نہ ہو کہ اُس کے کاموں پر ملامت کی جائے مگر جو سچائی پر عمل کرتا ہے وہ نور کے پاس آتا ہے تاکہ اُس کے کام ظاہر ہوں کہ وہ خُدا میں کئے گئے ہیں۔"

سلطانِ مصر فرانسس کی والہانہ تقریر اور جوش و ولولے دیکھ کر حیران ہوا۔ اُس نے حکم دیا کہ کچھ انعام دے کر اُسے رخصت کیا جائے لیکن فرانسس نے کہا میں انعام لینے نہیں بلکہ بشارت کی شہادت دینے اور شہید ہونے آیا ہوں۔ تب سلطان مصر کانپ اٹھا اور کہا کہ اِس شخص کو آزادی ہے کہ میرے علاقہ میں بشارت دے۔ کئی ماہ تک بلاخوف خدمت کرتا رہا لیکن جب کوئی پھل نظر نہ آیا تو روح القدس کی ہدایت سے

واپس اٹلی آگیا۔

ضابطۂ فرانسسکن کی تعداد ہزارہا تک پہنچ گئی اور تمام یورپ اِس ضابطہ کی لپیٹ میں آگیا۔ فرانسسکن کا یہ اثر تھا کہ جس شہر یا گاؤں میں یہ داخل ہو جاتے وہاں دشمن دشمنی کرنا اور تاجر سود لینا چھوڑ کر برادریت میں متحد ہو جاتے تھے۔ آسیسی کے کیتھڈرل میں ایک دفعہ فرانسس وعظ کر رہا تھا تو صاحبِ ثروت خاندان کی لڑکی بنام چیرادی صیفی (مقدّس کلارا) پر بے اندازہ اثر ہُوا۔ اُس لرزہ براندام ہو کر گھر کو چھوڑ دیا اور غربت و ریاضت کی زندگی بسر کرنی شروع کی۔ گرجہ میں عہد و پیمان کر کے خاتونِ غربت (LADY OF POVERTY) کے کپڑے پہن لیئے۔ اس کیلئے علیحدہ گھر تعمیر کیا گیا۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں دیگر مستورات بھی اُس کی شریک ریاضت ہو گئیں اور آخرکار اُنہوں نے اپنا جائے قیام مقدّس ڈومین کے گرجے کے احاطہ میں بنا لیا۔ یوں ایک نئے مستوراتی ضابطہ کی بنا پڑ گئی۔

فرانسسکن کا تیسرا ضابطہ بھی تھا جس میں مرد و عورت اپنے خاندان میں رہ کر فرانسسکن طریقہ کو اپناتے تھے۔ وُہ دُنیوی مال و منال نہیں چھوڑتے تھے، مگر اُن کی رہائش۔ پوشاک اور خوراک سادہ تھی۔ وُہ غریبوں اور بیماروں کی نگہداشت کرتے تھے۔ وُہ اسلحہ اُٹھانے اور جنگ میں شریک ہونے سے گریز کرتے تھے۔ وُہ اطمینان۔ محبت اور دُعا کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اِس ضابطہ میں کئی مشہور آدمی ہو گزرے ہیں۔ مثلاً۔ دبیتے ؔ گیاٹو۔ شاہ لوئس فرانس اور کرسٹوفر کولمبس۔ اِسی ضابطہ نے تبلیغ مشنری پیدا کیئے۔ جیسا کہ ریمان لُلی یعنی افریقہ کا رسُول جسے مسیح مصلوب نظر آیا اور وُہ اپنا سب کچھ چھوڑ کر اُس کے پیچھے ہو لیا۔

فرانسسکن ضابطہ میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا۔ آخرکار کثرت تعداد کی وجہ سے ضابطہ نرم اور ڈھیلہ ہو گیا۔ کیونکہ اتنے افراد کے طعام و رہائش کا بندوبست آسان کام نہ تھا۔ مرکز مُبتدیان ویران ہو گیا۔ فرائر کھانے کی بجائے روپیہ لینے لگے۔ ضابطہ میں انقلاب آگیا۔ فرانسس علم و ادب کے خلاف تھا۔ اُس کا خیال تھا کہ علم کی کثرت انسان کو خدا سے دُور کر دیتی ہے اور تعلیم کی وجہ سے کتب کا خریدنا اور رکھنا ضروری تو ہے، لیکن یُو خاتونِ غربت" کے خلاف ہے تو بھی بخلاف اِس کے ضابطہ میں تعلیم یافتہ اور

علم دوست لوگ شامل ہو گئے لہٰذا مدرسہ قائم ہو گیا۔
فرانسس کے آخری ایام پُر درد اور غمناک تھے کیونکہ اُس نے دیکھا کہ فراریوں نے "خاتونِ غربت" کی پیروی چھوڑ دی ہے۔ فرانسس نے انقلابی ضابطہ سے علیحدگی اختیار کر لی اور برادر ایلیاس نے انقلابی ضابطہ کی پاسبانی کی۔ اس کی طبیعت فرانسس کے مزاج کے برعکس تھی۔ یہ مضبوط، جفاکش اور خاموش طبع انسان تھا اور باوجودیکہ وُہ فرانسس کے وقتِ نزع تک بھی تیمار داری اور خدمت کرتا رہا لیکن افسوس ہے کہ وُہ اُسے سمجھ نہ سکا کیونکہ وُہ یہ چاہتا تھا کہ یہ ضابطہ لاثانی اور عالمگیر ضابطہ بن جائے۔ اسی مقصد کی وجہ سے اُس نے "خاتونِ غربت" کے تصوّر کی بیخ کنی کی۔ برادر ایلیاس "مست قلندروں" سے علیحدہ ہو گیا۔ وُہ ضابطہ اور قانون کا حامی تھا۔ دستورِ روزہ و ریاضت کو انتہائی منزل پر پہنچا دیا۔ فرانسس کا طرز یہ تھا کہ جب کسی کے ہاں جاؤ تو اُس کے دستور و قاعدہ کے مطابق کھاؤ پیو اور ریاضت کے اصول استعمال نہ کرو۔ سو فرانسس کی زندگی کے آخری دن ان تبدیلیوں کو دیکھ کر دُکھ سے بھر گئے لیکن آخری ایام میں اُس کا چہرہ ہشاش بشاش نظر آنے لگا کیونکہ اُس کی زندگی میں عجیب واقعہ وقوع میں آیا۔ ایک دفعہ لُوما نا کے خوبصورت و خوش منظر پہاڑ پر اس نے کئی ہفتے دُعا و ذکر میں گزارے تب خُداوند کے ساتھ مصلوبیت میں رفاقت رکھنے کی وجہ سے خُداوند یسوع کی اذیّت کے "پانچ نشان" اُس کے جسم پر نمودار ہو گئے۔ اُس کے ہاتھ، پاؤں پر میخوں کے نشان تھے اور پسلی میں تازہ زخم تھا، جو بہتا رہتا تھا۔ آخر کار ۱۲۲۶ء میں یہ خداوند میں سو گیا۔
اِس کی موت کے بعد فرانسسکن ضابطہ میں تفرقہ پیدا ہو گیا، جو برادر ایلیاس کے دستور یہ کو مانتے اور "خاتونِ غربت" سے نفرت کرتے تھے وُہ "راہبی فرانسسکن" کہلائے لیکن جو مقدس فرانسس کے طرز عمل کے پیروکار تھے وُہ "اہلِ نظر فرانسسکن" کہلاتے تھے۔ ہر ضابطہ انحطاطی منازل پر اُتر آیا۔ فرائر شست اور بے شرم گداگر بن گئے، کیونکہ اِن میں تن آسانی تھی لیکن "راہبی فرانسسکن" ضابطہ ابھی تک قائم ہے۔ وُہ جرمنی اور اٹلی میں مدرسوں اور یتیم خانوں کے وسیلے سے خدمت کر رہا ہے اور دُنیا کی تاریک اور مشکل جگہوں میں تبلیغی خدمت میں پیش پیش ہے۔

خداوند کے چوکیدار سگ
THE LORDS WATCH DOGS

پوپ انوسینٹ کے زمانہ نے ایک اور مصلح و مبلغ مقدس ڈومینک (DOMINIC) کو بھی پیدا کیا۔ یہ ہسپانوی راہب تھا جو جوشیلا۔ نڈر اور زبردست مبلغ تھا۔ دس برس اس نے غربت۔ سادگی اور برہنہ پا گزارے وہ کبھی گرجے کے صحن میں اور کبھی لبِ سڑک سو رہتا تھا۔ اس کی ریاضت۔ سادگی اور تعلیمی پختگی اور فصاحت نے گاؤں قصبوں اور شہروں کے عوام کو مرعوب کر لیا۔ ۱۲۱۵ء میں البیجینز کے خلاف بشارتی مہم کے لئے پوپ نے اُسے بھیجا کیونکہ اس کا عقیدہ تھا کہ "بدعت مسیحی تعلیم کے وسیلہ سے رد کی جا سکتی ہے۔ اور راستی کی منادی جھوٹ اور افترا کی بنیادوں کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکتی ہے" سو یہ فرانس میں بشارت دیتا پھرا۔

البیجینز (ALBIGENSES) کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ مستورات کو تعلیم دیتے تھے۔ تاکہ اُن کے وسیلہ سے بچوں میں تعلیم داخل ہو۔ اُنہوں نے کانونٹ (CONVENTS) قائم کئے اور اُمرا و عوام نے اپنی لڑکیوں کو تعلیم کے لئے ان میں بھیجنا شروع کیا۔ اس خصوصیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مقدس ڈومینک نے پروئے (PROUILLE) کے مقام پر باکرات کے لئے ۱۲۰۶ء میں اپنا پہلا راہب خانہ تعمیر کیا اور لڑکیوں کو تعلیم دینی شروع کی۔ عمر رسیدہ مستورات کی پناہ گاہ بنائی اور بدعت کی روک تھام کے لئے رضاکار پیدا کئے۔ جنہیں لینگوڈاک کی بشارتی مہم میں اپنے ساتھ ساتھ رکھا۔ ۱۲۱۵ء میں تولوسی کے مقام میں اس ضابطہ کو منظم کر کے پوپ سے منظوری لے لی۔ سو یہ ڈومینیکن فرقہ کہلایا۔ مقدس ڈومینک کے دل میں مقدس فرانسس کی بہت قدر تھی۔ ایک دفعہ روما میں یہ ملاقی ہوئے اور ڈومینک نے التجا کی کہ فرانسس اپنا کمربند اسے دے دے جو منظور ہوئی۔ یہ مقدس فرانسس کا کمربند ہر وقت اُس کی یاد میں باندھے رہتا تھا۔ اُس نے "خاتونِ غربت" کی پیروی کی۔ ۱۲۲۱ء میں یہ خداوند میں سو گیا۔ اس وقت تک یہ ضابطہ اٹلی۔ سپین۔ جرمنی اور ہنگری میں پھیل چکا تھا۔

انگلستان میں ڈومینک فرائر بشارت کے لئے گئے۔ آرچ بشپ لانگٹن نے اُنہیں شرفِ قبولیت بخشا اور اُنہوں نے آکسفورڈ میں راہب خانہ قائم کیا۔

اور دُوسرا ڈارٹ فورڈ میں ۱۲۲۴ء میں فرانسسکن بھی انگلستان میں بشارت کرنے کے لئے وارد ہُوئے۔ یہ تعداد میں کُل نو افراد تھے۔ چار خادمانِ دین اور پانچ عوام تھے۔ ڈیکن برادر ایگنیلس پیسا رہبر و راہنما تھا۔ ان میں چار انگریز مبشر تھے جن میں ولیم ڈوننگیم بھی مشہور عالم تھا۔ ۱۲۳۰ء میں اِن کے راہب خانے کنٹربری لندن۔ آکسفورڈ۔ نارتھمٹن۔ نارِوچ۔ وُرسسٹر۔ ہیرفورڈ۔ سیلسبری۔ لِنکن۔ لیسٹر لِنکن اور گلوسسٹر میں قائم ہو گئے۔ دس سال کے عرصہ میں اِن کے علاوہ اور بیس راہب خانے بھی قائم کئے۔ سرکارِ عالیہ نے غیر مستعمل سرکاری زمین اُن کی تحویل میں دے دی اور سادہ گھر بنا کر بسر اوقات کرتے رہے۔

ڈومینک فرائر چُونکہ بدعت کو سُونگھ لینے اور ہر طرح سے اُسے دُور کرنے کے درپے رہتے تھے، بدیں وجہ "چوکیدار سگِ خُداوند" کہلاتے تھے۔ اُن کی پوشاک سفید لمبا چوغہ اور سفید موزے تھے۔ جب یہ سفر کرتے تھے تو سفید چوغہ کے اوپر کالا لبادہ پہن لیتے تھے۔ اس لئے یہ "صوفی برادر" بھی کہلانے لگے۔

فرانسس کے ضابطہ کی مانند یہ فرقہ بھی تین حصّوں میں منقسم تھا۔

(۱) فرائر (۲) نن (۳) عوام۔

بعض کانونٹ میں اور بعض اپنے گھر میں دستورِ ڈومینک کو اپناتے تھے۔ مقدس ڈومینک کو اپنی زندگی میں غیر مذاہب میں خدمت کرنے کا موقع نہ ملا لیکن اُسکے پیروکار تبلیغی جوش سے معمور تھے۔

۱۲۳۵ء میں ایک گروہ "رمتے فرائر" بنا جو غیر مذاہب میں بشارتی خدمت کرتا تھا۔ اِس کے بیس سال بعد "چوکیدار سگِ خُداوند" کا جتھا نمودار ہوا۔ اور اُنہوں نے سارسانیوں۔ تاتاریوں۔ ہندوستانیوں اور ہسپانیہ کے غیر مسیحی مورز میں بشارتی مہم جاری کی۔ اور ۱۳۸۰ء میں وُہ گرین لینڈ تک پہنچ گئے۔

فرانسسکن ضابطہ سے اِس ضابطہ کی مماثلت وغیرہ بھی بعض اصولات میں تھی۔ دونوں اندرونی پاکیزگی پہ زور دیتے تھے اور بیرونی رسُوم سے بے نیاز تھے یہ چاہتے تھے کہ مرد و عورت پاکیزہ زندگی پاکیزہ ماحول میں بسر کریں۔ ابتدائی فرانسسکن ناخواندہ تھے اور وُہ اِس ناخواندگی کو بہتر سمجھتے تھے۔ ڈومینکن عالم اور

مسائلِ دین میں سدِ سکندری تھے یعنی علم دوست تھے اور بحث و تمحیص میں لطف حاصل کرتے تھے۔

اِس ضابطہ کا مشہور مبلغ تھامس اکوائنس جو ۱۲۲۶ء تا ۱۲۷۴ء میں ہو گزرا ہے۔ اس کی زبردست تصنیف "سُوما تھیولاجیا" سوال و جواب کی طرز میں مسیحی تعلیم کی آئینہ دار ہے۔ آج تک یہ کتاب رُومی علم الٰہیات کے مکتب میں درسی کتاب ہے۔

بارھواں باب

پوپیت کا زوال اور نفاقِ عظیم

(THE DECLINE OF PAPACY AND THE GREAT SCHISM)

تیرھویں صدی میں پوپ بونیفس ہشتم (BONIFACE VIII) (۱۲۹۴ء-۱۳۰۳ء) نے گریگوری ہفتم اور انوسینٹ سوم (INNOCENT III) کی مانند وسیع اختیاراتِ پاپائیت کا اعلان کیا اور ایک فرمان بنام یونم سینکٹم (UNAM SANCTAM) میں ظاہر کیا کہ مسیحی عقیدہ یہ سکھاتا ہے کہ پاک رسُولی کلیسیا کا سر مسیح ہے اور مقدس پطرس اُس کا خلیفہ ہے جس کے ہاتھ میں دو تلواریں جسمانی اور رُوحانی ہیں۔ یسوع خداوند نے کہا تھا کہ جس کے پاس تلوار نہ ہو وُہ اپنی پوشاک بیچ کر تلوار خرید لے کیونکہ جو مجھ سے نسبت رکھتا ہے وُہ پورا ہونا ضرور ہے۔ تب اُنہوں نے کہا اے خداوند دیکھ یہاں دو تلواریں ہیں۔ اُس نے اُن سے کہا۔ بہت ہیں (لوقا ۲۲: ۳۶-۳۸) سو صاف ظاہر ہے کہ کلیسیا میں دونوں طاقتیں جسمانی اور رُوحانی موجود ہیں۔ جسمانی اختیار کلیسیائی حفاظت و دفاع اور رُوحانی اختیار کلیسیائی بشارت و تشہیر کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ رُوحانی اختیار کے مختار خادم الدین ہیں اور جسمانی اختیار شاہان اور نوابوں کے ذریعہ سے خادم الدین کے

فرمان اور ایما پر عمل میں لایا جا سکتا ہے۔ دُنیوی اختیار کو رُوحانی قوت کے تابع فرمان ہونا چاہیئے۔ کیونکہ حقانیت یہ ہے کہ رُوحانی قوت ہی جسمانی اختیار کو قائم کرتی ہے اور اگر دُنیوی حکومت درست راہ پر نہ ہو تو رُوحانی طاقت کا یہ ضروری کام ہے کہ وہ انصاف کرے اور دیکھے کہ اس میں کیا بدی و کمزوری ہے۔ اس لئے جب کوئی شخص رُوحانی اختیار کا جو خُدا کا قائم و مخصوص کردہ نظام ہے مقابلہ کرے وہ خُدا سے لڑتا ہے۔ اس لئے ہم فرمان جاری کرتے ہیں کہ بنی نوع انسان اگر نجات چاہتے ہیں تو رُومی پوپ کے تابع فرمان رہیں لیکن تس پر بھی کلیسیا کی رُوحانی و اخلاقی حالت دن بدن ابتر ہو رہی تھی۔ پوپ صاحبان کا اخلاقی کردار گر چکا تھا کیونکہ جوشِ اختیار کی بربری کشمکش میں بعض نااہل آدمی اِس عہدۂ اعلیٰ پر فائز ہو چکے تھے۔ مزید براں اتنے بلند رُتبہ کو قائم رکھنا وُہ کام تھا جو بنائے نہ بن سکتا تھا۔ بات بات میں وُہ شاہانِ زمانہ سے لڑ بیٹھتے اور قیمتی وقت کو جنگ و جدل کے مشغلہ میں شوق سے صرف کرتے تھے۔ بعض پوپ واقعی سیاست دان اور علم و ادب میں ماہر اُستاد تھے لیکن کیا اُن کا کردار مسیح خُداوند کی مانند تھا جس نے یہ فرمایا کہ جو تُم میں بڑا بننا چاہے وُہ سب کا غلام بنے؟ کلیسیا کا پوپ جس رُوحانی سرداری و ذمہ داری کا اعلان ببانگِ دہل کر رہا تھا وُہ ویٹیکن میں موجُود نہ تھی۔

بشپ صاحبان زُمرۂ رؤسا میں شمار ہوتے تھے کیونکہ وُہ وسیع قطعاتِ اراضی کے مالک تھے اور نظامِ تعلقہ داری کے صیغہ میں انہیں شاہِ زمان کو فوجی مدد دینی پڑتی تھی سو بعض جنگجُو و حریص بشپ صاحبان کلیسیا کے لئے لعنت کا باعث تھے۔ بعض بشپ رُوحانی فریضہ کو رُوحانی طریق پر عمل میں نہ لاتے تھے جب بشپ صاحب دورہ پر جاتا تو عموماً وُہ گھوڑے پر سوار ہو کر دورہ کیا کرتا تھا اور قُرب و جوار سے مستُورات اپنے بچوں کو اُٹھا کر مقررہ راہ پر لے آتی تھیں اور بشپ صاحب گھوڑے پر سے ہی اُن بچوں کے سر پر جو اُوپر کئے جاتے تھے ہاتھ رکھ کر مستحکم کر دیتا تھا، سوائے ایک بشپ ہیو آف لنکن کے جو مخصوص جگہ پر ہی مستحکم کیا کرتا تھا۔ بعض بشپ مشیرِ سلطنت اور عظیم عہدوں پر ممتاز تھے۔ اِس لئے وُہ دُنیوی طریق کو پسند کرتے تھے اور رُوحانیت کی ذمہ داریوں سے بے پرواہ تھے۔ اس پر طرہ یہ کہ مغفرت ناموں کی تجارت عام تھی جس کے باعث انسان بشپ صاحب کو گناہ کا

بدلی روپیہ دے کر سزا سے بری قرار دیا جاتا تھا گو کلیسیائی تعلیم مغفرت نامہ ہیں گناہ کے نتیجہ وارثہ کو معاف نہ کرتی تھی۔ تاہم عوام اس کو نہ سمجھتے تھے کیونکہ اعراف کا دُکھ ہر ایک کو برداشت کرنا ضروری تھا۔ لہٰذا مغفرت ناموں کی تجارت کے ساتھ ریاضت بطور تنبیہ جاری ہوئی تاکہ مغفرت نامہ کا خریدار زیارت، روزہ، بعض مزامیر کا اعادہ اور مقررہ رقم نذر کر کے گناہ کے اثر سے بچ جائے لیکن اربن دوم نے پہلی صلیبی مہم کے لئے مغفرت نامہ تقسیم کر کے ریاضت کی مطلوبہ مدّ کو اڑا دیا تب عوام نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ دھڑادھڑ مغفرت نامے خریدنے شروع کئے تاکہ اُن کے عزیزوں کی روحیں جو اعراف میں محبوس ہیں رہائی پائیں نتیجہ یہ نکلا کہ پوپی خزانہ معمور ہو گیا اور بشپلوں کو روپیہ کمانے کا حربہ ہاتھ لگا۔ کلیسیا بداخلاق بن گئی۔ کیونکہ گنہگاروں نے توبہ سے بے پرواہی کی خواہ وہ کتنے ہی بداخلاقی کے گناہ کے مرتکب ہوں اُنہیں دلیری تھی کہ وہ روپیہ کے عوض معاف ہو جائیں گے۔ بعض راہب بھی سُست ہو چکے تھے۔ رمتے فرائر بداخلاقی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ رسُوم کلیسیا کو عجیب رنگ میں پیش کیا جا رہا تھا جیسا کہ زیارت۔ مقدسین سے دعائیں۔ تبرکات کی پرستش وغیرہ جو کلیسیا میں اوہام پرستی کا موجب ہوئیں۔

کلیسیا میں نفس دُنفسی پڑنے کے سبب بدعات نے پیدا ہو کر مسیحی علم الٰہیات کی آبرو اتارنا شروع کی تب پوپ صاحب نے "کاتھری اور والڈنسیلز" بدعتیوں کو دفع کرنے کا طریق "تفتیش" جاری کیا تاکہ ہر آستین کے سانپ ہاتھوں لئے جائیں۔ جب بدعتی کلیسیا سے خارج کئے جاتے تھے تو حکومت عالیہ بالرضا یا بے رضا اُن سے حقوق شہریت چھین لیتی اور انہیں ملک بدری، املاک کی ضبطی اور بدنی سزا بھی دی جاتی تھی ۱۲۳۳ء میں طریق تفتیش نے نیا پہلو بدلا۔ انوسینٹ چہارم نے بدعتی افراد کو جلا کر ایذا رسانی کی آگ کو ہوا دی خصوصاً ڈومینیکن اور بعض فرانسسکن فرائر بدعتیوں کا پتہ لگانے میں سرغنہ تھے زیرِ تفتیش بدعتی لازماً مجرم قرار دیا جاتا تھا لیکن اگر کوئی بدعت کا اعلانیہ اقرار کرتا تو اُس کو توبہ کا موقع دیا جاتا تھا۔ اگر بدعتی چالاکی سے تفتیش کنندگان کو انگلیوں پہ نچاتا تو وہ دنیوی حکومت کے سپرد کیا جاتا تھا تاکہ آگ سے اُس کا اظہار ہو اور وہ ختم کر دیا جائے۔ اس ناری تفتیش نے دنیوی حاکموں کو پوپیت کے اس شرمناک فعل سے متنفر کر دیا تھا۔ وہ بنی نوع انسان کو آگ سے جلانے میں خوش نہ تھے لیکن کیا کرتے۔ وہ پاپائیت

کے سامنے اپنی آنکھ نہ اٹھا سکتے تھے مگر دل ہی دل میں آنسو پی رہے تھے۔

پوپ بونیفس ہشتم انگلستان کے شاہ ایڈورڈ اوّل اور فرانس کے شاہ فلپ چہارم سے خفا ہو گیا، یہ خفگی نقصان دہ ثابت ہوئی کیونکہ اگر ذرا ہوش سے کام لیا جاتا تو فرانس میں انگریزی وراثت پر ایک دوسرے کو حاسد کے طور پر استعمال کیا جا سکتا تھا لیکن دونوں پوپ سے متنفّر تھے۔ اس لئے جب ۱۲۹۶ء میں پوپ نے حکم نافذ کیا کہ خدام الدین سرکار عالیہ کو محاملہ و لگان نہ دیں، تو ایڈورڈ اوّل نے تمام خدّام دین کو جو روپے کی ادائیگی میں عذر کرتے تھے ملک سے باہر نکال دیا۔ شاہ فرانس نے حکم جاری کیا کہ فرانس کا روپیہ فرانس سے باہر نہیں جا سکتا اور یوں وہ نذر و نیاز جو رُوما میں پوپ کے ہاں پہنچتی تھی بند ہو گئی۔ دونوں شاہانِ سلطنت ایک ہی راہ پر گامزن تھے سو پوپ بونیفس نے سکاٹ لینڈ کو نظام تعلّقہ داری میں لیا اور ایڈورڈ اوّل کو تنبیہ کی کہ وہ سکاٹ لینڈ پر یورش نہ کرے۔ یہ سنتے ہی ایڈورڈ اوّل نے لنکن میں دستور ساز انجمن کو بلایا جس نے پوپ کے تنبیہ نامہ پر شد و مد سے غور کرتے ہوئے فیصلہ کیا کہ پوپ کو مطلقاً جواب نہ دیا جائے۔ پوپ کے تعلّقات شاہ ایڈورڈ اور فلپ سے روز بروز بگڑتے گئے۔ پوپ نے ۱۳۰۲ء میں یونم سینکٹم کے ذریعہ سے حقوق پوپیت کا اظہار کیا۔ یہ سنتے ہی شاہ فلپ نے اپنے خادم نوگرٹ کو بھیجا کہ وہ پوپ بونیفس کو حراست میں لے لیوے سو نوگرٹ نے خاندان کولونا (COLONNA) کے سردار کے ساتھ مل کر پوپ بونیفس کو آنا گنی میں جا دبایا۔ ڈیٹکن محل تاخت و تاراج کیا گیا۔ سردار کلونا نے پوپ بونیفس کو جان سے مارنے کی دھمکی دی اور تین دن حوالات میں رکھا جس کے بعد وہ ندامت کی وجہ سے ایک ماہ کے اندر ویٹکن محل ہی میں حراست و قید کی حالت میں مر گیا۔ پوپ بونیفس کے جانشین نے چاہا کہ شاہ فلپ سے صلح کرے لیکن جب پوپ نے آنا گنی میں فتنہ بپا کرنے والوں کو مجرم گردانا تو موجودہ پوپ کو فرانسیسی زہر کے وسیلہ سے ایک ماہ کے اندر ہی ختم کر دیا گیا۔ پھر گیارہ ماہ تک کوئی جانشین مقرر نہ ہو سکا۔ تب فرانسیسی بادشاہ پوپیت کو اپنی جیب میں ڈال کر ادینوان میں لے آئے اور بہتر برس یعنی ۱۳۰۵–۱۳۷۷ء تک پوپیت کو رُوما سے ختم کر دیا اور مقدّس پطرس کی گدی کو ادینوان میں منتقل کیا۔ یہ زمانہ پوپیت "بابلی اسیری" کا زمانہ کہلاتا ہے۔ اس بابلی اسیری کا آغاز ۱۳۰۵ء میں ہوا۔

جب شاہ فلپ نے فرانسیسی شخص کلیمنٹ پنجم کو پوپیت کے لئے منتخب کیا تو پوپیت فرانسیسی بادشاہوں کے تابع فرمان ہوگئی۔ جو پوپ صاحبان اس اسیری کے زمانہ میں بنے وُہ درج ذیل ہیں:-

کلیمنٹ پنجم ۱۳۰۵ء

جان بست ودوم ۱۳۱۶ء

بینڈکٹ دوازدہم ۱۳۳۴ء

کلیمنٹ ششم ۱۳۴۲ء

انوسینٹ ششم ۱۳۵۲ء

اربن پنجم ۱۳۶۲ء

گریگوری یازدہم ۱۳۷۰ء

کلیمنٹ پنجم گاسکن نواب شاہ ایڈورڈ اوّل کی رعیت سے تھا جس کو شاہ فلپ اپنے ہمراہ فرانس میں لے آیا تھا۔ کارڈینل نے اپنی حکمتِ عملی میں اس کو مخالفِ فرانس سمجھتے ہوئے چن لیا۔ رسم تقدس و مسند نشینی لاٹنز میں ہوئی۔ بارہ کارڈینل منتخب کئے گئے جن میں سے ایک انگلستانی تھا۔ کلیمنٹ پنجم کبھی اٹلی میں داخل نہ ہوا تھا۔ اس نے اویغون کو پسند کیا اور شاہ فلپ کے ایماء پر انہتر[۶۹] راہبانہ سپاہیوں کی جاگیر و وراثت کو شاہ فلپ کے لالچ کے مذبح پر قربان کر دیا اور انہیں مشرقی بدعتیوں سے نسبت دیکر بمعہ پیرا ہب سپردِ آگ کر دیا۔ یوں شاہ فلپ سے وابستگی کر کے کلیمنٹ پنجم نے پوپ بونیفس کے معذرت نامہ کو ۱۳۱۱ء میں "ویانہ" کی کونسل میں پیش کیا اور پوپ بونیفس کو بری الذمہ قرار دیا گیا۔

اویغون میں پوپی مرکز کی تبدیلی کلیسیا رُوم کے لئے غم و رنج کا باعث تھی۔ یہ رُوحانی بابلی اسیری تھی کیونکہ رُوم مقدس پطرس کی آمد۔ قیام و قبر کا دعویدار تھا اور اُسے خلیفۃ المسیح مانتا تھا۔ یہ بین الاقوامی تجارتی شہر ہونے کے باعث بھی مرکزی حیثیت کا مالک تھا اور مزید خصوصیت یہ تھی کہ پاپائے رُوم کا محبوب شہر تھا۔ اس لئے انتقالِ مرکز شاق گزرا۔ تس پر بھی مرکز میں تبدیلی ضروری تھی کیونکہ رُومی نواب آپس میں لڑتے رہتے تھے۔ وُہ کسی بادشاہ کا رُعب و دباؤ قبول نہ کرتے تھے۔ ان حالات میں رُوم میں رہنا خطرہ سے خالی نہ تھا۔ تو بھی اویغون میں رہائش سے انگلستان کے دل پر چوٹ لگی کیونکہ اویغون میں انگلستانی خدام الدین کی

گذارشات جن پر بادشاہ کی بھی سفارش ہوتی تھی قابل توجہ نہ سمجھی جاتی تھیں۔ ہر جگہ فرانسیسی کارڈینل اور خدام الدین نظر آنے لگے۔ ہنری سوم کے زمانہ میں "تحریک مخالفت پوپ" کی وجہ محض روپیہ تھا لیکن اب مخالفت نے سیاسی رنگ اختیار کر لیا اور یہ محسوس کیا گیا کہ وُہ روپیہ جو پوپ نذرو نیاز میں فرانس بھیجا جاتا ہے اُس سے فرانس سیاسی فائدہ اُٹھا رہا ہے۔ اس لئے ۱۳۵۱ء میں پارلیمنٹ نے "قانون رسد" (SATUTE OF PROVISORS) منظور کیا تاکہ ترسیل رسد بند کی جائے اور ۱۳۵۳ء میں "امتناعی قانون جواب طلبی" (SATUTE OF PRAEMUNIRE) منظور کیا تاکہ انگلستان کسی امر میں پوپ کے حضور جواب دہ نہ ہو سکے اور یوں پوپیت سے علیحدگی کے جواز کو مکمل کر لیا۔ آخر کار رُومی پوپ سے آخری گذارش کرنا بھی بند کر دی۔ گو یہ تمام قوانین دیر پا نہ رہے لیکن اُنہوں نے وکلیف کے لئے شمعِ ہدایت کا کام دیا۔ وکلیف رُوحانی اصلاحات کا دلدادہ تھا۔ اُس نے تین مختلف طریق سے فرانس کے مفاد کی مخالفت کی :۔

۱۔ شاہ جان نے وعدہ کردہ جزیہ کو ناجائز قرار دیا۔

۲۔ پوپی رسد کی مخالفت کی۔

۳۔ جاگیرِ کلیسیا کی ضبطی کی حمایت کی اور سلطنت پر بوجھ ڈالا کہ وُہ کلیسیا کی متحمل ہو۔ کلیسیا کی وراثت کا ضبط کر لینا انگلستان کے لئے مفید ثابت ہُوا کیونکہ اُنہیں فرانس کے خلاف جنگ میں روپیہ درکار تھا سو انگلستان میں کلونی کے راہب خانہ سے متعلق تمام جاگیریں جن پر غیر ملکی ناظم تھے ضبط کر کے راہب خانے بند کر دیئے گئے۔

اویئون ۱۳۱۶ء تا ۱۳۳۴ء جان بست و دوم پوپ منتخب ہُوا یہ فرانس کے شاہی خاندان انجو (ANJOU) سے جو نیپلز (NAPLES) پر حکمران تھا متعلق تھا۔ یہ خاندان اٹلی کے اُمرا کے خلاف تھا۔ سو ۱۳۲۷ء اس نے لوئیس آف باوریا کو معزول کر دیا تب پوپ اور شاہ کے درمیان طویل جنگ جاری ہوئی جو ۱۳۴۷ء میں شاہ لوئیس کی موت کے ساتھ ختم ہوئی۔ یہ جنگ خط وکتابت کی تھی جس میں وکیل مارسلو نے بادی ودیو کی سلطنت کے حقوق کی حفاظت کی۔ پوپ جان بست و دوم بہت لائق پوپ تھا۔ اس نے نظامِ کلیسیا میں کافی تبدیلیاں کر دیں اور اپنی سادہ و درریاضت کش زندگی کی وجہ سے ملک صدیق کہلانے لگا۔ اس کے بعد زمانۂ اویئون میں بینیڈکٹ دوازدہم ۱۳۳۴ء۔ کلیمنٹ ششم ۱۳۴۲ء انوسنٹ ششم ۱۳۵۲ء اربن پنجم ۱۳۶۲ء۔ گریگوری یازدہم ۱۳۷۰ء

اوینون میں اور رُوم میں اربن ششم ۱۳۷۸ء - بونیفس نہم ۱۳۸۹ء انوسنٹ ہفتم ۱۴۰۴ء - گریگوری دوازدہم ۱۴۰۶ء - ایلگزینڈر پنجم ۱۴۰۹ء اور جان بست و سوم ۱۴۱۰ء میں پوپ بنے لیکن یہ قابلِ ذکر نہیں ہیں سوائے انوسنٹ ششم کے جس نے ۱۳۵۶ء میں "سنہرا فرمان" جاری کیا - جبکہ شاہ چارلس چہارم نے ایک مسودہ تیار کیا کہ شاہ کی نامزدگی کے لئے صرف سات افراد منتخب ہوں اور یہ مجلس عاملہ شاہ کی نامزدگی کے لئے کافی متصور ہو - لیکن چونکہ پوپ سے منظوری کی شرط اس مسودہ میں نہ تھی اس لئے سنہرے فرمان کے ذریعہ پوپ نے اعتراض کیا لیکن شاہ چارلس نے کلیسائی جاگیرو وراثت کی ضبطی کا خوف پیدا کر کے پوپ کو خاموش کر دیا -

اوینون میں پوپیت کا اثر منتظمانہ تھا کیونکہ رُوم مرکزِ قانون، گذارش اور انتظام و انصرام رہ چکا تھا اوینون نے دستورِ سابقہ کو اپنانا ضروری سمجھا - پوپیت کے قیام و کلیسائی انتظام کے لئے نئے ٹیکس لگائے گئے - اندرخانہ جنگی تھی - باہر صلیبی مہمات کا جوش و خروش - ادھر تبدیلیٔ مرکز - تعمیرِ محلات - اور جدید دارالعلوم نے خرچ پر خرچ سے ناطقۂ حیات تنگ کر رکھا تھا - لہٰذا مختلف طریقے اختیار کئے گئے - تاکہ فاضل اخراجات کے کفیل ہو سکیں -

۱- پاسبانوں پر ٹیکس لگایا گیا -

۲- پوپ و بشپ کے دورہ کا خرچ مقرر کیا گیا خواہ وہ سفر پر جائے یا نہ جائے -

۳- خادمانِ دین اور بشپ صاحبان کی جاگیر پر وہ یکی لینی منظور ہوئی -

۴- اینیٹ یسال کا پہلا شکرانہ -

۵- حصولِ عہدہ کا شکرانہ -

۶- عمومیت تجارتِ مغفرت نامہ -

اوینون میں پوپیت کا نتیجہ زیادہ غربت و افلاس ہوا - کیونکہ فرانس کی صد سالہ جنگ اور خانہ جنگی نے پہلے ہی راہب خانوں کو برباد کر کے بعض راہبوں کو غاروں اور جھونپڑیوں میں بداخلاقی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا تھا - پوپ بنیڈکٹ دوازدہم نے ۱۳۳۶ء میں "فرمان بنیڈکٹ" جاری کیا تاکہ صوفی برادروں میں اصلاح ہو اور انہیں

ترغیب دی کہ وُہ راہب خانے تعمیر کر کے تعلیم و تربیّت کے سلسلہ کو جاری کر دیں۔ تاکہ لوگ دار العلوم میں بھیجے جائیں نیز بدعات کو بذریعہ تفتیش دُور کرنے کی کوشش کی گئی اور مختلف طریق سے خدام الدین کی اصلاح کی تجویز کی گئی اور قرار پایا کہ کلیسائی غور و خوض کے لئے جماعتی مجلس ہُوا کرے۔ خادم الدین مقررہ حلقہ میں ہی سکونت پذیر رہے۔ چونکہ پوپ بینیڈکٹ دوازدہم اپنی سخت طبیعت میں بمثل نیرو تھا اس لئے اُس کی اصلاحات جڑ نہ پکڑ سکیں اور منسوخ قرار دی گئیں۔

کلیسیا میں مرکزی یک جہتی و فراہمی روپیہ کی کاوشس ہنری ہفتم سے جاری ہُوئی اور مابعد بھی جاری رہی کیونکہ پوپ کا براہِ راست تعلّق نہ صرف پادریانہ املاک سے تھا بلکہ اب راہب خانوں اور دار العلوم سے ناظم اعلیٰ کی وجہ سے ہو گیا تھا۔ وُہ الٰہیات کی ڈگریاں دیتا۔ اور ڈگری یافتہ کی نگہبانی کرتا رہتا تھا۔ تاکہ اگر کبھی اُن کے خیالات میں بدعت پائی جائے تو زیرِ عتاب لائے جائیں۔ مذہبی ضابطے پوپ کو اپنا سرپرست مانتے تھے اور پوپی دربار سے ضابطوں کا خاص الخاص لگاؤ تھا۔ اس لئے ان ضابطوں کا ایک خصوصی نمایندہ فرائرہ پوپی دربار میں ہر وقت رہتا تھا تاکہ پوپ و فرائر ایک دوسرے سے آگاہ رہیں او بنیون کی پوپی اسیری میں کلیسیائی انتظام سلسلہ وار درست ہو گیا۔ اور یُوں انتظامیہ محکمہ چار شعبوں میں منقسم کر دیا گیا۔ مثلاً

۱۔ رسولی عملہ کے حساب کتاب کے لئے ایک داروغہ مقرر تھا جو تحصیل دار اور منشی مقرر کرتا تھا۔ ایک خزانچی بھی تھا جو روپیہ کا منتظم تھا۔

۲۔ لارڈ چانسلر کی عدالت، پوپی خط و کتابت کا انتظام کرتی تھی۔ اس کی تین مدیں تھیں۔

(۱) عرضیاں (ب) خدام الدین کے امتحانات اور مہر منظوری و فرمان۔

(ج) کلیسیائی تادیبی انجمن۔

۳۔ عدالت گاہِ پوپ۔ تادیبی و مغفرتی۔

(وُہ مغفرت نامے جو بشپ و آرچ بشپ نہ دے سکتے تھے)۔

(۱) خادمانِ دین پہ دست درازی۔

(۲) آگ لگانا۔

(۳) کلیسیائی ملکیت کا خُرد بُرد کرنا۔

(۴) خلافِ قاعدہ سُود۔

(۵) رشوت۔

۴۔ بعض حالتوں میں زیارتِ رُوم پیرانہ سالی میں لازمی نہ تھی۔ پوپ اپنا مغفرت نامہ بشپ صاحب کی معرفت دیتا تھا۔ اِسلئے بعض دفعہ پوپ بشپوں کو بذریعہ فرمان اجازت دے دیتا تھا کہ وُہ فلاں فلاں قسم کے گناہوں کے مغفرت نامے دے سکتے ہیں جسکی اطلاع دینے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ یُوں زیادہ تر مقدمات کا فیصلہ بشپ صاحبان ہی کر دیتے تھے۔

اوینون میں پوپیت کا قیام ملکی و کلیسیائی ناراضگی کا نتیجہ تھا۔ لیکن جو اثر پیدا ہُوا وُہ اور زیادہ بدنامی کا باعث ہُوا یعنی "نفاقِ عظیم" جو ۱۳۷۸ء-۱۴۱۷ء تک رہا۔ اوینون کے پوپ نہ چاہتے تھے کہ رُوما جائیں اور جائے خلافت کو سنبھالیں۔ وُہ اوینون رہنے میں مطمئن تھے۔ لیکن جب ۱۳۷۶ء میں کیتھرین سینا متقی و صُوفی خاتون واپس رُوم چلی گئی، تو اُس نے پوپ گریگوری یازدہم کو دلیرانہ لکھا۔ "اے پوپ۔ آؤ۔ جلد آؤ۔ خُدا کی رضا کو نہ روکو۔ وُہ تُم کو بلا رہا ہے۔ تُم جو مسیح خُداوند کے خلیفہ ہو۔ اپنی جگہ پر آؤ۔ پاک رُوح کو جواب دو۔ وُہ بلاتا ہے۔ مَیں تُم سے کہتی ہُوں۔ آؤ۔ جلد آؤ۔ وقت کا انتظار نہ کرو کیونکہ وقت کبھی تمہارا انتظار نہیں کرتا۔ بہادر اور دلیر بنو۔ ڈرو مت۔ پاک کلیسیا کو وُہی سچی دل دے دو جو گُم ہو چکا ہے۔ گو اوینون میں عیش و عشرت کے سامان موجود ہیں۔ لیکن یہاں دُکھ۔ موسمی بخار اور دیگر خطرات ہیں۔ تو بھی آجاؤ۔ مَیں پھر کہتی ہُوں آجاؤ۔" سو گریگوری یازدہم کیتھرین سینا کے کہنے کے مطابق ڈرتا اور کانپتا ہُوا رُوم میں آگیا لیکن رُومی نوابوں کی گڑبڑی سے بدحواس ہو کر اُس نے واپس اوینون جانے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ ۱۳۷۸ء میں موت نے اُسے آلیا۔ اب پوپ کا انتخاب رُوم میں ہونا لازمی تھا۔ کارڈینل انتخابِ پوپ کیلئے رُوم آئے۔ لیکن رُومی لوگوں نے گلی کوچوں میں مظاہرے کئے اور چلّائے "ہمیں اطالوی یا رُومی پوپ چاہئے" چنانچہ نیپلز کا اربن ششم پوپ منتخب ہُوا۔ یہ سخت طبیعت تھا۔ کارڈینل اس سے رنجیدہ ہو گئے اور انہوں نے اِس کا انتخاب خلافِ قانون قرار دے کر منسوخ و معزول قرار دیا اور یہ معذرت پیش کی کہ رُومی ہجوم کے ڈر اور دباؤ سے یہ

انتخاب کیا گیا تھا۔ تب انہوں نے جینوا کے کارڈینل رابرٹ کو چنا جس نے اپنا نام کلیمنٹ ہفتم رکھا۔ وہ رُوما سے پھر اوینون چلا گیا۔ اِدھر رُوم میں اربن ششم نے چھبیس کارڈینیل مقرر کئے جنکے صلاح و مشورہ سے اس نے کلیمنٹ ہفتم کو کلیسیا سے خارج کر دیا جس سے پوپیت پھر تاریک غار میں گر گئی اگرچہ بابلی اسیری تو ختم ہو چکی تھی۔ تاہم پوپیت میں نفاقِ عظیم اور انتشار ۳۸ برس تک رہا۔ بعض ممالک اوینون اور بعض رُوم کے پوپ کے مددگار تھے لیکن یہ یاد رہے کہ دونوں پوپ درست طریق پر عبادت، دُعا اور برکت سے مقرر کئے گئے۔ مگر ان دونوں میں کونسا خلیفۃ المسیح تھا یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔

نفاقِ عظیم کے دَور میں مندرجہ ذیل پوپ ہوئے ہیں

رُوم	اوینون
اربن ششم ۱۳۷۸ء	کلیمنٹ ہفتم ۱۳۷۸ء
بونیفس نہم ۱۳۸۹ء	بینیڈکٹ سیزدھم ۱۳۹۴ء
انوسینٹ ہفتم ۱۴۰۴ء	
گریگوری دوازدہم ۱۴۰۶ء	گریگوری دوازدہم ۱۴۰۶-۱۴۰۹ء
ایگزینڈر پنجم ۱۴۰۹ء	
جان بست و سوم ۱۴۱۰ء	

تیرھواں باب

تفتیشِ بدعات

(THE INQUISITION OF HERESIES)

بدعت مسیحی درست ایمان و مسائل دین میں اجنبی خیالات کے پیوند کرنے کو کہتے

ہیں۔ مذہبی مسائل کی محافظ و پاسدار کلیسیا تھی اور خلیفۃ المسیح پوپ تھا۔ جو کسی بدعت کی جدید مذہبی رائے قبول نہ کرتے ہُوا فرماتا تھا کہ جو کچھ کلیسیا نے اجتماعِ عامہ کے وسیلہ سے قبول کر لیا ہے وہ غلط نہیں ہو سکتا۔ بدعتی یہ سمجھتے تھے کہ ہم صحیح ایمان و رسوم کے پرستار ہیں لیکن راسخ الاعتقاد بدعت کو نہ صرف حقانیت کی بے عزتی بلکہ معاشرتی امن کے خلاف بدتحریک سمجھتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ کلیسیا خدا کا شہر ہے اور بدعت مذہبی و سماجی نفاق و فرقہ بندی کا پیش خیمہ ہے۔ کیونکہ جب بپتسمہ یافتہ بدعتی ہو جاتے تھے تو وہ رُوحانی مختار پوپ سے باغی ہو جاتے تھے۔ اِس لئے بدعتیوں کو پکڑنا۔ پتھراؤ کرنا اور جلا کر خاکستر کر دینا ضروری سمجھا جاتا تھا۔

مکتبی فلاسفر و علما سے مانیکی (MANI CHIAN) اور ہمہ اوست (PANTHEIST) بدعات صادر ہُوئیں۔ مانیکی بدعت کا بانی فارس کا فلاسفر منیز ۲۱۵-۲۷۷ء تھا جو مسیحی ہو گیا تھا مگر اِس بدعت کے باعث کلیسیا سے خارج ہُوا ۲۴۵ء میں اِس نے دعوائے "فارقلیط" کیا۔ زرتشت و بُدھ مذہب کے عقائد کو مسیحیت سے مربُوط کیا اور نیکی و بدی کی طاقتوں کے ازلی و ابدی ہونے کی منادی کی اور کہا کہ جب تاریکی نے نور پر حملہ کیا تو مقابلہ کرنے کو یسُوع پیدا ہُوا جو سُورج اور چاند میں رہتا تھا۔ دنیا کو تو خدا نے پیدا کیا ہے لیکن آدم کو بدطاقت نے پیدا کیا۔ یسُوع سورج سے اُتر کر آیا ہے تاکہ آدم کو بتائے کہ رُوح جسم کی قید سے کیسے آزاد ہو سکتی ہے۔ چاہیئے کہ آدم توبہ کرے اور یسُوع اور منیز کا تابع دار رہے۔ مسیح یسُوع کا جسم صوری تھا لیکن حقیقت میں وہ بغیر جسم تھا۔ اس لئے اُس کی پیدائش ختنہ آزمائش اور قیامت تصوری باتیں ہیں۔ یہ پرانے عہد نامہ کو رد کرتا تھا۔ کیونکہ اُس کا دعویٰ تھا کہ فارقلیط ہونے کے باعث اُسکو پُورا اختیار حاصل ہے کہ میں پرانے یا نئے عہد نامہ کو تبدیل کر دُوں یا بالکل رد کر دوں"۔ وہ کہتا تھا کہ عہد جدید کی کُتب کو رسُولوں نے بگاڑ دیا ہے۔ سو اس نے اپنے بارہ رسُول مقرر کئے جن کے تابع فرمان بہتر ۷۲ بشپ تھے۔ اِس کے شاگردوں میں دو اقسام کے لوگ تھے۔

۱۔ عوام:۔ جو دُنیا دارانہ مشغلہ میں مصروف رہتے تھے۔

۲۔ کامل:۔ جو درویشانہ زندگی بسر کر کے شراب اور گوشت سے پرہیز کرتے تھے۔ یہ کوئی گرجہ نہ بناتے تھے۔ اتوار کو آرام کرتے اور عید نزول کو مانتے تھے۔ لیکن عید تولد

کو نہ مانتے تھے۔ وُہ عشاء ربانی کو عمل میں لاتے مگر دائن استعمال نہ کرتے تھے۔ وُہ سُورج کی طرف مُنہ کر کے ہر روز چار نمازیں ادا کرتے تھے۔ یہ بدعت مصر۔ افریقہ۔ اسپین اور گال میں پھیل گئی تھی جسکی بزرگ اگسٹین نے سخت مخالفت کی تھی۔ اور زمانہ متوسط میں فلاسفر علما کے ذریعہ پھر اِس بدعت نے جنم لے لیا۔

ہمہ اوست (PANTHEIST) یہ مانتے تھے کہ خُدا ہی سب کچھ ہے اور مکڑی کی تار کی مانند خلقت اُس کا صدور ہے اور جب وُہ چاہتا ہے تو اس کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے۔ خُدا اور مادہ میں تفاوت نہیں۔ دونوں ازلی و ابدی ہیں۔ اور اَب اور ابن اور رُوح القدس بھی تین شخصیتیں نہیں ہیں بلکہ ایک ہی شخصیت ہے — یہ واحد خُدا کے تین مختلف ظہور ہیں جن کے ذریعہ خُدا انسان کو اپنا مکاشفہ بخشتا ہے۔ مسیح الٰہی تو ہے لیکن علیحدہ شخصیت نہیں رکھتا اور نہ ہی ذات الٰہی میں اقانیم ثلاثہ ہیں۔ باپ۔ بیٹا۔ اور رُوح القدس واحد خُدا کے مختلف القاب ہیں۔ باپ خود انسان بنا اور باپ ہی نے صلیب پر دُکھ اُٹھایا۔ یہ بدعت ابتدائی کلیسیا میں ٹرینا ٹیرین اور پیڑی پے شئین کہلاتی تھی۔ لیکن متوسط زمانہ میں اِس نے ہمہ اوست کا رنگ لے لیا۔ سکاٹس ایریجنا (SCOTUS ERINGENA) کی کُتب اور اکہارٹ (ECKHART) اپنے آپ کو خُود خُدا کہنے پہ بدعتی قرار دیا گیا۔

لُوسیفرانی بدعت (LUCIFERAN)

لُوسیفرانی بدعت کا عقیدہ تھا کہ جو کوئی خُدا سے پیدا ہُوا ہے۔ وُہ گُناہ نہیں کر سکتا چنانچہ شیطان بھی چونکہ خُدا یعنی رُوحانی ذات سے پیدا ہُوا ہے اِس لئے بدی بدی نہیں ہو سکتی۔

فلیگلینٹ FLAGELLAN

یہ بدعت تیرھویں صدی میں پیدا ہُوئی۔ لوگ گروہوں کی صُورت میں رہتے اور لطانیہ گاتے ہُوئے ایک دُوسرے شخص کو کمر اور کندھوں پہ کوڑ ول سے پیٹتے جاتے تھے اور اعلان کرتے تھے کہ اگر کوئی کامل نجات کا خواہشمند ہے تو وُہ گروہ میں شریک ہو اور ۳۳ دِن اِسی طرح کوڑے کھائے۔ وُہ اِس عمل کا مظاہرہ ہنگری۔ جرمنی اور ہالینڈ میں کرتے پھرے۔ ۱۳۴۹ء میں یہ بدعتی افراد ختم کر دیئے گئے۔

جادُوگری WITCHCRAFT

بدارواح کو بلانے اور ان سے تعلق قائم کرنے کو کہتے ہیں۔ جادوگرنیوں کی نسبت یہ تصوّر تھا کہ وُہ ہوا میں ایک جگہ سے دوسری جگہ چلی جاتی ہیں۔

وُہ آدمیوں کو حیوانوں کی صورت میں تبدیل کر دیتی ہیں۔ اور خود بھی حیوان یا بلی کی صورت لے لیتی ہیں۔ سپرنجر پندرھویں صدی میں ان کا معتقد تھا اور کہتا تھا کہ حوّا کی مانند عورتیں شیطان کا آلۂ کار ہوتی ہیں۔ رُومانی فرانسسکن نے یہوکیم بدعت "ابدی انجیل" کو بھی اپنا لیا جس کا مسوّدہ ۱۲۵۴ء میں پیرس سے ملا۔ یہوکیم کی پیشین گوئی تھی کہ دُنیا کے تین زمانے ہیں۔ پہلا باپ، دُوسرا بیٹا اور تیسرا رُوح القدس کا زمانہ ہوگا اور یہ زمانہ ۱۲۶۰ء سے شروع ہوگا۔

ایورہاسٹس بدعت
EURHAUSTUS

مکتبی علما و فلاسفہ میں عربی فیلسوف "ایورہاسٹس" تھا جس نے مغربی فلسفہ سے قبل ارسطاطلیس کا مطالعہ کیا تھا۔ ایوی سینا (AVICENNA) نے ارسطاطلیس کے تصور کو مسوّرانہ تخیلات میں منطبق کر دیا تھا یعنی اس نے ۱۱۹۸ء میں اُس کے نظریات کو قبول کر لیا اور اُس کو مسیحیت میں متوصل کرنا شروع کیا اور یوں کہا کہ :-

(۱) مادہ خلق نہیں ہُوا۔ وُہ ازلی و ابدی ہے۔

(۲) خُدا جو مسبّب الاسباب ہے وُہی قدرت کی غیر مرئی اصل ہے۔

(۳) علّتِ اوّل حکمتِ فاعلی ہے لیکن انسان حکمت مفعولی ہے اس لئے یہ حکمت غیر فانی نہیں بلکہ موت کے وسیلہ ذہن اور حکمت یا رُوح دونوں ختم ہو جاتے ہیں۔

اِس فلاسفر نے اپنے خیالات کی تشہیر کیسل (CASTILE) اراگان (ARAGON) اور سسلی (SICILY) میں کی۔ کئی مسیحی حلقہ بگوش ہو گئے۔ سو ۱۲۱۰ء میں (PARIS) کی کونسل نے فتوےٰ صادر کیا اور ارسطاطلیس و ایورہاسٹس کی کُتب منسُوخ قرار دیکر اُن کا پڑھنا قانوناً بند کر دیا۔ ۱۲۱۵ء میں امتناعی حکم جاری کیا گیا لیکن ۱۲۳۱ء میں گرگوری نہم نے اِس حکم کو زمانوی قرار دے کر ارسطاطلیس و ایورہاسٹس کی چھان بین کا حکم دے دیا تاکہ اُن کی کُتب عربی تخیّلات کی کدورت سے صاف ہو جائیں۔ تھامس اکوانیس اور ڈومینکی ضابطہ پر ارسطاطلیس کی کُتب کے مطالعہ کی وجہ سے ایورہاسٹس بدعت کا الزام لگا۔ تھامس اکوانیس نے خیالات ارسطاطلیس کے متوازی مسیحی فلسفۂ حیات کو پیش کر کے اپنی بریّت کی۔ چنانچہ ایورہاسٹس بدعت کا مدرسہ قائم رہا۔ چودھویں صدی میں پاڈوا (PADUA) دارالعلوم ایورہاسٹس کے خیالات کا مرکز بن گیا اور پیرس بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہا۔ ریمان لل اور

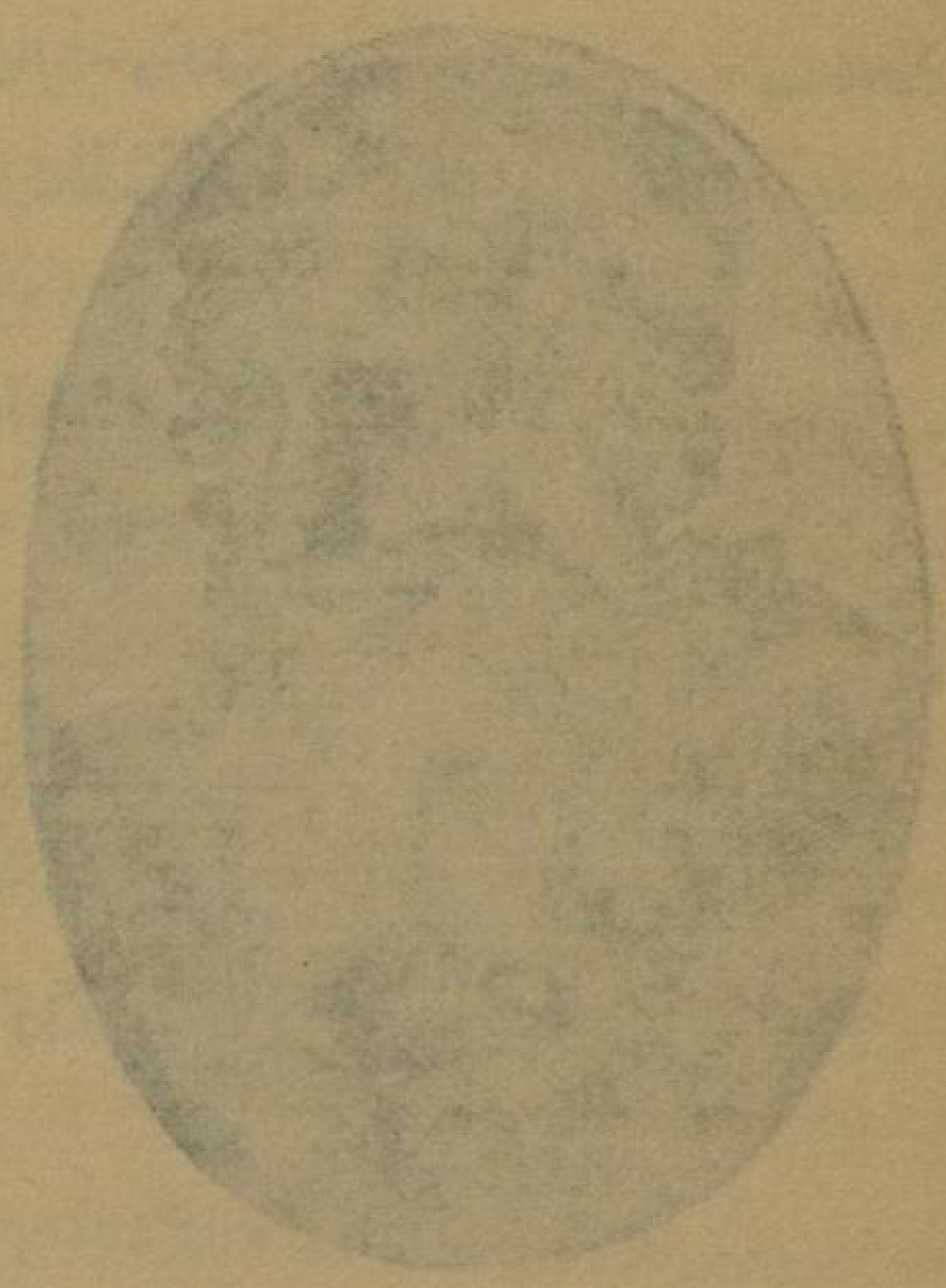
پیٹر بیگارک اِس بدعت کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کے درپے تھے سو وہ اِن کو "شیطانی تصوّرات" اور الیورہاسٹس کو "شیطان مجسّم" کہتے تھے کیونکہ الیورہاسٹس ہمیشہ یہ کہتا تھا۔ کہ حضرت موسٰے۔ حضرت عیسٰے اور حضرت محمد وُہ تین مکّار شخص ہیں جنہوں نے دُنیا کے لوگوں کو ہر پہلو میں دھوکا دیا ہے۔

مانیکین کاتھری (CATHARI) اور ایلبیجنیز (AIBEGENIS) کا قبل ازیں ذکر ہو چکا ہے۔ ایلبیجنز کا عقیدہ تھا کہ ضبط و ریاضت کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ دوزخ اور بہشت موجود نہیں ہیں۔ جو لوگ کنسولامینٹم رسم اطمینان لے کر جلد مر جائیں وہ سیدھے جلالی حالت میں داخل ہو جاتے ہیں۔ ورنہ دُنیادارانہ لوگ تناسخ کے چکر میں گرفتار رہتے ہیں۔ جہاں پر پرگٹوری یا اعراف میں ان کی شُستشو ہوتی ہے۔ اِس عقیدہ کا اخلاقی نتیجہ یہ ہُوا کہ وُہ شادی کو بدکاری سمجھتے تھے کیونکہ شادی منع تھی۔ لیکن جسمانی خواہشات کو حیوان کی مانند پُورا کرنا ان کے نزدیک گناہ نہ تھا۔ بشرطیکہ وُہ وقت نزع میں رسمِ اطمینان لے لیں۔ انگلینڈ پر اس بدعت کا اثر نہ ہُوا۔ انگلینڈ میں اس بدعت کے منّاد ۱۱۶۶ء میں آکسفورڈ کے مقام پر مجرم گردان کر شہر سے باہر برف میں دھکیل دیئے گئے تاکہ ابدی نیند سو جائیں۔

والڈنسیانی (WALDENSEANS) اور بیگارڈی (BEGHARDS) جو نیدرلینڈ سے تھے اُن کی بدعت مُختلف نوعیت کی تھی یہ بدعت مختلف بدعات کے زیرِ اثر پیدا ہوئی تھی کیونکہ والڈنسیانی کا تعلق ایلبیجنیز سے تھا۔ اور بیگارڈی کا فرانسسکن یا ایماندار بھائیوں سے والڈنسیانی بدعت کی بنیاد کا ذکر تفتیش کنندہ کی معرفت یوں بیان کیا گیا ہے کہ ایک امیر آدمی والڈو (WALDO) شہر لائنز (LYONS) میں رہتا تھا۔ وُہ انجیل کا پیغام سُن کر حیران ہُوا اور چونکہ وُہ ناخواندہ تھا سو خادم الدین سے ترجمہ کر کے انجیل کا پیغام سناتا رہا اور اُسے ہدایت کی کہ وُہ کامل زندگی کی دوڑ دوڑے چنانچہ اُس نے اپنی تمام ملکیت بیچ دی۔ روپے کو غربا میں تقسیم کر دیا اور خود اپنے "خادم الدین" ہونے کا اعلان کر دیا۔ وُہ گاؤں گاؤں پھرتا اور انجیل ازبر کر کے عوام کو سناتا رہا۔ گرجوں میں بھی اُس نے نشست پیدا کر لی اور دُوسروں کو ہدایت دی کہ وُہ مبلغ بنیں چونکہ یہ سلسلۂ خدمت سے علیٰحدہ انتظام تھا اِس لئے اِس نے اپنے پرستار بھیجوں کو پاک سیکرامینٹ لینے سے منع کیا اور توبہ، مقدسین سے دُعا۔ بت پرستی۔ قسم لینا اور خون کرنا منع کر دیا۔ والڈنسیانی نے لولارڈ کی

صُورت اختیار کی اور بعض کہتے ہیں کہ وکلف (WYCLIFFE) نے ان کی تعلیم کو اپنایا تھا۔ جس کا یہ نتیجہ نکلا کہ عوام سیکرامینٹ ادا کر سکتے اور تعلیم دے سکتے تھے۔ آخر کار والڈنسیانی کو آرچ بشپ لائنز نے منادی کرنے سے بند کیا۔ ۱۱۸۴ء میں پوپی فرمان سے یہ بدعتی قرار دیئے گئے تاہم وُہ نیدرلینڈ میں پھیل گئے اور شہر لیئج (LIEGE) میں ۱۲۰۳ء کو مبلغ لیمبرٹ لی بیگو (LAMDERT LE BEGUE) تو تلا کے تحت مباحثہ ہُوا جس میں دیسی زبان میں انجیل کی بشارت پر زور دیا گیا سو اس کے شاگردوں کو ڈچی زبان میں بیگارڈی کہا گیا جو انگریزی لفظ بیگر (BEGGAR) اور اُردو میں بھکاری ہے۔ لاطینی میں اُنہیں بیگوالتی کہا جاتا ہے۔ اُن کی کوئی تنظیم نہ تھی۔ اور یہ رمتے جوگیوں کی طرح پھرتے رہتے تھے۔ لیکن اِس عقیدہ کی معتقد مستورات اکٹھی رہتی تھیں اور اپنی خوراک کا انتظام خود کرتی تھیں۔

تیرھویں وچودھویں صدی میں ان میں سے بعض بشپی سلسلہ کے تابع ہو گئیں اور بقیہ نے اپنی جماعت کی آزادی کا اعلان کر دیا۔ چنانچہ ۱۲۰۹ء میں یہ بدعتی قرار دیئے گئے تو بھی اُن کی بدعت کے جراثیم پھیلتے گئے۔ چودھویں صدی میں وُہ نئے نام لُولارڈ یعنی بڑبڑانے والے (MUTTER OR MUMBLE) سے نمودار ہوئے۔ بعض لُولارڈ کو کُوفر کے مترادف سمجھا گیا۔ گو وُہ بعض دفعہ نالائق حرکت کرتے تھے تو بھی اُن میں راستباز اور بزرگ لوگ پائے جاتے تھے جو ہر وقت تعلیمی وبدنی شہادت کے لئے تیار رہتے تھے جان آف گانٹ اِن کا زبردست مداح تھا۔ بعض اُمرا ان کی پشت پناہ تھے تو بھی انگستان میں یہ ایذارسانی سے بچ نہ سکے ہنری چہارم و شاہ ہنری پنجم کے زمانہ میں عجیب خیالات کی وجہ سے قتل کر دیئے گئے۔ وُہ وکلف سے بھی آزادگی خیالات میں کہیں دُور نکل گئے تھے اُنہوں نے گُناہوں کے اقرار، عشاء ربانی۔ زیارت۔ مورت پرستی۔ ہیرے جواہرات کی زیبائش اور اسلحہ کو گناہ کہا اور کہا کہ آرچ بشپ اور خادمانِ دین کی عزت نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ وُہ پطرس اور اُس کی گدی کے پیرو کار ہیں۔ بعض لُولارڈ سر جان گانٹ (JOHN OF GAUNT) سے کہتے تھے کہ مسیح پاک عشاء میں موجود ہے۔ اور گناہوں کے لئے کسی بھی خادم الدین کے پاس مشورت کے لئے جانا فائدہ مند ہو سکتا ہے مگر وُہ گناہوں کے اقرار سے جس کا ذکر انگلستانی عبادتِ عمیم کی کتاب میں ہے اجتناب کرتے تھے۔





ویکلف اصلاح دین کا چمکتا ہوا ستارا اور ماہر الٰہیات

وکلف (WICKLIFF)

یہ بالائل کالج میں علم الٰہیات کا مشہور اُستاد اور بعد میں لٹر ورتھ کلیسیا کا خادم الدین بنا۔ یہ آکسفورڈ کا شہری تھا لیکن عموماً دیہاتی زندگی سے وابستہ رہنے کے سبب اس کے خیالات میں جوش تھا۔ سادگی کی وجہ سے وُہ زاہدانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ کھڑکیوں کے آئینوں پر مصوّر کاری سے اُسے نفرت تھی۔ وُہ عالی شان گرجوں اور بہترین نغمہ سرائی کے خلاف تھا۔ وُہ بدعات کا دشمن تھا۔ وُہ ہر خیال و رسم کی جو اُس کے ذہن سے بالا تھی برملا مخالفت کرتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۳۸۳ء میں آرچ بشپ آف کنٹربری نے اسے بدعتی قرار دے کر مجرم گردانا لیکن جان آف گانٹ اس کا سرپرست بن گیا۔ یہ لٹرورتھ کی کلیسیا کا کام جان ہارن کو سپرد کر کے آکسفورڈ آگیا اور سیاسی طور پر بلیک پرنس اور ولیم وکیھم (BLACKPRINCE AND WILLIAM OF WYKEHAM) کا مخالف اور جان آف گانٹ کا معاون بن گیا۔ آکسفورڈ کا چانسلر جان رج (RYGGE) بھی اس کا مدّاح تھا۔ اس نے اپنے خیالات کو ضابطہ میں مربوط نہ کیا کیونکہ یہ سمجھتا تھا کہ خُداوند یسُوع کے مذہب کے علاوہ تمام ضابطے باطل ہیں۔ اس کے شاگردوں نے امتیازی چوغہ نہ پہنا تاکہ یگانگت نظر آئے۔ اس کے تعلیمی نظریات میں مندرجہ ذیل نکات قابلِ غور ہیں:

(۱) بشپ و خادم الدین جاگیردار نہ ہوں اور وُہ رضا کارانہ نذرانوں پر گزارہ کریں کیونکہ یسُوع مسیح بغیر ورثہ و دولت کے ننگا صلیب پر لٹکایا گیا تھا۔ خادمانِ دین کے پاس صرف اتنا اثاثہ ہونا چاہیے جس سے وُہ بشارتی خدمت کر سکیں۔ اس نے قلم کے زور کی چوٹ سے بشپوں۔ خادموں اور فرائر کی بہت مخالفت کی۔

(۲) پوپ کا انتخاب زندگی کی پاکیزگی سے ہونا چاہیے۔

(۳) مسئلہ تبدیلئے عناصر وہمی و تصوّری ہے۔

(۴) ہر شخص براہِ راست خُدا سے مل سکتا اور جواب دہ ہو سکتا ہے۔

لیکن نئی طبع زاد جدت جو پیدا کی وُہ یہ تھی کہ ساکرامنٹ کی پاکیزگی کا انحصار پریسٹ کی پاکیزگی پر منحصر ہے لیکن کلیسیائے رُوم اس خیال کے مخالف تھی کیونکہ وُہ محض نیت پر زور دیتی تھی اور کہتی تھی کہ اگر پریسٹ کی نیت درست نہ ہو تو ساکرامنٹ پُر فضل نہیں ہو سکتے اور نہ وُہ درست ہیں۔ لیکن وکلف کے پیشِ نظر فرانسسکن پریسٹ۔ مونٹانسٹ و کاتھری

بدعتی بدچلن پاسبان تھے - اس لئے وُہ ڈھل کی چوٹ کہتا تھا کہ بدچلن پاسبان خدمت سے لوگوں کو بدچلن بنا دیں گے - اور بشپ یا پریسٹ جو مہلک گناہ میں گرفتار ہیں - وُہ تقرر تقدس - بپتسمہ اور پاک عشا کی رسم کو ادا نہیں کر سکتے - مابعد یہ خیال پیدا ہُوا جو مندرجہ ذیل حوالجات کی بنا پر تھا :-

متی ۱۳ : ۲۴-۳۰، ۳۷-۴۳ - متی ۱۳ : ۴۷-۵۰ - متی ۲۲ : ۱۰-۱۱ - اور ۲ تموتھی ۲ : ۲۰ یعنی ہر جا برائی کی امیزش ممکن ہے - یہُودہ اسکریوطی کو بھی پیش کرنے کی چنداں ضرورت نہیں - اُس کو یہ جانتے ہُوئے بھی کہ وُہ شیطان کا آلہ کار ہے خدمت سپرد ہُوئی - یُوحنا ۶ : ۷۰-۷۱ اور ایسے ہی یُوحنا کے تیسرے خط کی نویں آیت میں دیکھتے ہیں - دیاترفیس راستباز نہ تھا - خُداوند خود ایسے غلاموں کا ذکر متی ۲۴ : ۴۵-۵۱ میں کرتا ہے - اس لئے ضروری ہے کہ اس آیت متی ۲۳ : ۲-۳ کو سامنے رکھا جائے کیونکہ کسی کی اپنی ذاتی راستبازی و پاکیزگی سے لنگڑے نہیں چلتے بلکہ مسیح خُداوند کے نام سے خُدا ہی ہے جو نگہبانی و فضل بخشتا ہے ۱ کرنتھی ۳ : ۶-۷ - گرچہ خدمت اعلیٰ وجلالی ہے ۲ کرنتھی ۳ : ۷-۸ تو بھی یہ خزانہ مٹی کے برتنوں میں محفوظ ہے ۲ کرنتھی ۴ : ۷ - لہٰذا نالائق ہاتھ ساکرامینٹ کے اثر کو زائل نہیں کرتے تاہم یہ تو ضروری ہے کہ خادمانِ دین پاکیزہ ہوں اور اگر بدتر کا خارج کئے جاتے ہیں تو بدخادمان کو بھی معزُول کر دینا چاہیئے - کیونکہ نہ صرف یہ انجیلی بشارت میں رکاوٹ ہوتے ہیں بلکہ دُوسروں کے لئے ٹھوکر کا باعث ہوتے ہیں - کیونکہ زبُور ۱۳۲ : ۹ اور احبار ۲۱ : ۱۰ میں لکھا ہے کہ کاہن راستباز ہوں - تموتھیُس کے خط میں بھی تادیب کی گئی ہے (۱ تموتھی ۵ : ۲۲) تو بھی یاد رہے کہ ۱ کرنتھی ۱ : ۲۷-۳۱ کے مطابق خُدا نے دنیا کے بیوقوفوں کو چن لیا کہ زور آوروں کو شرمندہ کریں - اور خُدا نے دنیا کے کمینوں اور حقیروں کو بلکہ بیوقوفوں کو چُن لیا کہ موجُودوں کو نیست کریں تاکہ کوئی بشر خُدا کے سامنے فخر نہ کرے - لیکن تم اُس کی طرف سے مسیح یسُوع میں ہو جو ہمارے لئے خُدا کی طرف سے حکمت ٹھہرا یعنی راستبازی اور پاکیزگی اور مخلصی تاکہ جیسا لکھا ہے ویسا ہی ہو کہ جو فخر کرے وُہ خُداوند پر فخر کرے -

وکلیف (WICKLIFF) انجیل کو "قانُونِ کلیسیا" اور عہدِ عتیق کو "شریعتِ خُدا" کہتا تھا - چنانچہ اِس نے انجیلی قانُون دان کا لقب پایا - وُہ ہر اِس ادارہ یا راہب خانہ کو جہاں انجیل کا ذکر نہ ہوتا ہو خُدا کی مرضی کے خلاف سمجھتا تھا - وُہ خیالِ جدید کا معاون تھا کہ ہر شخص خواہ وُہ

تقرر یافتہ یا عام ہو پورا اختیار رکھتا ہے کہ وہ بائبل مقدس کو اپنی زبان میں پڑھے اور اُس کی چھان بین کرے گو انگلستان میں فرانسیسی زبان میں ترجمہ بائبل موجود تھا۔ لیکن انگلستان کی آزادی کے ساتھ ساتھ فرانسیسی زبان کی جگہ انگریزی زبان لے رہی تھی۔ آخر وِیکلف نے علما۔ کو اکٹھا کیا اور اپنی سرپرستی میں ۱۳۸۰ء میں انگریزی میں ترجمہ شروع کیا جو اُس کی موت کے کچھ ماہ بعد ۱۳۸۵ء میں شائع ہوا۔ اس کا خیال تھا کہ ہل چلاتا بچہ بھی اپنی مادری زبان میں بائبل پڑھے اور کوئی اِس ابدی نُور سے محروم نہ رہ جائے۔ اِس کے ترجمے کی چار خصوصیات تھیں:۔

(۱) یہ مادری زبان میں تمام بائبل کا ترجمہ تھا جبکہ باقی تراجم حصہ وار یا محض انجیل کے تھے۔

(۲) آکسفورڈ کے پانچ علمائے نے ترجمہ کیا لہٰذا یہ غلطی سے مبرّا تھا۔

(۳) یہ ترجمہ غربا کے لئے کیا گیا تاکہ ہر آدمی خواہ وُہ غریب کسان کیوں نہ ہو اِس کو خریدے اور پڑھے۔

(۴) اِس ترجمہ سے تعلیم بالغان میں ترقی ہوئی۔

لاطینی سے ترجمہ لفظ بہ لفظ ہُوا تھا اور پروی نے اچھی سلیس انگریزی میں جملہ بہ جملہ ترجمہ کیا۔ لیکن یہ تراجم کامیاب ثابت نہ ہُوئے۔ آرچ بشپ ارنڈل نے ۱۴۰۸ء میں تراجم کو مسترد کر دیا اور نئے تراجم کرنے پر حکم امتناعی صادر کر دیا جب تک کہ ترجمہ کرنے والا ڈیوسیس کی سند نہ رکھتا ہو۔ وِیکلف ۱۳۷۸ء میں زیرِ تفتیش لایا گیا لیکن تفتیش کنندگان کامیاب نہ ہُوئے ۱۳۸۲ء میں انہیں آکسفورڈ میں ڈچی زبان میں "لولارڈ" کہہ کر بدعتی قرار دیا گیا۔ دارالعلوم میں شور و غل پیدا ہو گیا اور اگرچہ چانسلر نے وِیکلف کی بہت حمائت کی تو بھی یہ بدعتی قرار دیا گیا اور مجبُوراً اِسے لٹروَرتھ واپس آنا پڑا جہاں دو سال کے بعد پاک عشا لے کر ۱۳۸۴ء میں خداوند میں سو گیا۔

تفتیش (THE INQUISITION)

بدعتیوں کی تفتیش و سزا دینے کے نظام نے آہستہ آہستہ ترقی کی۔ ابتدائی کلیسیا جو خود ایذا و آزمائش سے شاہ نیرو۔ ڈوے شین۔ تراجان۔ ہیڈریان۔ انٹونینس پائیس اور مارکس اوریلیس ۵۴۔۱۸۰ء کے زمانہ میں ایک سو چھبیس برس تک ایذا کی شکار ہوئی تھی۔ یعنی یہ کہ کبھی مسیحی چمڑے میں لپیٹ

کر سیئے گئے اور تماشا گاہ میں پھینکے گئے۔ کتوں سے پھڑوائے گئے، صلیب پر چڑھائے گئے۔ تیل سے جلائے گئے اور بھٹوں میں اُڑائے گئے تھے۔ مقدس پطرس اور پولوس رُوم میں اور انتی پاس پرگمس میں شہید ہوئے۔ یروشلیم کا بشپ سیمین ایک سو بیس برس کا بوڑھا شہید کیا گیا۔ اور انطاکیہ کا بشپ اگنیشئیس بمقام رُوم شیروں سے پھڑوایا گیا۔ سمرنا کا بشپ پولیکارپ، ہیراپلیس کا بشپ پاپئیس اور آتھینی کا بشپ پوبلیوس شہید ہوئے۔ جوان لڑکی بلنڈینہ صلیب پر لٹکائی گئی۔ پھر کوڑوں سے پٹوائی گئی۔ پھر تپتے ہوئے لوہے کی کرسی پر بٹھائی گئی۔ جنگلی جانوروں کا شکار بنی جنگلی گائے سے روندی گئی اور آخر بچاری جان بحق ہوئی لیکن اس سخت تکلیف میں بھی یہی کہتی رہی "میں مسیحی ہوں اور ہم میں سے کوئی بھی بُرائی کرنے کی جرأت نہیں کرتا"۔ شمالی افریقہ کی کلیسیا میں سے بھی مسیحی شہدا کی نامدار فوج شہادت کے خون آلودہ دریا میں کود گئی۔

جب یہ ایذا رساں سلطنت خُون کے چھینٹوں کی وجہ سے خُداوند کے قدموں میں آ گئی تو سلطنت نے کلیسیا کو اپنا لیا اور مسیحیت شاہی مذہب بن گیا تب بھی کلیسیا نے ایبونائٹ۔ ایلسیسیاٹ۔ ناسٹک ازم۔ مونٹین ازم۔ ٹرینا ٹیرین۔ بوٹیکین ازم اور پلے جین ازم۔ ارین ازم۔ نسطورین ازم۔ جیسی بدعات موجود تھیں۔ کبھی پوپ طریقہ تفتیش بدعت جاری نہ ہوا تھا۔ لیکن اس بعد پوپ نمائندے بھیجتا تھا تاکہ وہ تفتیش کریں۔ پوپ گریگوری نہم نے خود مختارانہ تفتیش کا حکم دیا لیکن تو بھی سزائے موت نہ دے سکتا تھا۔ کیونکہ متقدین سینٹ جان تحرہ سا سٹم کا خیال تھا کہ بدعتی کو مارنا ایسا جرم ہے جس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔ ۳۸۵ء میں جب پرسیلین آسپینی اور اس کے ہمنوا بدعتی قرار دے کر جلائے گئے تو مقدس مارٹن آف ٹورز اور ایمبروز نے بشپ کی شرکت پر کڑی نکتہ چینی کی جس کے بعد جلانا موقوف ہو گیا اور بنڈ کا فیصلہ بدعت کی نسبت کافی و وافی تصور کیا گیا۔

بارھویں صدی میں جب کاتھری بدعت خطرناک ہونے لگی تو بدعتی لوگوں کو سزا دی گئی اور آخر کار انہیں جلا دیا گیا۔ ۱۰۲۲ء میں شاہ رابرٹ فرانس نے تیرہ کاتھری اپنی موجودگی میں بمقام اورلینز جلا دیئے۔ یہ سزا رومی قانون کے مطابق عذار۔ جادوگر اور حفظِ امن میں مخل ہونے والے کیلئے مقرر تھی۔ شاہ ہنری سوئم نے سکسنی میں بعض کاتھریوں کو پھانسی پر لٹکایا اگرچہ بدعت معاشی خرابی سے متعلق نہ تھی تو بھی سخت ترین سزا دینا جائز ٹھہرایا گیا اور اجتماعی شورش اور بلوے نے اس کو اور بھی گھنونا بنا دیا۔ ۱۰۷۵ء میں جب کمبرائے کے بشپ نے

بعض کاتھرلیوں پر فتویٰ لگایا تو اجتماع اُن سب پر ٹوٹ پڑا اور اُن سب کو ایک کمرہ میں بند کرکے
آگ سے جلادیا۔ ۱۱۱۴ء میں سٹراسبرگ کی عدم موجودگی میں اجتماع بدعتیوں کو خود ہی
جیل خانہ سے گھسیٹ کر باہر لے گیا اور انہیں سپردِ آگ کردیا۔ ایسا ہی واقعہ کالون میں ہُوا ۱۱۴۵ء
میں لینج کے مقام پر ایک خادم الدین نے مجمع سے بصد مشکل رہائی پائی۔ مجمع نے پیٹرو ڈی
بریز کو جو لینگوڈاک کا بدعتی تھا، جلا دیا۔ بدعتیوں کی نسبت لاقانونی تھی۔ سرکار اُن کی محافظ
نہ تھی اس لئے پھانسی چڑھانا عام تھا۔ ظلم کی حدیں ٹوٹ گئیں۔ سو بعض خادمانِ دین نے
اس طریق قبیحہ کی مخالفت کی اور کہا کہ کڑوے دانوں کو اچھے دانوں کے ساتھ بڑھنے دو۔
تو بھی گریشن کے حکمنامہ نے خاص اثر نہ کیا کیونکہ اُس نے لکھا کہ بدعتیوں کو جرمانہ کیا جا
سکتا ہے۔ اور خطرناک حالت میں انہیں ملک بدر کرنا کافی ہے۔ مگر وُہ قتل نہ کئے جائیں۔
۱۱۶۳ء میں باوجود ایسے احکام کے ٹورز کی کونسل میں پاپائے رُوم کی صدارت میں بدعتی
کی املاک و وراثت کی ضبطگی کا حکم صادر ہُوا۔ ۱۱۸۴ء میں پوپ لوئیس سوم نے بدعتیوں
کو گرفتار کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ سرکاری عدالتیں اِن کی بازپرس کریں اور بشپ کو کامل
اختیار ہے کہ وُہ ہر طرح سے سزا دے۔

پوپ انوسینٹ سوم اور ہونریس سوم ۱۱۹۸-۱۲۲۷ء میں پوپلی مشنری تفتیش کے
لئے بھیجے گئے تاکہ ایلبیجنز اور والڈنسیاں کو جرمنی کی اطراف سے ختم کریں۔ مٹز کے مقام
پر ۱۱۹۹ء کو دو سسٹرسین بھیجے کہ وُہ بدعتیوں کی علاقہ میں سراغ رسانی کریں۔ بشپ آسمانی
مقدس ڈومینک اور اُس کے شاگردوں کو استعمال کیا۔ مگر سب محنت بے کار ثابت
ہُوئی۔ سرکار نے مدد دینا بند کردی اور خود تفتیش کنندگان ہی قتل کر دئے گئے۔

پوپ گریگوری نہم نے ۱۲۲۷ء میں پرانے پوپلی تفتیش کے طریق کو خیرباد کہا اور
خفیہ گواہی کی بنا پر مجرم قرار دینا چھوڑ دیا۔ مگر یہ کہا کہ تفتیش کنندگان جب کسی قصبہ یا گاؤں
میں جائیں اور وہاں انہیں مشتبہ بدعتی معلوم ہوں تو اُن پر مقامی خادم الدین، مجلس کلیسیا کے
رکن اور جاسوس کی گواہی ہو اور جماعت سے بھی بزرگوں کی گواہی لی جائے۔ اگر شخص بدعتی
معلوم ہو اور وُہ توبہ کے لئے آمادہ ہو تو چھوڑ دیا جائے ورنہ وُہ مجرم گردانا جائے اور ایمان
کی نئی توجیہات کے بارے میں اُس سے دریافت کیا جائے۔ تب اُس کی بے عزتی کی جائے
اگر وُہ پھر بھی توبہ نہ کرے تو اُسے روزہ و ریاضت کی سزا دی جائے۔ مزید براں گریگوری نہم

نے تفتیش کا اختیار محض ڈومینک فرائر کو دیا اور انہیں بے پناہ اختیارات تفویض کئے جن سے پوپی و راہبی اتحاد نظر آتا تھا۔ سو فرائر نے انگلستان میں "ٹیمپلرز" کی تفتیش کی لیکن لولارڈ کی تفتیش انگریزی بشپوں نے خود آپ کی اور ڈومینکن فرائر لولارڈ کو ہلاک کرنے میں ہر ممکن مدد بہم پہنچاتے رہے۔

بدعات کی تفتیش کا طریقہ رومن کیتھولک کلیسیا پر گھنونا دھبہ ہے۔ اس کی طرز جاسوسی۔ آگ سے جلانا۔ دُکھ دیکر توبہ کی طرف مائل کرنا مسیح خداوند کی رُوح کے خلاف تھا۔ رُومی شاہان نے جہالت و ایذارسانی کا قہر خرید لیا۔ وہ اسی طرح جدت پسند مسیحی اشخاص سے جہالت اور ایذا کی نالائق حرکتیں کرتے اور انکو سزا دیتے رہے۔ تفتیش کنندگان نے بھی مسیح خداوند کے عجز اور صاحب اختیار کی تعلیم سے آنکھیں مُوند لیں۔ وہ اپنے آپ کو پولوسی جوش اور غیرت سے بھرپور سمجھتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ غیر تائب بدعتی شخص ابدی آگ سے بچ جائے۔ لوگ ایذیت سے خوف زدہ ہوکر مسیحی رُومی تعلیم کی طرف مائل ہوں۔ اُن کا خیال تھا کہ بدعتی آگ کے شعلوں میں بھی توبہ کر سکتا اور واصل بہشت ہو سکتا ہے اور اس آگ کے ذریعہ سے ہم اُسے آنے والی ابدی آگ سے بچا سکتے ہیں۔ ان کی تمام اذیت دہی کا دار و مدار یُوحنا ۱۵ باب کی پہلی چھ آیات پر تھا جہاں خداوند یسُوع مسیح فرماتا ہے کہ:۔

انگور کا حقیقی درخت میں ہوں اور میرا باپ باغبان ہے۔ جو ڈالی مجھ میں ہے اور پھل نہیں لاتی۔ اُسے وہ کاٹ ڈالتا ہے اور جو پھل لاتی ہے اُسے وہ چھانٹتا ہے تاکہ زیادہ پھل لائے۔ اب تم اس کلام کے سبب سے جو مَیں نے تم سے کیا پاک ہو۔ تم مجھ میں قائم رہو اور مَیں تم میں۔ جس طرح ڈالی اگر انگور کے درخت میں قائم نہ رہے تو اپنے آپ سے پھل نہیں لا سکتی اُسی طرح اگر تم بھی مجھ میں قائم نہ رہو تو پھل نہیں لا سکتے۔ مَیں انگور کا درخت ہوں تم ڈالیاں ہو جو مجھ میں قائم رہتا ہے اور مَیں اُس میں وہی بہت پھل لاتا ہے۔ کیونکہ مجھ سے جُدا ہو کر تم کچھ نہیں کر سکتے۔ اگر کوئی مجھ میں قائم نہ رہے تو وہ ڈالی کی طرح پھینک دیا جاتا اور سوکھ جاتا ہے اور لوگ انہیں جمع کر کے آگ میں جھونک دیتے ہیں اور وہ جل جاتی ہیں۔

ایذارسانی سے بدعتی منتشر ہوگئے۔ اور دُنیا کے کئی طبقات کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اگر کلیسیا یہ سمجھتی اور یقین کرتی کہ خُدا کی جو محبت ہمارے خُداوند یسُوع مسیح میں ہے اُس سے ہم کو نہ موت جُدا کر سکتی ہے نہ زندگی، نہ فرشتے نہ حکومتیں۔ نہ حال کی نہ استقبال کی چیزیں۔ نہ قدرتیں، نہ بلندی نہ پستی۔ نہ کوئی اور مخلوق تو وہ اپنے قرابتیوں سے محبت کرتے اور اُنہیں محبت کی ڈوریوں سے کھینچتے۔ کیونکہ نہ طاقت سے نہ زور سے بلکہ خُدا کی رُوح میں تبلیغ ہو سکتی تھی۔ ایذا نے مصری قبطی کلیسیا کو متنفر کر دیا اور وہ مسلمان ہو گئے۔ اگر رُومی کلیسیا دُرست تعلیم صحیح طریق سے خُداوند کی محبت اور رُوح میں دیتی تو ناکامی کا منہ دیکھنا نہ پڑتا اور مسیحیت کی خود مختاری میں بربریت کا مظاہرہ اور غلاظت کا اُچھالنا بند رہتا۔ چنانچہ صاف ظاہر ہے کہ رُومی کلیسیا کی تفتیش مسیحیت پر بدنما دھبہ ہے۔ کیونکہ ؎

وقت نے سازِ سکُوں عیش بھی بخشا اکثر ۔۔۔ ہم نے لیکن خلشِ دل نہ کبھی کم دیکھی،
ہم نے انگاروں پہ کھلتی ہوئی کلیاں پائیں ۔۔۔ ہم نے شعلوں پہ مچلتی ہوئی شبنم دیکھی

چودھواں باب

تحریکِ مصالحت

تحریکِ مصالحت پندرھویں صدی کے ابتدائی حصہ میں اہم درجہ رکھتی ہے جس کا نتیجہ سولھویں صدی میں دَورِ اصلاح ہُوا۔ مصالحانہ تصوّرات کو مضبوط تر بنانے کے لئے جنرل کونسلیں پیسا ۱۴۰۹ء، کانسٹنس ۱۴۱۴-۱۴۱۶ء اور باسل ۱۴۳۱-۱۴۴۹ء میں منعقد ہوتی رہیں تاکہ نفاقِ عظیم جو ۱۳۷۸ء میں شروع ہُوا تھا دُور ہو جائے جس کے باعث ایک وقت رُوم اور اَوینیوں میں دو جانشین پوپ مسند نشین ہوتے رہے اور دونوں کا فیصلہ لاخطا سمجھا جاتا تھا۔ دُوسرا سبب بوہیمیا کی ہسانی بدعت تھی جس کا مخرج انگلستانی وکلیف کی تعلیم تھی۔

اس کے علاوہ نیدرلینڈ میں "تحریک گروٹ" کے دیسی زبان میں دُعا اور کلامِ ربانی پڑھا جانا، فیصلہ طلب امور تھے کیونکہ ذمہ دارانِ کلیسیا یہ چاہتے تھے کہ کلیسیا مزید انتشار سے بچ جائے اور کلیسیا میں مصالحانہ اصلاحی ضبط و انصرام پیدا ہو۔ علاوہ ازیں زیرِ بحث اختیار پاپائے رُوم تھا کیونکہ بزرگانِ کلیسیا پاپائے رُوم کے مطلق العنان اختیار کو بھی کم کرنا چاہتے تھے اس لیے ایک صدی پیشتر مارسیلو آف پاڈو نے پوپیت کے آمرانہ اختیار کو غیر قانونی ٹھہرایا تھا اور بتایا تھا کہ صرف جنرل کونسل جس میں خدام الدین و عوام شامل ہوں حتمی اختیار کے حقدار ہیں۔ پوپ چونکہ مذہبی پیشوا ہے اس لیے اُس کو سیاسی رعب و دباؤ سے کنارہ کرنا چاہیئے۔ انگریزی فرانسسکن لیڈر ولیم آف اوکھم نے بھی ایسا ہی خیال پیش کیا تھا۔ پیرس کے دارالعلوم میں اس پر درس دیئے گئے اور مشہور چانسلر جان گرسین ان خیالات کا معاون تھا۔ جان وکلیف نے کلیسیائی کمزوریوں۔ قانون، دستور اور مسائل پر تنقید اٹھائے کر کے اصلاحات تجویز پیش کیں اور مصالحانہ تحریک کو واجب اور قابلِ قبول بنا دیا۔

کونسل پیسا ۱۴۰۹ء (PISA)

اس کونسل میں اسّی ۸۰ بشپ حاضر ہوئے اور اُنھوں نے نفاقِ عظیم کو دُور کرنے کے لئے دونوں حاسد پوپوں کو معزول کر کے اُن کی جگہ ایگزینڈر پنجم کو پوپ منتخب کیا جو جلد ہی مر گیا۔ تب ایک بحری ڈاکو جان تیئسویں ۲۳ کو چنا جو بااثر اور رعب دار انسان تھا۔ لیکن اخلاقِ حمیدہ سے تہی دست تھا۔ وہ اپنی دنیادارانہ حکمتِ عملی سے اپنے حاسد ہمعصر پوپوں بینیڈکٹ سیزدہم اور گریگوری دوازدہم کو دبا نہ سکا سو اب کلیسیا میں دو کی بجائے ایک ہی وقت میں تین پوپ تھے۔ کلیسیا میں بدامنی و غلاظت زیادہ پھیل گئی اور زیادہ شدّت سے اصلاح و مصالحت کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ جان تیئسواں نیپلز کے بادشاہ کے خلاف جنگ لڑ رہا تھا۔ سو اُس نے قیصر سے مدد چاہی لیکن قیصر نے درخواست اس شرط پر منظور کی کہ پوپ ایک جنرل کونسل بلائے جس کا صدر خود قیصر ہی ہو سو مجبوراً سیاسی اُلجھن اور جنگ میں مدد کے پیشِ نظر پوپ نے کونسل بلائی۔

کونسل کانسٹنس ۱۴۱۴ء (CONSTANCE)

یہ کونسل یکم نومبر ۱۴۱۴ء کو شاہ سگسمنڈ کی زیرِ صدارت منعقد ہوئی۔ کونسل میں شامل ہونے والوں کی تعداد ایک لاکھ کے لگ بھگ تھی۔ تیس ۳۰ ہزار گھوڑ سوار باہر سے

آئے تھے۔ اُن میں ۲۹ کارڈینل، ۳۳ آرچ بشپ ۱۵۰ بشپ، ۱۰۰ ایبٹ، ۳۰۰ ماہر دینیات ۱۰۰ ڈیوک وارل، ۲۰۰۰ نواب اور دیگر عوام یعنی تقریباً ۱۸ ہزار نفوس شامل ہوئے۔ اِس کونسل میں دو فریق تھے۔ پہلا فریق چاہتا تھا کہ نفاق عظیم کو ختم کرنے کے موضوع پر صرف گفتگو ہو اور دُوسرا فریق یہ چاہتا تھا کہ پوپ کے مُطلق العنان اختیار کو کم کر کے کونسل کے اختیار کو بلند و بالا کریں۔ گرما گرم بحث کے بعد وکلف اور ہس کی تعلیمات زیرِ بحث لائی گئیں۔ دونوں فریق اِن کی تعلیمات سے خائف تھے لہٰذا کونسل کے لئے یہ لائحہ عمل مقرر ہوا:

۱۔ نفاقِ عظیم کو ختم کر کے اتحاد کا بحال کرنا۔

۲۔ کلیسیا میں اصلاحات کا نفاذ۔

۳۔ غلط تعلیمات کو بدعتیوں سمیت دفع کرنے کی تدابیر

کونسل کے پہلے اجلاس میں طرزِ رائے دہندگی پر جھگڑا ہوا۔ پوپ جان تئیسواں چاہتا تھا کہ ماقبل کونسلوں کی مانند حق رائے دہندگی صرف بشپوں اور ایبٹوں کو ہی حاصل ہو تا کہ توازن قائم رہے اور پاپائیت کے خیال کے مطابق فیصلہ جات ہوں لیکن پیرس کے دارالعلوم کے علماء و حکمائے دینیات نے پیش کیا کہ چونکہ وہ خود تحریکِ مصالحت کے حامی ہیں اس لئے نہ صرف انہیں بلکہ خدام الدین اور عوام کو بھی رائے دہندگی کا حق ہو۔ چنانچہ صدر قیصر سگسمنڈ نے رائے عامہ معلوم کرنے کے بعد فیصلہ دیا کہ بادشاہوں، سفیروں، علماء و حکماء، خدام الدین اور عوام کو بھی رائے دینے کا حق حاصل ہے اور اتنے کثیر انبوہ میں درست رائے لینے میں پیچیدگی کو محسوس کرتے ہوئے اُس نے کونسل کو قوم وار تقسیم کر دیا سو انگلینڈ، اٹلی، جرمنی اور سپین کے نمائندگان علیحدہ علیحدہ اپنے ملک کے ساتھ بیٹھ گئے۔ یہ قرار پایا کہ اگر کسی رائے کو کونسل ممالک کی منظوری حاصل ہو تو وہ منظور سمجھی جائے گی۔ اور یُوں عوام کی رائے کی اُلجھنوں کا ایک حد تک حل ہو جائے گا۔

پوپ جان تئیسواں سمجھتا تھا کہ کونسل اپنے فیصلہ میں حق بجانب نہیں ہے تاہم وُہ خاموش بیٹھا رہا۔ اُسکو اُمید تھی کہ وُہ کونسل میں افراتفری پیدا کر کے اپنے سابقہ وقار کو قائم کر لے گا اور کسی حد تک ہس کی بدعت کی بحث میں ناگفتہ بہ حالت پیدا بھی ہو گئی تھی لیکن صدر نے تمام مشکلات پر قابو پا لیا۔ تب پوپ صاحب نے بھاگنے کی ٹھانی لیکن

وہ گرفتار کر لیا گیا اور اُسے معزولی کا حکم سُنا دیا گیا۔ روم کے پوپ گریگوری بارہویں کو بھی معزول کیا گیا لیکن اُس نے اِس فتوے کو قبول کر لیا۔ اویغون کے پوپ نے معزولی کے فتوے کو سُننے سے ہی انکار کر دیا لیکن چُونکہ کونسل میں اُس کا کوئی مددگار نہ تھا لہٰذا اُس کے انکار سے درگذر کیا گیا۔ تب اِس کشمکش کے بعد کونسل نے مارٹن پنجم کو پوپ مقرر کیا اور یُوں بعد وجہد میں نفاقِ عظیم کو ختم کیا۔

کلیسیائی اصلاحات کی طرف کونسل نے توجہ دی اور کلیسیائی نظام۔ کارڈینل۔ پاپائی اختیارات، مغفرت نامہ۔ پوپ کی حاصلات و محصُولات پر غور کیا گیا۔ ۱۴۱۷ء میں کونسل نے فرمان جاری کیا کہ پہلی کونسل پانچ سال بعد۔ دُوسری سات سال بعد اور تیسری دس سال کے بعد ہو۔ نیز ہر دس برس کے بعد کونسل منعقد ہو۔ اگر کونسل کے حکم سے شرکا بلائے جائیں گے تو اُس کا اختیار خود بخود پوپ سے بالاتر متصوّر ہو گا۔ پوپ مارٹن پنجم نے نومبر ۱۴۱۷ء میں جنرل کونسل کا اختیار اعلیٰ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور اعلان کیا کہ کلیسیائی اصلاحات کی تمام ذمہ داری اُس کو دے دی جائے - - - - - - - - -

- -

گرسن اور اسکی جماعت نے کہا کہ اِس اعلان کی قبولیت کونسل کے تمام فیصلہ جات کو منسُوخ کرتی ہے اور پوپ مارٹن پنجم کے انتخاب کو بھی چُونکہ شرکائے کونسل تھک گئے تھے اور وہ جلد اپنے گھر جانا چاہتے تھے اِس لئے اِس توضیح پر غور و بحث نہ ہو سکی۔ یہ کونسل عالمگیر کونسل تھی۔ اور اِس پر پیرس کے دارالعلوم کے علما کا رنگ غالب تھا اس لئے بحث میں ملکی و قومی مفاد ٹکراتے رہتے تھے۔ آخر کار پوپ مارٹن نے کلیسیائی اصلاحات کا مسودہ مختلف اقوام کے غور و خوض کے لئے دے دیا۔ چنانچہ کونسل ۱۴۱۸ء میں برخواست ہو گئی کونسل نے مادری زبان میں کتاب مقدّس پڑھنے کا فیصلہ دے دیا۔ گرسن اور ڈی ایلی اِس فیصلے سے اتفاق نہ رکھتے تھے کیونکہ وہ سوچتے تھے کہ لوگ غلط ترجمہ کریں گے اور کتاب مقدّس عام ہاتھوں میں جا کر بے عزت ہو گی۔ اُنہوں نے کہا کہ قیمتی موتی سوروں کے آگے نہ ڈالنے چاہئیں کیونکہ وہ دُنیوی طور پر مسائل دین کو سوچیں گے اور بہتر اخلاقیات سے ناآشنا ہوتے ہوئے اپنی کوتاہ عقلی و کور باطنی کے باعث بدراہ ہو جائیں گے تب کونسل نے فیصلہ دیا کہ یہ کتاب مقدّس ہر خاص و عام کے لئے نُور اور رحمت۔ ہے جہاں کہیں بھی

یہ جائے گی برکت کا باعث ہوگی۔

ہس کی تعلیمات پر کونسل میں بحث ہوئی۔ ایگزینڈر پنجم نے بشپ آف پراگ کو حکم دیا کہ وہ ہر صورت سے ہس کی بدعت کو دفع کرے چونکہ ہس کی تعلیمات کا مدار وکلیف پر تھا اِس لئے وکلیف کی کُتب پراگ کے چوراہے میں جلا دی گئیں اور ۱۴۱۳ء میں رُوم میں ہس کی کُتب پُھونکی گئیں۔ تب ہس کو کونسل میں جواب دہ ہونے کے لئے بلایا گیا لیکن اُس نے جواب دہی سے انکار کر دیا چنانچہ حکم جاری ہُوا کہ ہس پیش ہو کر یہ بتائے کہ اُس نے پوپ جان تئیسویں کے مغفرت ناموں کو پراگ میں سر بازار کیوں جلایا تھا؟ ہس شاہ سگسمنڈ کے وعدہ حفاظت پر چلا آیا اور بحث سے اپنے خیالات کا ثبوت دینے کو تیار تھا لیکن کونسل نے اُس کو بدعتی ٹھہرا کر تفتیش شروع کر دی۔ ہس کو معلوم ہُوا کہ اُسکی رہائی ناممکن ہے تب اُس نے چٹھی لکھ کر بند کر دی اور ہدایت دی کہ میری موت کے بعد اِس کو کھولا جائے۔ شاہ سگسمنڈ کارڈنیل ہس کو بچا نہ سکتا تھا۔ اگر وہ اُس کی حمایت کرتا تو تمام کونسل اُس کے خلاف ہو جاتی۔ اِس لئے اُس نے خاموشی بہتر سمجھی اور نفاق کو دُور کرنے کے لئے ہس کو قربان ہونے دیا۔ قانونی طور پر ہس شبہ میں بلایا گیا تھا اور ایسے شخص کی اُسوقت تک رہائی مشکل تھی جب تک کہ وہ شک وشبہ کو رفع نہ کرے لیکن اُس کو یہ موقع عطا نہ ہُوا۔ کونسل نے پُوچھا کہ کیا تُو الزامات کو رد کر سکتا ہے۔ ہس نے جواب دیا کہ الزامات تعلیمات کو غلط سمجھنے کی بنا پر پیدا ہوئے ہیں۔ شاہ سگسمنڈ نے کہا کہ یہ تعلیم معصومیت خطرناک ہے کیونکہ "کوئی انسان بے گناہ نہیں ہے" پیدائش ۸: ۲۱، ایوب ۱۵: ۱۴، زبور ۱۴: ۲، ۵۱: ۵، ۶۲: ۹، امثال ۲۰: ۹، رُوم ۳: ۱۰، ۱ یوحنا ۱: ۸، ۵: ۱۹۔ لیکن چُونکہ ہس اپنے معصومیت کے عقیدہ کو چھوڑتا نہ تھا اِس لئے اُسپر فتوےٰ لگایا گیا۔ اُس نے شاہ سگسمنڈ کو کہا "اے شاہ! مَیں نہیں چاہتا کہ میں خُدا اور اُس کی رُوح کو دھوکا دُوں"۔ اور اپنی خفیہ چٹھی میں اُس نے لکھا "بے شک میرے لئے یہ بہتر ہے کہ مَیں مر جاؤں بہ نسبت اِس کے کہ مَیں عارضی سزا سے بچنے کے لئے بھاگ جاؤں اور خُدا کے ہاتھوں میں پڑوں جو ہولناک اور ابدی آگ اور میرے لئے باعث شرم ہے۔ مَیں نے خُداوند یسُوع سے عرض کی ہے اور اپنا مقدمہ اُس کے ہاتھ میں دے دیا ہے۔ اِس لئے اب مَیں اُس کی عدالت اور فتوےٰ کا منتظر ہوں یہ سمجھتے ہُوئے کہ وہ ہر شخص کا انصاف جھوٹی گواہی

پر نہیں بلکہ راستی سے کرے گا۔" کونسل نے ہس کو خادم الدین کے عہدہ سے برطرف کر دیا اور کانسٹنس کی فصیل کے باہر ۶ جولائی ۱۴۱۵ء کو آگ کے شعلوں میں بھسم کر دیا۔ وکلف کی تعلیمات بدعتی قرار دی گئیں اور اسی طرح جیرم کو بھی ۱۴۱۶ء میں پیراگ میں جلا دیا گیا۔

اِس کونسل سے عوام کو بہت اُمید تھی کہ اِس سے کلیسیائی اصلاحات ہونگی۔ اگرچہ نفاقِ عظیم تو جاتا رہا تو بھی مغفرت ناموں کی فروخت اور کلیسیا میں بد اخلاقی و بدرسومات قائم رہیں کیونکہ کونسل نے یہ کام پوپ کے سپرد کر دیا تھا۔ اصلاحات کے بانی بڑے جوش سے کام کرنے لگے۔ ہس اور جیروم تو جلائے گئے تاہم آگ نے بدعتیوں کے حوصلے بلند کر دیئے تھے۔ بوھیمیا میں مذہبی جنگ ہونے لگی جہاں زسکا کی سرکردگی میں پانچ مذہبی جنگیں لڑی گئیں جنکو باسل کی کونسل نے بوھیمیا کی پاک شراکت میں "شرطِ پیالہ" کو تسلیم کرنے سے بند کیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کر لیا کہ پوپ کلیسیا کا سردار ہے۔ اور اُس کا فتویٰ تسلیم کرنا ہم پر واجب ہے۔

کونسل باسل ۱۴۳۱-۱۴۴۹ء

(BASEL)

یہ کونسل باسل کے مقام پر منعقد ہوئی۔ لیکن پوپ نے یہ جانتے ہوئے کہ اصلاح پسند جماعت مجتمع ہے اور ہس کی بدعت کو فوجی زور سے بھی دبایا نہیں جا سکتا۔ یہ رائے قائم کی کہ بدعت تلوار سے نہیں بلکہ براہین بائبل سے دفع کرنی چاہیئے۔ پوپ خائف تھا اور چاہتا تھا کہ کونسل پویا اور سینا میں ہو۔ لیکن کونسل کو لازماً ۱۴۳۱ء میں باسل میں منعقد ہونا ضرور تھا۔ پوپ مارٹن پنجم نے ایلپس کے پار کارڈینل قیصرینی کی زیرِ صدارت کونسل کے انعقاد کا اشتہار دے کر لوگوں کو ہراساں تو کر دیا۔ تاہم کونسل باسل ہی میں منعقد ہوئی۔ تب پوپ کے رُوبرو یہ رائے پیش ہوئی کہ رائے دہندگی اقوام کے لحاظ سے نہ ہو بلکہ مجمعِ عامہ سے ہو۔ کونسل نے اپنے آپ کو چار حصّوں میں تقسیم کر لیا۔ ایک کے ذمہ ہساٹ بدعت تھی دُوسرے حصہ مسائلِ ایمان تیسرے کے حصہ میں اصلاحاتِ کلیسیا اور چوتھے کی ذمہ داری میں اُمورِ عامہ تھے۔ کونسل نے بوھیمیا کے دونوں اجزا میں پاک شراکت کے مسئلہ پر پڑے ڈوکر پر تین ماہ تک بحث کرتا رہا۔ تب کونسل نے پراگ کی عدالتِ عالیہ سے مشورہ لیا۔ اور قیصر بنی کی مدد سے بوہیمیا اور موریویا کو دونوں اجزا میں پاک شراکت لینے کی اجازت مل گئی۔ ہساٹ تو خاموش ہو گئے لیکن آزادانہ تجاوز پسند گروہ ویسا ہی رہا۔



”بدعت تلوار سے نہیں بلکہ کلام ربانی کی دلائل سے دفعہ کرنی چاہئے“ کونسل باسل

کونسل نے مشرقی کلیسیا سے صلح کرنی چاہی لیکن کاوش بے کار تھی کیونکہ مشرقی کلیسیا کے بزرگ خود پوپ سے مذاکرات کرنے کے خواہشمند تھے جسے وُہ نہ چاہتا تھا۔ اس لئے معاملہ بگڑ گیا۔ دُوسرے برس کونسل اور پوپ میں نفاق پیدا ہوگیا اور مصالحت جو قیصر نے دسمبر ۱۴۳۳ء کو کونسل سے نکل گیا۔ ۱۴۳۸ء میں کئی ذمہ دار اشخاص کونسل فرارا میں چلے گئے جہاں پوپ نے مشرقی کلیسیا کے نمائندوں کو مزید مذاکراتِ مصالحانہ کے لئے طلب کیا تھا۔ ادھر باسل میں کونسل جاری رہی اور باقی شرکاء نے ایک "مخالف پوپ" چن لیا چنانچہ شاہ فریڈرک سوم نے اپنے قاضیوں کو حکم دیا کہ کونسل ختم کر دی جائے سو ۱۴۴۹ء میں مشرقی کلیسیا سے صلح کئے بغیر یہ کونسل ختم ہوگئی۔

تمام کونسلوں پر نظر ڈالتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ اِن میں مسائل و رسوم پر خاص بحث ہوئی اور لیٹرن کی چوتھی کونسل ۱۲۱۵ء میں مسئلہ تبدیلئے عناصر مقرر ہوا۔ کانسٹنس کی کونسل ۱۴۱۴ء نے عام جماعت کو پیالہ دینا بند کر دیا تھا۔ فلورنس کی کونسل ۱۴۳۹ء نے مسئلہ اعراف کا فتوےٰ دیا اور آخرکار کونسل ٹرنٹ نے نکایاہ کے عقیدہ کیساتھ سات ساکرامینٹ۔ تبدیلئے عناصر۔ اعراف۔ مقدسین سے دُعا اور بُتوں کی پرستش کی منظوری مشتہر کی۔

اگرچہ یہ کونسلیں عالمگیر کہلاتی ہیں لیکن اِن میں مشرقی کلیسیا کے نمائندے نہ کبھی شامل ہوئے اور نہ اُنہوں نے کسی مسئلہ و رسم کو منظور کیا اس لئے اِن کونسلوں کو جو مغربی کلیسیا کی کونسلیں تھیں عالمگیر اختیار کا حق نہیں پہنچتا کیونکہ متذکرہ بالا مسائل و رسوم میں سے ایک بھی کتب مقدّس کے مطابق نہیں ہے بلکہ وُہ کلامِ ربانی کے خلاف نظر آتے ہیں۔ اِس لئے ہم حق بجانب ہیں جب یہ کہتے ہیں کہ جنرل کونسلوں نے پوپ کے ساتھ مل کر بھی غلطی کی ہے۔ اور اُنہوں نے مصلحین اور کونسلوں کی آواز اور جذبہ کو نہ پہچانا۔ اِس لئے کلیسیا میں اصلاح تو ہو ہی رہی تھی لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اصلاح بغاوت کے زیرِ تحت ہو رہی تھی۔ شکر یہ ہے کہ کونسلیں مابعد زمانہ میں کلیسیائی تنظیم اور عقائد کا وسیلہ بن گئیں ہیں۔ اور اِن کے وسیلہ سے درست عقائد و رسوم معین کئے گئے ہیں تاکہ کلیسیا بڑھے اور ترقی کرے اور مسیح خداوند کا بدن بے داغ ہو کر جلال پائے۔

پندرھواں باب

انوارُ الادبؔ

ادبی نُور کی شعاعیں اٹلی سے چمکیں اور پندرھویں و سولھویں صدی میں اُنہوں نے تمام یورپ کو مُبتلا کر دیا۔ انوارُ الادب دورِ اصلاح کا اعلیٰ سبب تو نہ تھا لیکن دینی اصلاحات کے ساتھ مِل کر اِس نے بھی اصلاح کا ڈھنڈورا پیٹا کیونکہ جب رُومی سلطنت مسیحی ہو گئی تو کلیسیا کا ذہن تعلیم و ادبیات سے تہی دست تھا۔ وُہ یہ نہ سوچتی تھی کہ پاسبان کو ادبی دُنیا میں بھی مایۂ ناز ہستی ہونا ضروری ہے اور چاہیئے کہ وُہ لمحاتِ فرصت میں لاطینی ادبیات کا مطالعہ کر کے جائزہ لے کہ اِن میں کتنی باتیں سچی ہیں۔ کتنی باتیں شرافت کی ہیں۔ کتنی باتیں واجب ہیں۔ کتنی باتیں پسندیدہ ہیں۔ کتنی باتیں دلکش ہیں اور کتنی باتیں نیکی اور تعریف کی ہیں۔ وُہ ادبیات پر غور نہ کرنا چاہتے تھے کیونکہ کلیسیا یونانی و لاطینی دیومالا اور اصنام پرستی سے خائف تھی۔ لاطینی و یُونانی دیوتاؤں کے گیت پسندِ عام تھے۔ اِس لئے ڈر تھا کہ مسیحیت رُومی صنم پرستی اور رُومی اخلاقیات میں جذب نہ ہو جائے لیکن مسیحیت کی اصل و نسل عبرانی تھی اور نجات یہودیوں سے تھی اِس لئے یہودی علم الاخلاق میں جو تصورِ خدا۔ گناہ نجات اُمید و وعدہ اور آئندہ زندگی کا تھا وُہ اصنام پرستی اور لاطینی و یُونانی دیومالا سے کوسوں دُور تھا۔ علم الٰہیات کے تخیلات میں رابطہ و اتحاد ناممکن تھا۔ تو بھی جب زمانۂ سلف کے ادبی نور کی شعائیں چمکیں تو اُنہوں نے مسیحیت کو دُنیا میں مستحکم ہونے کے لئے خُوب مدد دی۔ مسیحی نئی توجیہات اور اصلاحات وضع کرنے لگے تاکہ فلسفہ و صنم پرستی کا جواب دے سکیں یُوں نو زادگی علم و ہنر کی بنا پڑی کُتب مقدسہ چونکہ ایسی زبان میں تھیں جنکو عوام نہ جانتے اور نہ سمجھتے تھے اس لئے لازم سمجھا گیا کہ ہر زبان میں ترجمہ ہو تاکہ بحث و تمحیص ہو سکے اور انوارُ الادب کی تنقید اعلےٰ نے مسیحیت کو آگ میں ڈال کر کندن بنا دیا۔ مسیحیت علم الادب میں چمک اُٹھی۔ ہر جگہ اُس نے اپنا گھونسلہ بنا لیا تب بھی بعض راہب جلانے

اور مذہبی دار العلوم اس نئی جدت پسندی۔ طبع آزمائی اور تنقید سے کنارہ کش رہے اور اسے بدعت سے کم اہمیت نہ دیتے تھے۔

تجدید علم و ادب (REVIVAL OF LEARNING)

تجدید علم و ادب نے ۱۴۹۰ء تا ۱۵۱۷ء کلیسیا پر اثر ڈالا عوام میں یونانی علم و ادب پڑھنے کا شوق پیدا ہو گیا اور لاطینی اصنام پرستی کو نظر انداز کیا جانے لگا اور چوتھی صدی عیسوی کے ادب۔ فنون و لطائف کو از سرِ نو تازہ کر دیا گیا مثلاً۔

۱۔ یونانی بہادروں کے شاہکار۔

۲۔ یونانی ڈرامے۔

۳۔ انگریزی ڈرامے۔ شیکسپیئر کی تصنیفات۔

۴۔ رافیئل کی مصوری۔

۵۔ امریکہ کی معلومات۔

۶۔ علم الاراضی۔ علم الطبیعات اور جدید سائنس۔

۷۔ ارسطو و افلاطون کی کتب۔

۸۔ معذرت نامے

تمام سابقہ علم و ادب اور رُومان کو صفحۂ اول میں لانے اور پڑھنے کا مطلب یہ تھا کہ بشریت کی فضیلت کو ظاہر کیا جائے کیونکہ زمانۂ وسطیٰ میں آدمی دُنیا سے بھاگ کر راہب خانوں میں پناہ گزین ہو چکے تھے لیکن اب یہ خیال ادبیات سے پیدا کیا جا رہا تھا کہ دُنیا میں ہر چیز بُری نہیں اور بہترین اشیاء سے محبّت کرنا آدمی پر فرض ہے۔ اِنسان دُنیا میں رہ کر اپنی رُوح میں آسمان کی تجلیات میں پرواز کر سکتا ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ آدمی دُنیا میں آدمیت پسند ہو۔ دُنیا راہبوں کا قید خانہ نہیں ہے جس کی [illegible] سے ہی رُوح صرف آسمان کی طرف جھانک سکتی ہے۔ اور نہ ہی زندگی کا خط [illegible] کے جال میں پھنسانا ہے۔ جب تک انسان کی رُوح خُدا کی تیعدار۔ اور اُس کے ہاتھ میں ہے، دنیا اور راہب خانہ اُس کے لئے مساوی ہے۔

یہ نئی جدت طبع علم و ادب کے مطالعہ و شوق سے پیدا ہوئی۔ ماقبل زمانہ میں توہمات جہالت اور گوشہ نشینی کی گھنگھور گھٹاؤں نے ادبیات کو اپنی گہری تاریکی میں چھپائے رکھا

تھا کیونکہ بارہویں صدی میں ادبیات کی نسبت تصوّرِ زمانہ کا پتہ آکاسن اور نیکولٹ کے
شاہکار سے چلتا ہے جس میں آکاسن کو کہا گیا ہے کہ اگر وُہ محبّت و بیاہ میں نیکولٹ سے
وابستہ رہا تو وُہ جہنم کی آگ میں ڈالا جائے گا۔ آکاسن نے جواب دیا کہ میں جہنم میں ضرور
ڈالا جاؤں گا کیونکہ وہاں ضعیف فادر اپاہج فرائر بھی ہوں گے جو ہر صبح و شام خانقاہوں میں
دُعا مانگتے رہتے ہیں لیکن وُہ جو پھٹا پرانا چوغہ پہنتے ہیں مرقع پوشاک۔ برہنہ پا اور کانپتے
ہوئے اپنے زخموں بِیں دکھاتے پھرتے ہیں اور بھوک پیاس اور دُکھ میں مر جاتے ہیں وُہ ضرور
بہشت میں داخل ہوں گے لیکن مجھ دُنیادار کو اُن سے کیا واسطہ۔ جہنم اگر میرے لئے ہے تو
کیا دُنیادار نہ فادر، نواب، سُورما اور اُمرا سب جہنم میں نہ جائیں گے؟ میں بھی اُن کے ساتھ
جاؤں گا۔ گو خُداوند کو تو نہیں لیکن اپنی دُنیوی محبوبہ کو تو دیکھوں گا۔ وہاں سونا۔ چاندی اور
دولت جائے گی۔ وہاں شاہانِ زمانہ ہوں گے۔ گویّے خوش الحانی سے گائیں گے۔ ہر چیز
رقص و سرور میں ہوگی اور میں اپنی محبوبہ نکولیٹ کے ساتھ ہوں گا۔" اس خیال بالا سے
صاف ظاہر ہے کہ رہبانیّت کا بہت زور تھا۔ راہب خانہ کی چار دیواری میں داخلہ ہی
بہشت میں داخلہ سمجھا جاتا تھا۔ بشرّیت اور کردار سے اُن کو دُور کا واسطہ نہ تھا اور دُنیا
کی محبوب ترین اشیا انہیں گھونی نظر آتی تھیں۔ لہٰذا نئی علم و ہنر نے توہم کے بادلوں کو
پھاڑ دیا اور ادبیات سے بشریت کے نُور پھوٹ نکلے۔ جہالت اور اوہام پرستی کے
خلاف نعرے بلند ہونے لگے۔ رسومات کی تجارت کی آمدنی جاتی رہی۔ مقدّسین سے دُعا
تبرکات کی عزّت۔ مغفرت نامے اعراف۔ مردوں کے لئے دُعا سے روپیہ کمانا جاتا رہا
نہ صرف مرحوم مقدّسین سے بلکہ زندہ مقدّسین سے بھی دُعا کی جاتی تھی۔ شاہ ہنری دوم نے
طوفان کے موقع پر مقدّس ہفتہ کے ثواب کے ذریعہ سے دُعا مانگی۔ انوار الادب کے
علماء اس اجارہ داری دھینگہ داری پر مضحکہ خیز جرائد لکھنے لگے۔ انہوں نے لکھا کہ امیر شخص
نے تو روپیہ دیکر گناہوں کی معافی لے لی۔ اور اُسے نجات بھی حاصل ہوگئی۔ وُہ روپیہ کے
وسیلہ سے اعراف کی اذیّت سے بھی بچ گیا۔ لیکن غریب کیا کرے اور کیا نہ کرے؟ کیا
مادیّت روحانیّت کو خرید کر سکتی ہے۔ (اعمال ۸: ۹ا) اس سے ظاہر ہے پطرس نے شمعون
سے کہا تیرے روپے تیرے ساتھ غارت ہوں اس لئے کہ تُو نے خُدا کی بخشش
کو روپیوں سے حاصل کرنے کا خیال کیا۔ تیرا اس امر میں نہ حصّہ ہے نہ بخرہ کیونکہ تیرا

دل خُدا کے نزدیک خالص نہیں۔ پس ابھی اس بدی سے توبہ کر اور خداوند سے دُعا کر کہ شاید تیرے دل کے اس خیال کی معافی ہو۔ یہ تفسیرات سُن کر اُمرا جو اپنی دولت کو راہبوں میں تقسیم کر دیتے تھے تا کہ راہب ہر روز اُن کے جسم اور رُوح کے لئے دُعا مانگتے ہیں تاکہ اُنہیں قبر داعراف میں دُکھ وا ذیت نہ پہنچے دُور ہٹ گئے اور خود مغفرت ناموں کی تجارت کرنے والوں پر نوک جھونک شروع کر دی۔

انوارالادب نے رہبانیت کی ریاضت پر بھی کاری ضرب لگائی۔ عوام ہر جمعہ لینٹ کے ایام، النجا کے یُوم اور مقدسین کے دنوں میں روزہ رکھتے تھے۔ عام زندگی میں وُہ گوشت سے پرہیز کرتے اور سادہ خوراک کھاتے تھے۔ وُہ بدن کو دکھ دیتے تھے تاکہ جسم سے شیطان کے سب کام اِس خراب دُنیا کی دھوم دھام اور واہیات باتیں نکل جائیں لیکن بدی کا خمیر تو دل کے تاریک حفظ کونے میں رہتا تھا جب تک کہ دل حرکت کرتا تھا۔ اُس کے نکالنے کے لئے تو پاک رُوح کی ضرورت تھی جو زندگی کو یکسر بدل سکتا تھا اور جس سے وُہ نا واقف تھے۔ وُہ بکلف راہبانہ ریاضت سے علیحدہ ہو گیا اور تجدید علم و ادب سے جو رہبانیت اور ریاضت کے خلاف تحریک پیدا ہو گئی۔ اُس نے حد سے تجاوز کر کے اپیکیوریس (EPICURIOUS) کی صورت اختیار کی اور عوام میں فلسفۂ حیات کو زندہ کر دیا اور طریق زندگی کے اعلےٰ مقصد کو نمایاں کر دیا۔

انوارالادب نے بداخلاقی کا سدّباب بھی کیا۔ عوام کو تجرد انہ زندگی بسر کرنے کی ہدایت کی جاتی تھی۔ لیکن اِس اہم زندگی کے لئے دوست تیاری نہ کی جاتی تھی۔ اِس لئے بعض مجرّد راہبوں میں بدکرداری عود آئی۔ وُہ قدرتی ملکہ تخلیق کو دبا نہ سکے اور حرامکاری کے کام شروع کر دیئے۔ راہبانہ حرامکاری اٹلی میں ضرب المثل محاورہ بن گیا۔ راہبانہ دبخوانہ نظام مسیحیت کیلئے لعنت کا باعث بن گیا۔ ناپسندیدہ اشخاص سے راہب خانے بھرپور ہو گئے۔ بچہ کشی اور اسقاط عمل عام ہو گیا۔ خانقاہیں ازمنہ وسطیٰ میں بداخلاقی کا گہوارہ بن گئیں۔ بعض کارڈینل جو باز تھے شکار تعلیمن میں داخل ہو گیا۔ رشوت عیاشی و عشق حد سے تجاوز کر گئے۔ راڈرِریگو بورگیا ۱۴۹۲ء میں پوپ الیگزینڈر ششم کے نام سے مقدس پطرس کا جانشین ہُوا۔ یہ پورے درجہ کا عیاش اور لفنگا۔ عشق میں مدہوش شخص تھا۔ زر کثیر رشوت دیکر اس نے اس مقدس گدی کو حاصل کر لیا۔ گدی کا حصول روپیہ طلب کرتا تھا

نہ کہ اخلاق اور مسیحانہ طبیعت۔ بد چلنی عام ہو گئی۔ اس لئے جرمن عالم نواب نے حالات سے
دل برداشتہ ہو کر ایلگذینڈر جیسے وحشی مزاج پوپ کو لکھا کہ ہم تو تُحاڈے واسط پر بھروسہ
رکھتے ہیں جو ہر قسم کے گناہ کی خواہ وُہ چوری ظلم۔ تکبّر۔ شان و شکوہ تخجرؔ کا غلط استعمال
اور رشوت ہو۔ ضرور سزا دے گا۔ اِن گناہوں کے باعث ہماری کلیسیا اور مذہب لڑکھڑا
رہا ہے۔ مسیحی بدنام اور بے عزّت ہو رہے ہیں جب تک تُو اور تیرا بیٹا قیصر بورگیا۔
(CESARE BORGIA) مسیح خداوند کا خلیفہ ہو کر رُوم میں رہو گے اور تمہارے فیصلے
لاخطا سمجھے جائیں گے تو کلیسیائی حالت بدچلنوں کی وجہ سے ابتر ہوتی جائیگی"۔ ادبیات نے یُوں
کلیسیا کے خوابیدہ جذبات کو مشتعل کیا تاکہ وُہ بداخلاقیوں اور بدعنوانیوں کا قلع قمع کریں۔
الوارِالادب کا حامی پوپ نکولس پنجم ۱۴۴۷-۱۴۵۵ء میں تھا۔ اُس کو کیا علم تھا کہ ادبیات
کا نُور اُن کی زندگی کے لئے بلا ہو گا اور جس دنیا کی اب وُہ تخلیق کر رہا ہے اُس میں اُس کو
جگہ نہ مل سکیگی۔ اس کے وسیلے سے نو زادگی علم و ہنر کی لہر قسطنطنیہ میں ۱۴۵۳ء میں شکست
سے قبل زیادہ مضبوط ہو گئی کیونکہ یُونانی شاہ مینو ئیل دوم نے ۱۴۰۰ء میں مشرقی سلطنت
کے دفاعی انتظامات کے لئے دورہ کیا تو وُہ انگلستان بھی پہنچا۔ ہنری چہارم جو ملکی اخراجات
کے بوجھ تلے دب رہا تھا مدد نہ دے سکا۔ تب بھی کچھ ایام شاہ مینوئیل نے کنٹربری میں
گذارے۔ وُہ آرچ بشپ سے ملا۔ اور اپنے طرزِ طریق پر دُعا و عبادت کرتا رہا۔ لُولارڈ
نے دیکھا کہ شاہ مینوئیل کے سرکاری پادری اپنی مادری یُونانی زبان میں روزانہ پاک عشا کی
ترتیب پڑھتے ہیں اور اُس میں اُمرا و شرفا بھی عبادت کے طور پر حصّہ لیتے ہیں۔ تب لُولارڈ
نے ماہ جنوری میں شاہ ہنری چہارم سے درخواست کی کہ اُن مادری زبان میں کتاب مقدس
پڑھنے کی اجازت سرکاری طور سے دے۔ بادشاہ ہنری نے یُونانی پادریوں سے
سوال کیا کہ کیا تمہارے اَن پڑھ اور عام لوگ مقدس انجیل کو سمجھتے ہیں؟ کیا وُہ خواندہ لوگوں کے
ساتھ مل کر آیات دُہرا سکتے ہیں؟ اُنہوں نے کہا کہ نہیں۔ کیونکہ کلامِ ربّانی ایسی زبان میں ہے
جو عام بولی سے فرق ہے؟ اور جب تک عام بولی میں ترجمہ نہ ہو سمجھ نہیں آسکتی۔ شاہ ہنری
نے یہ جواب سُن کر اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ مشرق و مغرب کا نفاق تا ہنوز قائم
تھا۔ مشرقی کلیسیا چاہتی تھی کہ نفاق دُور ہو جائے۔ بادشاہ تو دورہ کر رہا تھا لیکن یُونانی
ہنری یارک نے کونسل فرارا ۱۴۳۸ء میں نمائندے بھیجے تاکہ کچھ فیصلہ ہو اور سیاسی

مدد مل جائے لیکن طاعون کے پھیلنے کے باعث کونسل فلورنس میں ہوئی۔ پوپ صدر تھا۔ زیر بحث مسئلہ خمیری یا بے خمیری روٹی تھا یا مسئلہ اضطرف۔ یونانی نمائندوں نے تمام باتیں قبول کرلیں چنانچہ اتحاد کا معاہدہ لکھا گیا لیکن یونانی کلیسیائے ادبیات و اخلاقیات اور مسیحی کردار کی روشنی میں اس معاہدہ کو غداری سے تعبیر کیا سو نفاق قائم رہا اور مدد نہ لی۔

تجدید علم وادب کے زمانہ میں یونانی پیٹری یارک قسطنطنیہ کے حملہ کے بعد بھی قائم رہے۔ اگرچہ ایا صوفیہ مقدس صوفیا کا گرجہ مسیحیوں کی تحویل میں تھا اور دیگر گرجے مسجدوں میں تبدیل کردیئے گئے تھے تاہم سلطان محمد دوم نے اجازت دی کہ پیٹری یارک متعین رہیں بالآخر ترک حاکموں نے مسیحی کلیسیا کو اقلیت بنا کر غلام بنالیا۔ مسیحیت مفتوح مذہب بن گیا۔ یہ دیکھ کر یورپ میں پائیس دوم نے ۱۴۶۴ء میں صلیبی جنگ کی راہنمائی کی۔ اور آنکونا میں وہ مارا گیا۔ اب شکست اور خاموشی کے سوا اور کیا چارہ تھا بہرحال کوئی سلطنت، اختیار، طاقت انوار الادب کی اٹھتی ہوئی چنگاریوں کو بجھا نہ سکی۔ ادب کے نور کی چنگاریوں نے دنیا کو نورانی بنادیا۔ اب ان منتقل مشعلوں پر سلسلہ وار غور کریں۔

آرنلڈ برسیا
(ARNOLD BRESCIA)

آرنلڈ برسیا بارہویں صدی کے ابتدائی زمانہ میں شہر لمبارڈی میں پیدا ہوا اور پیرس کے دارالعلوم میں مشہور فلسفی پیٹر ایبے لارڈ (PETER ABELARU) سے تعلیم حاصل کی۔ آرنلڈ کا اخلاقی چلن پاکیزہ اور خیالات شستہ تھے لیکن مقدس برنارڈ کلیر وکس جو پوپ کا حامی تھا اُس کو اچھے نہ لگتے تھے۔ اس لئے راہب برنارڈ اُس کی پاکیزگی پر تو فریفتہ تھا لیکن پوپ و کلیسیائی نظام کے خلاف خیالات کا مخالف تھا۔ آرنلڈ نے پیش کیا کہ کلیسیا کا کام رُوحانی ہے۔ اِس لئے کلیسیا کے ناظموں اور کارگزاروں کے پاس کوئی جاگیر یا غیر منقولہ دولت نہیں ہونی چاہیئے۔ کیونکہ دنیوی اشیا کی دیکھ بھال رُوحانی کام میں رکاوٹ ہے اور نہ ہی کوئی دنیوی یا سرکاری اختیار و درجہ ہو کیونکہ ان سے تکبّر پیدا ہوتا ہے اسلئے چاہیئے کہ ناظموں و خادموں کی زندگی یسوع مسیح خداوند کے نمونہ کے مطابق ہو جیسا کہ متی ۲۳: ۶ سے عیاں ہے۔ کہ "تم ضیافتوں میں صدر نشینی اور عبادت خانوں میں اعلٰے درجہ کی کرسیاں، بازاروں میں سلام اور آدمیوں سے ربّی کہلانا پسند کرتے ہو۔ مگر تم ربّی نہ کہلاؤ کیونکہ تمہارا

اُستاد ایک ہی ہے اور تُم سب بھائی ہو۔ اور زمین پر کسی کو اپنا باپ نہ کہو کیونکہ تُمہارا باپ "فادر یا پادری" ایک ہی ہے جو آسمانی ہے۔ اور نہ تُم ہادی کہلاؤ کیونکہ تُمہارا ہادی ایک ہی ہے یعنی مسیح۔ لیکن جو تُم میں بڑا ہو وُہ تُمہارا خادم بنے اور جو کوئی اپنے آپ کو بڑا بنائے گا وُہ چھوٹا کیا جائے گا اور جو اپنے آپ کو چھوٹا بنائے گا وہ بڑا کیا جائے گا۔" آرنلڈ کی راہنمائی و تبلیغ نے بہت سے ہم خیال شاگرد بنا لئے لیکن چونکہ زمانہ دُنیوی طاقت و نظامت کا زمانہ تھا اس لئے برنارڈ نے ایسے خیالات کو سرکاری طاقت سے ہمیشہ کی نیند سلا دیا۔

۱ پیٹر والڈو (PETER WALDO)

پیٹر والڈو لائنز (LYONS) شہر کا متموّل تاجر تھا مقدس فرانسسس آسیسی (ST. FRANCIS OF ASSISI) کی مانند اُس نے سوچا کہ کامل زندگی بسر کرنے کے لئے "خاتون غربت" سے شادی کرنا ضروری ہے۔ اِس نے اپنا سب کچھ بیچ دیا اور دولت بانٹ دی۔ ناخواندہ لوگوں کا گروہ اُس کے پیچھے ہو لیا۔ سو اُنھوں نے بازاروں و گلی کوچوں میں منادی کرنی شروع کر دی۔ چونکہ یہ ناخواندہ تھے۔ اِن کی بشارت میں بدعت کا احتمال تھا۔ اس لئے ۱۱۷۶ء میں آرچ بشپ نے پیٹر والڈو کو ہدایت کی کہ وُہ علانیہ منادی نہ کرے۔ پیٹر والڈو کو امتناعی حکم سے صدمہ پہنچا اور رُوما میں پوپ کے ہاں التجا کی کہ اُسے تبلیغ کرنے کی اجازت دی جائے۔ ۱۱۷۹ء میں لیٹران کی تیسری کونسل میں ان کے بدعتی خیالات ردّ کئے گئے لیکن "خاتون غربت" کی طرز قبول کر لی گئی اور مقامی خادم الدین کی مرضی سے انہیں تبلیغ کرنے کی اجازت مل گئی۔ یہ تحریک پھیلتی گئی۔ لیکن دو سال کے بعد پوپ لُوسیئس سوم نے اُنہیں "کلیسیائی اختیار کے بغیر منادی اور ساکرامینٹ کی نامقبولیت" کی وجہ سے مجرم قرار دیا۔ والڈنسز دن بدن راسخ الاعتقادی سے دُور ہوتے گئے۔ اذیت و جہالت کی وجہ سے بدعات میں گرفتار ہو گئے۔ اُنھوں نے:۔

(۱) بچوں کے بپتسمہ سے انکار کیا۔

(۲) پادری کی نااہلیت جو ساکرامینٹ کی پاکیزگی کو برباد کر دیتی ہے۔ اِنہوں نے اُس کو قبول کیا۔ یہ وہ ہر شہر و گاؤں میں کالے چوغے (BLACK COAT) پہنے ہوئے جاتے تھے۔ رُومی سلطنت و کلیسیائی تنظیم کی مخالفت کیا کرتے تھے اُن کی عبادت میں کوئی

مقررہ ترتیب نہ تھی بلکہ عام سادہ طریق پر سلسلۂ عبادت سے بے نیاز ہو کر عبادت کرتے تھے۔ وہ گیت گانے کے مخالف تھے اور کہتے تھے کہ خدا ایسے لوگوں پر غضبناک ہے جو گا کر التجا کرتے ہیں۔ پاک عشا کی رسم کو سادہ کھانا کھا کر ادا کرتے تھے لیکن بعض دفعہ شراب اور مچھلی بھی استعمال کرتے تھے۔ اب تک بھی یہ فرانس۔ لمبارڈی جرمنی۔ ہنگری۔ بوھیمیا اور سپین میں پائے جاتے ہیں اور ان کا موجودہ نام واڈوڈس (VAUDOIS) ہے۔

رابرٹ گروسٹسٹ (ROBERT GROSSETESTE)

رابرٹ گروسٹسٹ ۱۲۳۵ء-۱۲۵۳ء انگلستان میں لنکن (LINCOLN) کا بشپ تھا۔ یہ کلیسائے انگلستان میں اپنے زمانہ میں مایۂ ناز ہستی تھا۔ یہ اصلاح وحب الوطنی میں مظالم روم پر اپنی صدا بلند کرتا رہتا تھا۔ یہ دارالعلوم کا منتظم اور فرائر کا مربی تھا۔ اس نے کئی کتابیں علم الٰہیات پر لکھیں یہ لیسٹر (LEICESTSER) کے نواب سائن ڈی مونٹ فورڈ کا اعلیٰ مشیر تھا۔ اس کے علاوہ وہ کلیسیا کا خیر خواہ اور بہترین باپ تھا۔ بادشاہوں اور پوپ سے بحث کرنا، راہبوں کو دوست کرنا، خادمان کی حمایت کرنا اور علما کی مدد کرنا۔ علانیہ منادی کرنا اور بدعتیوں کو سزا دینا اسی کا کام تھا۔ یہ مہمان نواز۔ فصیح الکلام اور خوش طبع انسان تھا۔ روحانی طور پر وہ اعلےٰ منکسر اور ادنے خادم تھا۔ اسے موسیقی سے محبت تھی شاہ ہنری سوم اس کے زمانہ میں تخت نشین ہوا۔ یہ شاہ بظاہر تو خدا پرست تھا لیکن دنیوی تصورات میں ڈوبا رہنے کے باعث ہر بات سے جلد متاثر ہو جاتا تھا اس کی فضول خرچی اور روپے کی مانگ نے لوگوں کے دل میں نفرت پیدا کر دی تھی جس کا نتیجہ خانہ جنگی ہوا۔ رابرٹ گروسیٹ نے موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے پوپیت کے خلاف علم آزادی بلند کر دیا تاکہ انگلستان کی کلیسیا آزاد اور خود دار کلیسیا ہو جائے۔ ادھر پوپ ہنوریس سوم (HONORIUS III) ۱۲۱۶ء گریگوری نہم ۱۲۲۷ء سلسٹائن چہارم ۱۲۴۱ء اور انوسینٹ چہارم ۱۲۴۳ء بالترتیب شاہ فریڈرک دوم اور اس کے جانشینوں کے خلاف جنگ کرنے میں روپے کے محتاج تھے۔ وہ انگلستان سے خدام پر دباؤ ڈالتے رہتے تھے کہ روپیہ وصول کر کے جلد پوپی خزانہ (PAPAL PROVISIONS) میں بھیجتے رہیں۔ پوپ گریگوری نہم نے کلیسیائی حالات

کا پانچواں حصہ لیکن انوسینٹ چہارم نے تیسرا حصہ مانگا۔ یہی بہت بڑا بوجھ تھا لیکن بادشاہ نے ۱۲۵۲ء میں نادانستہ سافوریں صلیبی مہم کے لئے مزید محصول لگا دیا۔ اصلاح کنندہ جماعت صلیبی جنگ کے خلاف تھی اور روپیہ جو طلب کیا گیا تھا وُہ بہت زیادہ تھا۔ اس سے گروسٹیسٹ کو شک پیدا ہو گیا تھا کہ بادشاہ اپنے قرضے کی ادائیگی یا دیگر مقاصد کے لیے جمع کرنا چاہتا ہے۔ فرانسیسیوں نے پوری محصول ادا کر دیا تھا۔ اب گروسٹیسٹ نے سوچا اگر دونوں ایک ہی بات کو کریں گی تو یہ رسم پڑ جائے گی۔ اس لئے انگریز قوم کو ادا نہ کرنا چاہیئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ ساٹھ سال کا بوڑھا تھا جب بشپ ہوا تو بھی اس کی زندگی میں جوش اور اصولات کی پختگی موجود تھی وُہ مقدّس عہدہ پر تعیناتی کے لئے کسی نااہل شخص کو قبول نہ کرتا تھا۔ وُہ جاہل حیوان اور دنیوی حریص سے کنارہ کش رہتا تھا۔ وُہ اپنے علاقہ کے تمام پادریوں کو شخصی مذہبی گفتگو کے لئے بلایا کرتا تھا۔ اور عوام کو فضول کھیلوں اور میلوں سے منع کرتا تھا۔ وُہ اپنی کتاب "ضابطہ" میں لکھتا ہے کہ پادری کا لائحہ عمل یہ ہونا چاہئیے کہ وُہ دس احکام سات مہلک گناہوں کو چھوڑنے کی تعلیم۔ سات ساکرامنٹ کا مطلب اور مسیحی عقائد کی تعلیم دیتا رہے۔ بچّوں کو دُعا ربانی سکھائے۔ ربُوبی عقیدہ۔ مریم کا سلام اور صلیب کا نشان بتائے۔ وُہ مجرّد ہو اور جابر جُوا بازی اور فضول مسخر و تماشا بینی میں اپنا وقت ضائع نہ کرے۔ کوئی اسلحہ نہ رکھے۔ کلیسیا کے گرجے کی صفائی اور مرمت کی دیکھ بھال کرے۔ وُہ دُعا مانگے اور کلام پڑھے تاکہ مخالف کو جواب دے سکے اور بلند آواز سے نماز ادا کرے تاکہ ہر کوئی سُن سکے۔ راہب لشپ گروسٹیسٹ کو پسند نہ کرتے تھے کیونکہ وُہ راہبوں کا امتحان کٹھن طریق سے لیتا تھا ۱۲۵۳ء میں کلیسیائی اور راہبی اصلاحات میں تگ و دو کرنے کے بعد خُداوند میں سو گیا۔

جیرارڈ گروٹ

(GERARD GROUTE)

یہ علم التصوّف کا گرویدہ اور "جدید بھگتی" کا بانی تھا۔ اس نے ڈیونٹر میں راہب خانہ قائم کر کے چند مستورات اور آدمیوں کو اکٹھا کر لیا جو باہمی طریق پر رہتے تھے۔ یہ بچّوں کو تعلیم دیتے اور انجیل مقدس کو لکھتے تھے لیکن جیرارڈ کی موت کے سات سال بعد "برادرز آف کامن لائف" پیدا







مصلح جان هس بوھیمیا کا رھنے والا بمقام
کانسٹینس ۱۴۱۵ء سپرد آتش کیا گیا



جیروم پراگ کا رھنے والا جان هس کا شاگرد بمقام
کانسٹینس ۱۴۱۶ء میں جلا دیا گیا

ہوئے جو کسی ضابطہ کے ماتحت نہ تھے۔ ۱۳۹۱ء میں ان کا وجود رونما ہوا۔ لازمی نہ تھا کہ وُہ راہب خانہ میں رہیں۔ وُہ کسی اصول کے پابند نہ تھے جب چاہیں وُہ راہب خانے کو چھوڑ سکتے تھے ۔ اُن کا شیوہ سادہ زندگی بسر کرنا۔ دُعا و نماز مقررہ اوقات پہ کرنا۔ ہاتھوں سے محنت کر کے کھانا اور مذہبی و درسی تعلیم دیتا تھا۔ یہ بھُورے رنگ کے چوغے پہنتے تھے اور عموماً بیماروں اور کوڑھیوں کی مدد کرتے رہتے تھے۔ جیرارڈ گروٹ نے لکھا ہے کہ "جو تعلیم مَیں نے دی ہے۔ وُہ کلیسیائی تعلیم کے مطابق ہے۔ اور اگر کوئی پریسٹ جب اُس نے مہلک گناہ کیا ہو اور وُہ اپنے گُناہ سے تائب نہ ہُوا ہو۔ تو ایسے پریسٹ کو پوپ بھی ساکرامنٹ ادا کرنے کا حکم دے تو وُہ ساکرامینٹ فضول اور بے معنی ہے۔ سو بندشی نماز سے آزادانہ نماز کرنا بہتر ہے"۔ بیت الذکر و راہب خانے زولے ۔ ونڈشیم اور گوڈا میں قائم ہو گئے۔ دورِ اصلاح کے بعد بھی یہ مراکز قائم رہے کیونکہ ان کا زیادہ کام کتابِ مقدس کی کتابت کرنا تھا۔ اگر چھاپہ خانے ان کے کام کو نہ روکتے تو شاید یہ مراکز اب تک بھی قائم رہتے۔

جان ہس
(JOHN HUSS)

بوہیمیا کا واجب الاحترام مدبر و جوشیلا مبشر جس کی جنرل کونسل میں بے عزتی کی گئی وُہ جان ہس تھا۔ چودھویں صدی سیاسی و تعلیمی بیداری کا زمانہ تھا جبکہ بوہیمیا اپنی قومی تعمیر میں مشغول تھا۔ وکلیف کی تعلیمات جیروم کے وسیلہ سے پراگ (PRAGUE) میں پھیل رہی تھی۔ کیونکہ جیروم پراگ کے دارالعلوم میں ادبی اُستاد تھا اور کیزانی (CZECH) زبان میں تبلیغ کرنے میں ماہر اور ملکہ کا سرکاری پادری تھا۔ یہ دیکھ کر جان ہس اُس کا ہمنوا و ہمخیال بن گیا اور دونوں نے مغفرت ناموں کی فروخت و تجارت کے خلاف آواز بلند کی۔ ہس نے رُومی سلسلہ پر کاری ضرب لگائی اور کہا کہ جب مسیح خُداوند ہی واحد کلیسیا کا سر ہے تو رُوم کا بشپ دیگر بشپوں سے ممتاز نہیں ہو سکتا۔ نیز تبدیلِ عناصر کی تعلیم اور پادری کی نا اہلیت و ناراستی ساکرامینٹ کو برباد کر دیتی ہے۔ وُہ معصومیتِ آدم کا قائل تھا۔ ۱۴۰۸ء میں اُس کی تعلیمات کی نگہداشت کی گئی جس کا نتیجہ چار سال کے بعد یہ نکلا کہ ۱۴۱۲ء میں نفاقِ عظیم کے دوران میں جب مغفرت ناموں کی تقسیم کا اعلان ہو رہا تھا تو جان ہس کی مؤثر تبلیغ کی وجہ سے یہ کام نہ ہو سکا۔ چنانچہ پوپ نے اِسے کلیسیا سے خارج کر دیا اور جہاں کہیں وُہ سر چھپانے کو جاتا تھا وُہ

بُری طرح ستایا جاتا تھا۔ وُہ جرمنی میں تو مقبول نہ ہو سکا کیونکہ وُہ محب الوطن تھا۔ لیکن اُس کے اپنے لوگ اُس کے شیدائی تھے۔ ۱۴۱۴ء میں شاہ سگسمنڈ (SIGISMUND) کے وسیلہ سے وُہ کونسل کانسٹنس میں بُلایا گیا اور محبوس کر کے سات ماہ تک متواتر اظہار لینے کے بعد ۶ جولائی ۱۴۱۵ء کو جلا دیا گیا اور ایسے ہی جیروم بھی ایک سال بعد پراگ میں سپردِ آگ کیا گیا تھا۔

ساوُنارولا ۱۴۵۲-۱۴۹۸ (SAVONAROLA)

گیرولامُو ساوُنارولا ڈومینکن فرائر تھا جو فلورنس میں کلیسیا کی تعمیرو پاکیزگی پر درس دیا کرتا تھا۔ اِس کے الفاظ موثر تھے جن میں گرد باد کی مانند بے پناہ زور تھا۔ عوام اِسے نبی کہتے تھے۔ یہ راستباز تھا جو پاک عشا میں ظاہر پرستی اور ریاکاری کا مخالف تھا۔ عوام کے کردار کو دیکھ کر یہ ہر جگہ چلاتا تھا کہ ”ناچنا۔ گُونا۔ جُوا بازی چنڈو خانہ بند کر دو“۔ وُہ پادریوں کو تنبیہ و ملامت کرتا اور پوپ ایگزینڈر ششم کو بھی سخت سُست کہتا تھا اور رُومی عدالت کی برائیوں کے کیچڑ کو اُچھالنا اُس کا معمول تھا۔ وُہ عمُوماً جوانوں اور بچّوں کو درس دیتا تھا کیونکہ وُہ سمجھتا تھا کہ آنے والی کلیسیا کے یہی ستون ہیں۔ ۱۴۹۸ء میں اِس کی تعلیم سے متاثر ہو کر روزوں کے ایام میں جوان مردوں اور عورتوں نے شیشے۔ بناوٹی بال۔ بھڑکیلے کپڑے۔ زیورات۔ ناول۔ ملکی و قومی گیت اور تصویرات لا کر سرِ بازار فلورنس میں ”فضولیات و عیاشی کی اشیا“ سمجھتے ہوئے جلا دیں۔ آگ کے پاس خوشی میں جوان خوشی سے نعرے لگاتے تھے (واعظ ۶:۱۱ ، ۹:۱۱)۔

”یقیناً یہ بھی بطلان اور ہوا کی چران ہے۔ اس لئے اَے جوان تُو اپنی جوانی میں خوش ہو اور اُس کے ایام میں اپنا جی بہلا اور اپنے دل کی راہوں میں اور اپنی آنکھوں کی منظوری میں چل لیکن یاد رکھ کہ اِن سب باتوں کے لئے خُدا تجھ کو عدالت میں لائے گا۔“

اس جوشیلے فصیح مبلغ کی آواز سے پوپ اور گنہگار کانپ اُٹھتا تھا۔ یہ نقارہ کی چوٹ کہتا تھا کہ میں اختیار کا عصا اور خزانہ حریص اندھوں کی مانند نہیں مانگتا۔ نہ میں محل اور شہر چاہتا ہُوں۔ مَیں یہ چاہتا ہُوں کہ تُو اَے میرے خُداوند۔ میرے محبُوب۔ میرا دل شکستہ دل بنا دے۔ اُسے ہر آلائش سے خالی کر اور اپنی پاکیزہ محبّت سے اُسے بھر دے“۔ فلورنس میں طاعون پڑ گئی۔ لوگ گھر چھوڑ کر بھاگ گئے۔ لیکن یہ تن دہی سے طاعون کے مریضوں میں خدمت کرتا رہا۔

اس کی خواہش یہ تھی کہ ایسا راہب خانہ ہو جس کی ہر ایک چیز سادہ ہو۔ علم و ادبیات کی کتب سادہ۔ اور آلائش زمانہ سے مبرّا ہوں۔

ساؤنارولا پوپ کا نافرمان نہ تھا۔ وہ اپنی کتاب "صلیب کی فتح" میں لکھتا ہے کہ یہ تو صاف ظاہر ہے کہ "تمام مومن پوپ کے تابع متحد ہوں کیونکہ وہ اعلےٰ سردار ہے" لیکن کوئی شخص خدا کے قانون کے خلاف تابعداری کرنے اور حکم ماننے پر مجبور نہیں ہے۔ اگر جبر ہو تو وہ ہمارے سردار خداوند کا نمونہ نہیں ہے۔ پوپ الیگزینڈر نے اسے کلیسیا سے خارج کر دیا۔ نیز اُس نے فلورنس کی سیاست میں مداخلت کر کے خاندان میڈیسن کو بھی مخالف بنا لیا۔ اب مخالفت زیادہ ہوگئی۔ پوپ کے حامی سرکاری افسروں نے اسے پکڑ لیا۔ اذیت دی گئی جھوٹی گواہیاں لے کر اس کا مذاق اُڑایا گیا اور ۲۳ مئی ۱۴۹۸ء کو سر بازار فلورنس میں جلا دیا گیا۔

آراسمس ۱۴۶۶ء-۱۵۳۶ء
(ERASMUS)

ڈیسیڈیریس آراسمس انوارالادب میں شعاع نور و ادب تھا اس کا دل خوش مراقبہ چہرہ اب تک تصویر میں دیکھا جاتا ہے۔ اس نے تمام زندگی مسیحی ادبیات میں صرف کر دی۔ یہ ۱۴۶۶ء میں رودرڈم (ROTTERDUM) میں پیدا ہوا۔ اور برادرز کے زیر اثر ڈیونٹر (DEVENTER) میں ۹ سال متواتر تعلیم پاتا رہا۔ اس نے تین برس ہرٹوجن بوشش (HERTOGEN BOSCH) میں بسر کئے۔ ۱۴۹۱ء میں ایک راہب خانہ میں داخل ہوا لیکن ماحول کو اپنی طبیعت کے لئے ناگوار سمجھتے ہوئے بشپ کیمبرائے (CAMBRAI) کی معرفت سات برس کی رخصت لے لی۔ یہ وقت اس نے سیر و سیاحت اور ادبیات میں صرف کیا۔ اس تگ و دو کے بعد کیمبرج میں درس دینے کے لئے مقرر کیا گیا اور آخر کار سوٹزرلینڈ کے مقام باسل میں مقیم ہوگیا۔ کہا جاتا ہے کہ سلطنت روم کے زوال کے بعد آراسمس پہلا ادیب تھا۔

اس کی مذہبی تعلیم کا مرکزی خیال یہ تھا کہ مسیحیت کو عملی مذہب بنایا جائے۔ کیونکہ اس مذہب کا مطلب محبّت و عجز پر منحصر ہے کلیسیا نے کیوں مسیحی مذہب کو اوہام اور رسوم پرستی کے ڈھیر کے نیچے دفن کر دیا ہے جیسے خداوند یسوع مسیح کے زمانہ میں یہودی مذہب رسوم میں پھنس کر مکدّر ہوگیا تھا بعینہٖ مسیحیت رسومات و روایات کی وجہ سے گر چکی ہے۔ میں ایسی

نامعقول حالت کو ایک آنکھ نہیں دیکھ سکتا تھا چنانچہ اُس نے معقولیت کی کسوٹی پر نا راست مسیحیت کو دیکھتے ہوئے، دو اقسام کی کُتب تحریر کیں۔

۱۔ جہالت کی تعریف میں کلیسیائی خامیوں کا مضحکہ اُڑایا۔ اور لکھا کہ جہالت کلیسیا میں خوشی و خرمی کا وسیلہ ہے کیونکہ مومن کا یہ ایمان ہے کہ مغفرت نامہ خریدنے سے ہم برزخ سے چھوٹ جائیں گے یا روزانہ مزامیر کے اوراد کے اعادہ سے بہشت میں داخل ہوں گے۔ اُن کا یہ ایمان جہالت و گندگی کی بنا پر بالکل بے معنی تھا۔ اس لئے طنزاً کہتا ہے "کہ جاہل ہونا بہترین خفیفت ہے"۔

۲۔ "ابتدائی کلیسیا کے اصُول" میں وہ کلیسیائی رسولی دستور یہ کو پیش کرتا ہے۔

۳۔ قدیم مسیحی بزرگوں کی یونانی و لاطینی کتب کا ترجمہ کر کے "ابتدائی مسیحی مسائل دین کو منکشف کیا۔

۴۔ لاطینی میں نیا ترجمہ کتاب مقدس کا کیا اور قدیم ترجمہ کو غلطیوں سے پاک کیا۔

۵۔ جرائد میں مسیحی ایمانداروں کی ذہنیت کو کلیسیائی حاکموں کی غلامی سے آزاد کرنے میں کوشاں رہا۔

اَراسمس اور مابعد کے مصلح لُوتھر کا مقابلہ و موازنہ کرتے ہوئے بعض علما یہ کہتے ہیں کہ لُوتھر کے غضب سے بڑھ کر اَراسمس کے تمسخرانہ تخیلات نے اصلاح میں زیادہ کام کیا۔ لُوتھر کے دَورِ اصلاح کے ایام میں بھی اَراسمس بیس برس تک زندہ رہا ۔ پروٹسٹنٹ پارٹی چاہتی تھی کہ یہ اُن کی راہنمائی اور مدد کرے لیکن یہ پروٹسٹنٹ پارٹی پر اعتبار نہ کرتا تھا کیونکہ وُہ سمجھتا تھا کہ کلیسیا سے علیحدہ ہونا کلیسیا کو نقصان پہنچانے کے مصداق ہے اور کلیسیا میں رہ کر کلیسیا کو درست کرنا چاہیئے تاکہ وُہ آلائشوں سے پاک ہو۔ یہ ہر قسم کے جھگڑے اور فساد کو ناپسند کرتا تھا اور بغاوت کو بدترین جنگ سمجھتا تھا۔ وُہ سمجھتا تھا کہ لُوتھر کی تعلیم کا لازمی نتیجہ بغاوت ہے۔ باوجود ہجوِ کلیسیا و اُمرا کے وُہ امیروں اور جاگیرداروں کا دوست تھا۔ وُہ سرمایہ داروں کو دنیا کی تہذیب کے بہتر ستون سمجھتا تھا۔ اس لئے وُہ سیاسی و سماجی نظام میں بے جا مداخلت کرنے سے گریز کرتا تھا۔ وُہ کہتا تھا کہ اگر لوگوں کے تخیلات آہستہ آہستہ معقولیت پسند ہو گئے تو کلیسیا میں اصلاح بذاتِ خود ہو گی لیکن کیا اِسکی یہ تجویز کارگر تھی ؟ اگر اَراسمس اپنے خیالات میں درست تھا تو لُوتھر کی اصلاح بہت

بھاری غلطی تھی کیونکہ اُس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ تمام مسیحی دُنیا میں بغاوت کی رُوح پھیل گئی اور مسیحیت ایسے حصّوں میں بٹ گئی کہ اب اُن حصّوں کا تعلق و اتحاد اگر ناممکن نہیں تو مشکل ترین ضرور تھا۔ رُومی کلیسیا نے پروٹسٹنٹ کو زندہ جلانا تو چھوڑ دیا، لیکن مخالفت۔ کینہ و دُشمنی اب تک قائم ہے۔ ارامسس نے ۱۵۲۰ء میں لکھا کہ میں جانتا ہُوں کہ رُومی کلیسیا اور کیتھولک کلیسیا میں فرق نہیں اس لئے جب تک کلیسیا مجھے اِس سے علیحدہ نہ کرے موت بھی مجھے جُدا نہیں کر سکتی مجھے بغاوت سے نفرت ہے۔ مَیں کلیسیا کے لئے بہت کچھ کر سکتا اگر مجھے یہ احساس نہ ہو کہ کلیسیا سے جنگ کرنا مسیح خُداوند کی رُوح سے لڑنا ہے ۱۵۲۸ء میں لکھا ہے کہ ”بعض لوگ گناہوں کے اقرار پر زور دیتے ہیں اور بعض اِس سے بے پرواہ ہیں لیکن اِن میں درمیانی راستہ ہو سکتا ہے جس پر سب عمل پیرا ہو سکتے ہیں۔ اِسی طرح بعض لوگ نامعقول و جاہل خادم سے بھی پاک عشا لینا پسند کرتے ہیں کیونکہ وُہ سمجھتے ہیں کہ پاک ماس خراب زندگی کو درست کرنے میں فائدہ مند ہے لیکن بعض مخالف ہیں۔ اس میں بھی میانہ روی سے کام نکل سکتا ہے جس سے ہم راست و پاکیزہ عبادت کر سکتے ہیں، بجائے اِس کے کہ ہم اِس عبادت سے بالکل کنارہ کش ہوں۔ ہم بہترین با اخلاق سنجیدہ خادمانِ دین ڈھونڈ سکتے ہیں اگرچہ وُہ تعداد میں زیادہ نہ ہوں“ ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ وُہ کلیسیا سے باغی نہ تھا نہ وُہ ڈرپوک تھا بلکہ وفادار رومن کیتھولک اور مصلح کلیسیا تھا۔

لیکن باوجود اس جرأت و جسارت کے اُس کی میانہ روی اور سرد مہری سے اصلاح نہ ہو سکی۔ کلیسیا میں اصلاح پیدا نہ ہوئی خُداوند نے جو کام لُوتھر کے سپرد کیا تھا وُہ اُسی نے کیا یہ جانتے اور سمجھتے ہُوئے کہ اگر میانہ روی سے نہیں تو علیحدگی سے یہ کام ہو۔ یعنی کہ:۔

۲ کرنتھی ۶ : ۱۶۔ خُدا کے مقدس کو بتوں سے کیا مناسبت ہے۔

۲ کرنتھی ۶ : ۱۷۔ اُن میں سے نکل کر الگ رہو اور ناپاک چیز کو نہ چھوؤ تو مَیں تم کو قبول کر لوں گا اور تمہارا باپ ہوں گا اور تم میرے بیٹے بیٹیاں ہو گے

۱ یُوحنّا ۵ : ۲۱۔ اَے بچّو! اپنے آپ کو بُتوں سے بچائے رکھو۔

۲ تمُوتھیُس ۲ : ۴۔ کوئی سپاہی جب لڑائی کو جاتا ہے تو اپنے آپ کو دُنیا کے معاملوں

اور الجھنوں وغیرہ میں نہیں پھنساتا تاکہ اپنے بھرتی کرنے والے کو خوش کرے۔

آخرکار پروٹسنٹ کلیسیا الگ ہوگئی اور اپنے آپ کو رومی سیاست۔ رومی بُت پرستی۔ رومی توہم پرستی۔ رومی کتر بیونت۔ رومی روایات۔ رسومات اور اخلاقیات سے علیحدہ ہوکر۔ رسولی کلیسیا کی ابتدائی تعلیم اور خداوند یسوع مسیح کے عین منشا کے مطابق بن گئی یہی وجہ ہے کہ یہ کلیسیا تبلیغی ہے اور دن بدن رُو بہ ترقی ہے۔ خداوند اسے تمام دُنیا پر مسلط کرے اور اس کے وسیلے اپنا صلیبی جھنڈا اقوام عالم پہ لہرائے۔ آمین

تمت بالخیر

شاہانِ رُوم۔ پاپائے رُوم اور آرچ بشپ آف کنٹربری

سنہ ۴۴۰ء تا سنہ ۱۵۰۳ء

شاہانِ رُوم		پاپائے رُوم		آرچ بشپ آف کنٹربری
ویلنٹینین سوم	۴۲۴ء	لیو اول ،	سنہ ۴۴۰ء	
مارسیین	۴۵۰ء	ہلیری	سنہ ۴۶۱ء	
مکسیمس	۴۵۵ء	سمپلیس	سنہ ۴۶۸ء	
ماجورین	۴۵۵ء	فیلکس سوم	سنہ ۴۸۳ء	
لیو اول	۴۵۷ء	گلیس اول	سنہ ۴۹۲ء	
سیسویرس	۴۶۱ء	اناسٹاسیس دوم	سنہ ۴۹۶ء	
ویکنسی	۴۶۵ء	سماکس	سنہ ۴۹۸ء	
انتھیمس	۴۶۷ء	ہُورمس داس	سنہ ۵۱۴ء	
اولیبرس	۴۷۲ء	جان اول	سنہ ۵۲۳ء	
گلیسیریوس	۴۷۳ء	فیلکس چہارم	سنہ ۵۲۶ء	
جولیس	۴۷۴ء	بونیفس دوم	سنہ ۵۳۰ء	
لیو دوم	۴۷۴ء	جان دوم	سنہ ۵۳۲ء	
رومولس اگسٹولس	۴۷۵ء	اگاپیٹس اول	سنہ ۵۳۵ء	
یہاں سے سلاطین رُوم		سلوریس	سنہ ۵۳۶ء	
کا خاتمہ ہوتا ہے اور قسطنطنیہ		ویجلیس	سنہ ۵۳۷ء	
کے شاہان سنہ ۸۰۰ء تک		پلیجیس اول	سنہ ۵۵۵ء	
حکومت کرتے رہے۔		جان سوم	سنہ ۵۶۰ء	
		بینڈکٹ اول	سنہ ۵۷۴ء	
		پلیجیس دوم	سنہ ۵۷۹ء	

شاہانِ روم	پاپائے روم	آرچ بشپ آف کنٹربری
	گریگوری اوّل سنہ ۵۹۰ء	آگسٹین سنہ ۵۹۷ء
	سابنیین سنہ ۶۰۴ء	لورنٹیس سنہ ۶۰۴ء
	بونیفس سوم سنہ ۶۰۷ء	
	بونیفس چہارم سنہ ۶۰۸ء	
	ڈیوسڈیڈیٹ اوّل سنہ ۶۱۵ء	
	بونیفس پنجم سنہ ۶۱۹ء	ملیٹس سنہ ۶۱۹ء
	ہنوریس اوّل سنہ ۶۲۵ء	جسٹس سنہ ۶۲۴ء
	سورنیس سنہ ۶۴۰ء	ہنوریس سنہ ۶۲۷ء
	جان چہارم سنہ ۶۴۰ء	
	تھیوڈور اوّل سنہ ۶۴۲ء	
	مارٹن اوّل سنہ ۶۴۹ء	
	یوجینیس اوّل سنہ ۶۵۵ء	ڈیوسڈیڈٹ سنہ ۶۵۵ء
	وائٹلیون سنہ ۶۵۷ء	
	ڈیوسڈیڈٹ دوم سنہ ۶۷۲ء	تھیوڈور سنہ ۶۶۸ء
	ڈونس سنہ ۶۷۶ء	
	آگاتھو سنہ ۶۷۸ء	
	لیو دوم سنہ ۶۸۲ء	
	بینڈکٹ دوم سنہ ۶۸۴ء	
	جان پنجم سنہ ۶۸۵ء	
	کونن سنہ ۶۸۶ء	
	سرگیوس اوّل سنہ ۶۸۷ء	برٹ والڈ سنہ ۶۹۳ء
	جان ششتم سنہ ۷۰۱ء	
	جان ہفتم سنہ ۷۰۵ء	
	سیسینیوس سنہ ۷۰۸ء	
	کانسٹنٹائن اوّل سنہ ۷۰۸ء	

شاہان روم		پاپائے روم		آرچ بشپ آف کنٹربری	
		گریگوری دوم	۷۱۵ء		
		گریگوری سوم	۷۳۱ء	ٹاڈون	۷۳۱ء
		ذکریاس	۷۴۱ء	نوتھم	۷۳۵ء
		سٹیفن دوم	۷۵۲ء	کتھبرٹ	۷۴۱ء
		پال اوّل	۷۵۷ء	برگوین	۷۵۹ء
		کانسٹنٹائن دوم	۷۶۷ء	جئین برٹ	۷۶۶ء
		سٹیفن سوم	۷۶۸ء		
		ہیڈریان اوّل	۷۷۲ء		
چارلس اعظم	۸۰۰ء	لیو سوم	۷۹۵ء	ایتھل ہارڈ	۷۹۳ء
لوئس اوّل یا پائس	۸۱۴ء	سٹیفن چہارم	۸۱۶ء	ولفریڈ	۸۰۵ء
		پاسکل اوّل	۸۱۷ء		
		یوجینئس دوم	۸۲۴ء		
		ویلنٹائن	۸۲۷ء		
		گریگوری چہارم	۸۲۷ء	فولوگلڈ	۸۳۳ء
لوتھر اوّل	۸۴۰ء	سرگیوس دوم	۸۴۴ء	سیتوناتھ	۸۳۳ء
		لیو چہارم	۸۴۷ء		
لوئس دوم	۸۵۵ء	بینیڈکٹ سوم	۸۵۵ء		
		نکولس اوّل	۸۵۸ء		
		ہیڈریان دوم	۸۶۷ء		
چارلس دی بالڈ	۸۷۵ء	جان ہشتم	۸۷۲ء	ایتھلرڈ	۸۷۰ء
چارلس دی فیٹ	۸۷۶ء-۸۸۸ء	مارنیس اوّل	۸۸۲ء		
		ہیڈریان سوم	۸۸۴ء		
		سٹیفن پنجم	۸۸۵ء	پلیگمنڈ	۸۹۰ء
		فارموسس	۸۹۱ء		

شاہانِ روم	پاپائے روم	آرچ بشپ آف کنٹربری
	بونیفس ششم ۸۹۶ء	
	سٹیفن ششم ۸۹۶ء	
	رومنس ۸۹۷ء	
	تھیوڈور دوم ۸۹۷ء	
	جان نہم ۸۹۸ء	
	بینیڈکٹ چہارم ۹۰۰ء	
	لیو پنجم ۹۰۳ء	
	کرسٹوفر ۹۰۳ء	
	سرگیوس سوم ۹۰۴ء	
	اناسٹس سوم ۹۱۱ء	
	لینڈو ۹۱۳ء	
	جان دہم ۹۱۴ء	اتھیم ۹۱۴ء
	لیو ششم ۹۲۸ء	ولفہم ۹۲۳ء
	سٹیفن ہفتم ۹۲۹ء	
	جان یازدہم ۹۳۱ء	
اوٹو اول ۹۳۶ء	لیو ہفتم ۹۳۶ء	
	سٹیفن ہشتم ۹۳۹ء	
	مارٹن سوم ۹۴۲ء	اودھو ۹۴۱ء
	اگاپیٹس دوم ۹۴۶ء	
	جان دوازدہم ۹۵۵ء	ڈنسٹن ۹۶۰ء
	لیو ہشتم ۹۶۳ء	
	بینیڈکٹ پنجم ۹۶۴ء	
	جان سیزدہم ۹۶۵ء	
	بینیڈکٹ ششم ۹۷۲ء	

شاہان رُوم		پاپائے رُوم		آرچ بشپ آف کنٹربری	
اُوٹو دوم	۹۷۳ء	بینیڈکٹ ہفتم	سنہ ۹۷۴ء		
اُوٹو سوم	۹۸۳ء	جان چہار دہم	سنہ ۹۸۳ء		
		بُونیفس ہفتم	سنہ ۹۸۴ء		
		جان پانزدہم	سنہ ۹۸۵ء	ایتھلگار	سنہ ۹۸۸ء
		گرگیوری پنجم	سنہ ۹۹۶ء	سیرک	سنہ ۹۹۰ء
		جان سولہواں	سنہ ۹۹۷ء	ایلفرک	سنہ ۹۹۵ء
		سلوسٹر دوم	سنہ ۹۹۹ء		
ہنری دوم	۱۰۰۲	جان سترھواں	سنہ ۱۰۰۳ء	ایلفمی	سنہ ۱۰۰۵ء
		سرگیوس چہارم	سنہ ۱۰۰۹ء		
		بینیڈکٹ ہشتم	سنہ ۱۰۱۲ء	لفنگ	سنہ ۱۰۱۳ء
کونارڈ دوم	۱۰۲۴ء	جان انیسواں	سنہ ۱۰۲۴ء	ایتھلناتھ	سنہ ۱۰۲۰ء
		بینیڈکٹ نہم	سنہ ۱۰۳۳ء	ایڈساج	سنہ ۱۰۳۸ء
ہنری سوم	۱۰۳۹ء	گرگیوری ششم	سنہ ۱۰۴۴ء		
		کلیمنٹ دوم	سنہ ۱۰۴۶ء		
		دیماسس دوم	سنہ ۱۰۴۸ء		
		لیو نہم	سنہ ۱۰۴۸ء		
ہنری چہارم	۱۰۵۶ء	وکٹر دوم	سنہ ۱۰۵۵ء	رابرٹ	سنہ ۱۰۵۱ء
		سٹیفن نہم	سنہ ۱۰۵۷ء	سٹگنڈ	سنہ ۱۰۵۲ء
		نکولس دوم	سنہ ۱۰۵۸ء		
		الگزینڈر دوم	سنہ ۱۰۶۱ء		
		گرگیوری ہفتم	سنہ ۱۰۷۳ء	لین فرنک	سنہ ۱۰۷۰ء
		مخالف پوپ کلیمنٹ سوم			
ہنری پنجم	۱۱۰۶ء		سنہ ۱۰۸۰ء		
لوتھر دوم	۱۱۳۵ء	وکٹر سوم	سنہ ۱۰۸۶ء		

شاہان روم	پاپائے روم	آرچ بشپ آف کنٹربری
کونارڈ سوم ۱۱۳۸ء	اربن دوم ۱۰۸۸ء	
	پاسکل دوم ۱۰۹۹ء	اینسلم ۱۰۹۳ء
	جالیسیئس دوم ۱۱۱۸ء	رلیف ۱۱۱۴ء
	کیلکسٹس دوم ۱۱۱۹ء	
	ہنوریس دوم ۱۱۲۴ء	ولیم ۱۱۴۳ء
	انوسینٹ دوم ۱۱۳۰ء	
	اناکلیٹس - مخالف پوپ ۱۱۳۰-۱۱۳۸ء	تھیوبالڈ ۱۱۳۹ء
	سالسٹائن دوم ۱۱۴۳ء	
	لوسیئس دوم ۱۱۴۴ء	
	یوجینیئس سوم ۱۱۴۵ء	
فریڈرک اول ۱۱۵۲ء	اناستاسیئس چہارم ۱۱۵۳ء	
	ہیڈریان چہارم ۱۱۵۴ء	
	ایلگزینڈر سوم ۱۱۵۹ء	تھامس ۱۱۶۲ء
	لوسیئس سوم ۱۱۸۱ء	رچرڈ آف ڈوور ۱۱۷۴ء
	اربن سوم ۱۱۸۵ء	بالڈون ۱۱۸۵ء
	گریگوری ہشتم ۱۱۸۷ء	
	کلیمنٹ سوم ۱۱۸۷ء	
ہنری ششم ۱۱۹۰ء	سلسٹائن سوم ۱۱۹۱ء	ہبرٹ والٹر ۱۱۹۳ء
اوٹو چہارم ۱۱۹۷ء	انوسینٹ سوم ۱۱۹۸ء	سٹیفن لانگٹن ۱۲۰۷ء
فریڈرک دوم ۱۲۱۲ء	ہنوریئس سوم ۱۲۱۶ء	رچرڈ ۱۲۲۹ء
	گریگوری نہم ۱۲۲۷ء	ایڈمنڈ رچ ۱۲۳۴ء
	سلسٹائن چہارم ۱۲۴۱ء	
کونارڈ چہارم ۱۲۵۰ء	انوسینٹ چہارم ۱۲۴۳ء	بونیفس آف سیوے ۱۲۴۵ء

شاہان روم	پاپایان روم	آرچ بشپ آف کنٹربری
گریٹ انٹرگنم ۱۲۵۴ء	الیگزینڈر چہارم ۱۲۵۴ء	
	اربن چہارم ۱۲۶۱ء	
	کلیمنٹ چہارم ۱۲۶۵ء	
	گریگوری دہم ۱۲۷۱ء	رابرٹ کلورڈبے ۱۲۷۳ء
روڈلف اول ۱۲۷۳ء	انوسینٹ پنجم ۱۲۷۶ء	
	ہیڈریان پنجم ۱۲۷۶ء	
	جان اکیسواں ۱۲۷۷ء	
	نکولس سوم ۱۲۷۷ء	جان پیکہم ۱۲۷۹ء
	مارٹن چہارم ۱۲۸۱ء	
	ہنوریس چہارم ۱۲۸۵ء	
	نکولس چہارم ۱۲۸۹ء	
البرٹ اول ۱۲۹۰ء	سیلسٹائن پنجم ۱۲۹۴ء	رابرٹ ون چیسے ۱۲۹۴ء
آڈلف ۱۲۹۲ء	بینیڈکٹ گیارہواں ۱۳۰۳ء	
ہنری ہفتم ۱۳۰۸ء	کلیمنٹ پنجم ۱۳۰۵ء	والٹر رینلڈز ۱۳۱۳ء
لیوس پنجم ۱۳۱۴ء	بینیڈکٹ بارہواں ۱۳۳۴ء	سائمن ۱۳۲۸ء
چارلس ہفتم ۱۳۴۷ء	کلیمنٹ ششم ۱۳۵۲ء	جان سٹریٹفورڈ ۱۳۳۳ء
	انوسینٹ چہارم ۱۳۵۲ء	تھامس برڈوردین ۱۳۴۹ء
	اربن پنجم ۱۳۶۲ء	سائمن اسلیپ ۱۳۴۹ء
	گریگوری گیارہواں ۱۳۷۰ء	سائمن لانگم ۱۳۶۶ء
ونیسلاس ۱۳۷۸ء	اربن ششم ۱۳۷۸ء	ولیم وٹ سے ۱۳۶۸ء
	بونیفس نہم ۱۳۸۹ء	سائمن سڈبری ۱۳۷۵ء
	انوسینٹ ہفتم ۱۴۰۴ء	ولیم کورٹ نے ۱۳۸۱ء
	گریگوری بارہواں ۱۴۰۶ء	تھامس آرونڈل ۱۳۹۷ء
	الیگزینڈر پنجم ۱۴۰۹ء	ہنری چیچلے ۱۴۱۴ء

شاہان رُوم		پاپائے رُوم		آرچ بشپ آف کنٹربری	
سگسمنڈ	۱۴۱۰ء	جان تیئیسواں ۲۳	سنہ ۱۴۱۰ء	جان سٹافورڈ	سنہ ۱۴۴۳ء
		تفرقہ پرست اُونیون کے پوپ			
		کلیمنٹ ہفتم	سنہ ۱۳۷۸ء		
		بینیڈکٹ تیرھواں ۱۳	سنہ ۱۳۹۴ء		
البرٹ دوم	۱۴۳۸ء	گریگوری بارہواں ۱۲	سنہ ۱۴۰۶-۱۴۰۹ء	جان کیمپ	سنہ ۱۴۵۲ء
فریڈرک سوم	۱۴۴۰ء	**تفرقہ پرست ختم ہوتے ہیں**		تھامس	سنہ ۱۴۵۴ء
		مارٹن پنجم	سنہ ۱۴۱۷ء	جان مارٹن	سنہ ۱۴۸۶ء
		نکولس پنجم	سنہ ۱۴۴۷ء		
مکسیمایا اوّل	۱۴۹۳ء	انوسینٹ ہشتم	سنہ ۱۴۸۴ء		
		پائس سوم	سنہ ۱۵۰۳ء	ہنری ڈین	سنہ ۱۵۰۱ء

اہم واقعات

۴۵۱ — ۱۵۰۰ء

سنہ ۴۵۱ء کونسل کلسیڈون۔ چوتھی عالمگیر کونسل۔

سنہ ۵۵۳ء کونسل قسطنطنیہ۔ پانچویں عالمگیر کونسل۔

سنہ ۵۹۰ء گریگوری اعظم کی تخت نشینی۔

سنہ ۵۹۷ء آگسٹین انگلستان کو۔

سنہ ۶۱۴ء فارسی یروشلیم کو فتح کر لیتے ہیں۔

سنہ ۶۳۲ء حضرت محمدؐ کی وفات۔

سنہ ۶۸۰ء کونسل قسطنطنیہ۔ چھٹی عالمگیر کونسل۔

سنہ ۷۲۲ء بونیفس جرمن میں بشارت کے لئے جاتا ہے۔

سنہ ۷۲۶ء بتوں کے خلاف فرمان۔

سنہ ۷۵۴ء پیپین کا پوپیت کو عطیہ۔

سنہ ۷۸۷ء کونسل نکایاہ۔ ساتویں عالمگیر کونسل۔

سنہ ۸۰۰ء چارلس اعظم کی تاجپوشی۔

سنہ ۸۶۳ء سیرل اور میتھوڈیس موریوین کو بشارت دیتے ہیں۔

سنہ ۸۷۰ء کونسل قسطنطنیہ۔ آٹھویں عالمگیر کونسل۔

سنہ ۹۱۰ء راہب خانہ کلونی کی بنیاد رکھنا۔

سنہ ۱۰۲۲ء پہلی بار بدعتی حکومت سے جلائے جاتے ہیں۔

سنہ ۱۰۷۳ء ہلڈی براند گریگوری ہفتم کے نام سے برسر اقتدار آتا ہے۔

سنہ ۱۰۷۷ء ہنری چہارم مقام کنوسا تابعداری قبول کرتا ہے۔

سنہ ۱۰۹۵ء کونسل کلیرمونٹ۔ پہلی صلیبی جہاد کی تحریک۔

سنہ ۱۱۰۰ء یروشلیم میں لاطینی سلطنت قائم ہوتی ہے۔

سنہ ۱۱۴۷ء دوسری صلیبی مہم۔

۱۱۵۵ء ارنلڈ بر سیا جلایا جاتا ہے۔

۱۱۷۹ء تیسری لیٹرن کونسل

۱۱۸۴ء والڈ نسیانی، ملعون گردانے جاتے ہیں۔

۱۱۸۷ء صلاح الدین یروشلیم پر قبضہ کر لیتا ہے۔

۱۱۸۹ء تیسری صلیبی مہم۔

۱۲۰۱ء چوتھی صلیبی مہم۔

۱۲۰۴ء قسطنطنیہ میں اطالوی سلطنت قائم کی جاتی ہے۔

۱۲۲۰ء ڈومینکن ضابطہ قبول کیا جاتا ہے۔

۱۲۲۳ء فرانسسکن ضابطہ قبول کیا جاتا ہے۔

۱۳۷۸ء نفاقِ عظیم شروع ہوتا ہے۔

۱۳۸۴ء وکلیف وفات پاتا ہے۔

۱۴۰۹ء کونسل پیسا۔

۱۴۱۴ء کونسل کانسٹینس۔

۱۴۱۵ء ہس کا جلایا جانا۔

۱۴۱۷ء نفاقِ عظیم کا خاتمہ۔

۱۴۳۱ء کونسل باسل۔

۱۴۵۳ء شکستِ قسطنطنیہ۔

۱۴۹۷ء بطلان کا فلورنس میں جلایا جانا۔



پی۔آر۔ بی۔ ایس پریس لاہور میں باہتمام مسٹر وی۔ ایس۔ کے نفس سیکرٹری
پنجاب ریلجس بک سوسائٹی۔ انار کلی لاہور چھپ کر شائع ہوئی۔

Printed at the P.R.B.S. Press
and Published by
Mr. V.S.K. Fazal, Secretary,
Punjab Religious Book Society,
Anarkali, Lahore.